حیدر علی سلطان

مولوی سیّد امجد علی اشہری

نمبر ۹۱

سلسلہ تاریخیات وکیل ٹریڈنگ کمپنی لمیٹڈ امرتسر

سوانح

حیدر علی سلطان

یعنی

اٹھارہویں صدی کے مشہور اسلامی فاتح میسور کے مفصل واقعات زندگی جو یورپ و ایشیا کی مستند ترین تاریخوں سے مرتب کئے گئے ہیں

از

مولوی سید امجد علی اشہری مرحوم

سنہ ۱۹۲۶ء

مطبوعہ روز بازار اسٹیم پریس امرتسر

قیمت فی جلد ۱۲

تعداد جلد

فہرست مضامین سوانح عمری نواب حیدر علیخان مرحوم

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	مقدمہ	۱
۲	حیدر علی خان	۳
۳	ٹیپو سلطان	۸
۴	اس کتاب کا ماخذ	۲۴
۵	معذرت	۲۶
۶	شجرہ ہائے نسب	۲۸
۷	نواب حیدر علیخان بہادر و ٹیپو سلطان کا شجرہ حسب تحقیق لیون۔ بی	۲۵
"	بورنگ صاحب چیف کمشنر میسور	
۸	میسور کے راجاؤں کا شجرہ	۳۰
۹	متعلق شجرۂ میسور	۳۱
۱۰	نظام حیدرآباد کا شجرہ حسب تحقیق لیون۔ بی بورنگ چیف کمشنر میسور	۳۲
۱۱	ارکاٹ کے نوابوں کا شجرہ حسب تحقیق لیون۔ بی بورنگ چیف کمشنر میسور	۳۳
۱۲	پونا کے پیشوا کے خاندان کا شجرہ حسب تحقیق لیون۔ بی بورنگ چیف کمشنر میسور	۳۴
۱۳	نواب حیدر علیخان کے تبلیغ مقامی و ابتدائے عروج کے حالات کا ترجمہ	۳۶
	و اقتباس حسب تحریر نشان حیدری فارسی تا تولد حیدر علی خان	"
	سنہ ۱۱۳۳ ہجری تک	"

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۴	فتح ولی محمد	۴۷
۱۵	نواب حیدر علی خان بہادر کا نسب نامہ حسب تحقیق حملات حیدری	۴۹
۱۶	ولادت حیدر علی خان و واقعات مابعد	۵۰
۱۷	حیدر علی خان کی ترقی اقبال کا آغاز و واقعات سنہ ۱۱۶۵ ہجری	۵۶
۱۸	نواب محمد علی خان کی کمک کو نندراج وزیر میسور کا ترچناپلی کو جانا اور	۵۸
،،	حیدر علیخان کا جوہر مردانگی دکھانا - واقع سنہ ۱۱۶۶ ہجری -	،،
۱۹	سوا بنگلور مین گوپال راؤ کا حیدر علی خان سے شکست پانا - واقعات سنہ ۱۱۶۸	۶۲
۲۰	نندراج وزیر میسور کی موقوفی اور کھنڈے راؤ برہمن کی ماموری حیدر علیخان	۶۴
،،	کی معرفت - واقعات سنہ ۱۱۶۹ ہجری -	،،
۲۱	سرکار حیدر علی خان مین تعلقہ آنی کل اور بارہ محل کا داخل ہونا واقع سنہ ۱۱۶۹ھ	۶۵
۲۲	کھنڈے راؤ برہمن وزیر جدید میسور کی حکمرانی اور حیدر علی خان کی مردانہ کارگزاری	۶۷
،،	مع واقعات متعلقہ سنہ ۱۱۷۰ ہجری	۸
۲۳	بندوبست قلعہ دار الریاست و علیحدگی راجہ میسور و حکمرانی نواب حیدر علیخان	۷۴
،،	واقع سنہ ۱۱۷۱ ہجری	،،
۲۴	حیدر علی کا عروج اقبال حسب تاریخ حملات حیدری	۷۷
۲۵	پانڈیچری کے واقعات	۸۲
۲۶	نواب حیدر علی خان کی حکمرانی میسور پر حملات حیدری کا اقتباس مع	۸۷
،،	فتوح دیگر واقع سنہ ۱۱۷۲ ہجری	،،

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۷	حیدر علی خان کی فوجی تعلیم	۹۰
۲۸	نظم ملا فیروز مصنف جارج نامہ	۹۲
۲۹	اقوال دیگر	۹۳
۳۰	تسخیر صوبہ سرا	۹۶
۳۱	تسخیر بالاپور خورد و کوہ سرا دینو کنڈہ وغیرہ سنہ ۱۱۷۲ ہجری ..	۹۹
۳۲	مرہٹون کا دوسرا حملہ	۱۰۱
۳۳	فتح بدنور کے دلچسپ واقعات سنہ ۱۱۷۳ ہجری	۱۰۳
۳۴	اشعار جارج نامہ	۱۰۸
۳۵	تحقیق مزید از تاریخ بورنگ صاحب	۱۱۴
۳۶	پرتگیزون سے معاملہ	۱۱۷
۳۷	قوم مابلہ کا مطیع ہونا اور قوم نایر پر فتح پانا	۱۱۸
۳۸	کلیکوٹ کی تسخیر سنہ ۱۱۸۱ ہجری	۱۲۲
۳۹	بدنور پر مرہٹون کی لشکرکشی	۱۳۳
۴۰	راجہ چیتل درگ پر فوج کشی	۱۳۳
۴۱	واقعات سنہ ۱۱۸۵ ہجری	۱۳۴
۴۲	تسخیر قلعہ سیواری درگ	۱۳۶
۴۳	مادھو راؤ پیشوا کی لشکرکشی اور نواب کی فتحمندی	۱۳۷
۴۴	رگھوناتھ راؤ کا پیشوا بنکر دست درازی کرنا اور ناکام جانا واقع سنہ ۱۱۹۳ھ	۱۴۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۴۵	قلعہ جبلی دھارواڑ کی تسخیر	۱۴۸
۴۶	مزید توجہ جانب فوج	۱۵۰
۴۷	مادھوراؤ پیشوا کا مکرر حملہ آور ہونا	۱۵۱
۴۸	واقعات تسخیر کورگ اور کلیکوٹ واقع سنہ ۱۱۸۰ ہجری ..	۱۵۷
۴۹	لشکرکشی کرنا تریبک راؤ نانا کا واقع سنہ ۱۱۸۲ ہجری ..	۱۶۰
۵۰	نظام حیدرآباد اور انگریزوں کی موافقت اور نواب حیدرعلیخان	۱۸۰
،،	اور انگریزوں کی جنگ	،،
۵۱	کڑپہ ۔ کرنول ۔ بلاری پر لشکرکشی وقائع سنہ ۱۱۸۵ ہجری ..	۲۰۱
۵۲	شہزادہ ٹیپو سلطان کی شادی مع شادیہائے دیگر واقع سنہ ۱۱۸۵ھ	۲۰۶
۵۳	لشکرکشی کرنا تانتیا مرہٹہ ناظم مرج کا باتفاق دیگراں اور تسخیر کرنا نواب	۲۰۸
،،	حیدرعلی خان کا ملک بلاری کو	،،
۵۴	تسخیر قلعہ گتی اور گرفتاری مرار راؤ ۔ واقع سنہ ۱۱۸۷ھ	۲۱۲
۵۵	تسخیر قلعہ چیتل درگ اور گرفتاری راجہ وقائع سنہ ۱۱۸۸ ہجری لغایت	۲۱۴
،،	سنہ ۱۱۹۱ ہجری	،،
۵۶	تسخیر بلاد کڑپہ و گنجی کوٹہ وغیرہ واقعہ سنہ ۱۱۹۱ ہجری	۲۲۲
۵۷	چھوٹے شہزادہ کریم کی شادی مع شادی دختر سنہ ۱۱۹۲ھ	۲۲۸
۵۸	نظام حیدرآباد اور پیشوائے پونا کا نواب حیدرعلی خان	۲۲۹
،،	کو انگریزوں کے خلاف ابھارنا ۔ وقائع سنہ ۱۱۹۳ ہجری ..	،،

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۵۹	نتیجہ روانگی کریم صاحب ولد ٹیپو سلطان	۲۳۳
۶۰	نظام اور پیشوا کی خاموشی	۲۳۴
۶۱	جنرل منرو اور کرنل بیلی سے جنگ کے بعد قلعہ ارکاٹ	۲۳۵
،،	کی تسخیر۔ وقایع ۱۱۹۴ھ ہجری	،،
۶۲	بعد فتح ارکاٹ تبرکات درگاہ ٹیپو مستان کا پیش ہونا۔	۲۴۱
۶۳	نصیر الدولہ عبدالوہاب خان بن نواب انورالدین خان برادر خورد	۲۴۲
،،	نواب والاجاہ محمد علی خان ناظم ارکاٹ کی گرفتاری	،،
،،	معہ دیگر واقعات سال مذکور	،،
۶۴	جنرل سرایر کوٹ کی لشکر کشی اور نواب حیدر علیخان کی معرکہ	۲۵۰
،،	آرائی جنگ محمود بندر میں میر علی رضا خان کا مارا جانا وقایع ۱۱۹۵ھ	،،
۶۵	کرنل گال اور جنرل کوٹ کے ساتھ نواب حیدر علی خان کے	۲۵۸
،،	دوسرے محاربات وقایع ۱۱۹۶ ہجری	،،
۶۶	کرنل بریث صاحب بہادر سے نواب حیدر علی خان کی معرکہ آرائی	۲۶۵
۶۷	جنرل سرایر کوٹ کا آنا اور صلح کا قرار پانا	۲۶۷
۶۸	نواب حیدر علیخان کا فرانسیسوں کی اعانت کرنا اور آنریبل	۲۷۲
،،	ایسٹ انڈیا کمپنی سے بگاڑ ہونا	،،
۶۹	شمائل جسمانی و عادات زندگانی نواب حیدر علیخان بہادر	۲۷۵
۷۰	نواب حیدر علیخان کی سواری کا شاہانہ تزک و احتشام	۲۸۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۷۱	میرزا علی خان خسر پورہ نواب حیدر علیخان کا مادھوراؤ پیشوا	۲۹۸
،،	سے ملجانا اور مادھوراؤ کا باتفاق نظام حیدرآباد و صاحبان	،،
،،	انگریز کے سرینگ پٹن پر چڑھنا مع معرکہ آرائی نواب موصوف	،،
۷۲	تفصیل ممالک نواب حیدر علی خان و تقابل افواج انگریزی	۲۹۹
،،	چشم دید نامہ نگار فرانسیسی	،،
۷۳	جنرل اسمتھ سے مقابلہ	۳۰۵
۷۴	کبیر پٹن کا محاصرہ ۔ راستون کی مسدودی	۳۰۷
۷۵	کبیر پٹن پر حیدر علیخان کا پہنچنا اور قلعہ کا فتح ہونا	۳۰۹
۷۶	شگومن کی طرف ایلغار اور جنرل اسمتھ سے مقابلہ	۳۱۳
۷۷	ٹیپو سلطان کو تخریب قرب و جوار مدراس پر مامور کرنا ..	۳۱۸
۷۸	نواب حیدر علی خان کی والدہ کا تشریف لانا	۳۲۳
۷۹	قلعہ وانمباڑی سے انگریزون کو نکال دینا مع اقرار نامہ ..	۳۲۴
۸۰	قلعۂ آنبود پر جنرل اسمتھ اور نواب کی فوجون سے مقابلہ اور	۳۲۶
،،	راز سازش انگریزی کا افشار	،،
۸۱	نظام علیخان کا تعلق انگریزون کے ساتھ	۳۳۰
۸۲	جنرل اسمتھ کا صلح مین کوشش کرنا اور ناکام رہنا اور کرنل	۳۳۱
،،	اوڈ کا شریک کیا جانا	،،
۸۳	حیدر علیخان کی آمادگی اور انگریزون کا عزم تسخیر بنگلور	۳۳۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۸۴	جنرل اسمتھ اور میر مخدوم علیخان کی معرکہ آرائی	۳۳۳
۸۵	دیونہلی کے باشندون پر جنرل اسمتھ کی مہربانی سے نواب	۳۳۵
؍؍	حیدر علی خان کا خوش ہونا	؍؍
۸۶	تسخیر منگلور کے بعد حیدر نگر کا عزم	۳۳۶
۸۷	ٹیپو سلطان کا منگلور پر آپڑنا اور انگریزون کو ہزیمت دینا	۳۳۷
۸۸	منگلور کے پرتگیز سوداگرون سے حیدر علیخان کی مزاحمت ..	۳۳۹
۸۹	جنرل اسمتھ کی سرگذشت	۳۴۰
۹۰	مرزا علیخان کا نادم ہو کر پھر آملنا	۳۴۱
۹۱	شرابی کپتان کی حکایت	۳۴۳
۹۲	ولائیت سے مسٹر ڈوپری سابق رکن کونسل مدراس کا گورنر ہو کر آنا	۳۴۵
؍؍	اور نواب حیدر علی خان کے ساتھ مصالحت کا فرمان لانا	؍؍
۹۳	پہلا عہد نامہ	۳۴۷
۹۴	دوسرا عہد نامہ	۳۴۸
۹۵	مدافعت فوج مرہٹہ جو گوپال راؤ تہرا اور بابو رام پھڑنویس کی	۳۴۹
؍؍	سپہ سالاری مین تھی	؍؍
۹۶	فرانسیسون سے کرر دوستی پیدا کرنا	۳۵۱
۹۷	سرحد ملیبار پر پیسا ڈر رامی ریاست سعدین وغیرہ پر قابض ہونا ۔	۳۵۲
۹۸	قلعہ بلہاری اور گٹی پر قابض ہونا	۲۵۳

نواب حیدر علی خان۔ میسور

تنقیح ۱۹۵۹

62269c

جب اورنگزیب عالمگیر کے بعد آپس کے جھگڑوں نے سلطنت کی بنیاد متزلزل کردی اور اس کے بعد کے بادشاہ قلعہ نشین آرام طلب عیش پرست ہونے لگے تو لازمی طور سے شاہی رعب داب گھٹنے لگا۔ اور ملک کے چاروں طرف خودسرانہ حالتیں پیدا ہونا شروع ہوئیں۔ انگریزوں نے مشیر اور نائب بنتے بنتے بنگال۔ بہار۔ اوڑیسہ وغیرہ ممالک اپنے قبضے میں کر لئے۔ پھر بجائے خود سلطنت کا ڈول ڈالا اور ہر حصہ ملک میں سازش اور مداخلت کو تیار ہوئے۔ دوسری طرف سے مرہٹوں نے زور کیا اور تمام ملک میں اپنی رستخیز سے تہلکہ ڈال دیا۔ کہیں اودھ کا صوبہ علیحدہ ہوگیا۔ کہیں ناظم حیدرآباد نظام بن بیٹھے وغیرہ وغیرہ۔ اس حالت کو دیکھ کر ایک بہادر سپاہی کے دل میں بھی اولوالعزمی کے ولولے پیدا ہوئے اور اس کے عزم بالجزم نے ان کو پورا کر دکھایا۔ اس بہادر سپاہی نے نہ تو مثل انگریزوں کے پولٹیکل سازش سے کام لیا اور نہ مثل دوسرے صوبوں کے بادشاہ سے منحرف ہوکر بادشاہی ملک پر اپنا قبضہ کر لیا بلکہ محض اپنی بہادری۔ اور استقلال اور اپنی اولوالعزمی اور عزم بالجزم سے خود کو ایک سپاہی سے بادشاہی کے درجہ تک پہنچایا اور انگریزوں اور مرہٹوں اور نظام حیدرآباد

اور نواب ارکاٹ وغیرہ کو پے در پے شکستیں دیتا رہا۔ یہ کون حیدر علی نایک۔ اُس کے بعد اُس کا فرزند اقبالمند ٹیپو سلطان بھی ویسا ہی نکلا +

ہمارے یہ دونو نامور ہیرو حیدر علی اور ٹیپو سلطان فرانس کے نیپولین بوناپارٹ اور ایران کے نادر شاہ کا دل و دماغ لیکر آئے تھے چالیس برس کے اندر جنوبی ہندوستان میں اُن کے فتوحات حیرت انگیز ہیں۔ اور ٹیپو سلطان کا خاتمہ نہایت عبرت خیز۔ حیدر علی نے خود کو سپاہی کے درجے سے نایک[1] اور نایک کے درجہ سے وزیر اور وزیر کے درجہ سے بادشاہ کے درجہ تک پہنچا لیا لیکن اُس کے نام کے ساتھ نایک کا لفظ ایسی شہرت عام حاصل کر چکا تھا کہ وہ آج تک اُسی نام سے یاد کیا جاتا اور اُسی نام سے پہچانا جاتا ہے +

ٹیپو سلطان نے گہوارۂ سلطنت میں پرورش پائی اس لئے وہ اور اُس کی اولاد سلطان کے لقب سے ملقب ہے +

ہم قبل اس سے کہ ان دونو کی تاریخ لکھیں یا اُن کے سوانح زندگی بیان کریں۔ اس مقدمہ میں عام ناظرین کو اُن کے بعض حالات زندگی سے روشناس کرتے ہیں اور ہمارا یہ بیان زیادہ تر انگریزی تاریخوں اور لیوں۔ بی۔ بورنگ صاحب سی۔ ایس۔ آئی چیف کمشنر میسور کی تحقیقات مزید سے ماخوذ ہے +

---

[1] سنسکرت میں نایک کے معنے ہیں سپہ سالار۔ اور حیدر علی کو یہ خطاب ہندو ریاست میسور سے حاصل ہوا تھا +

بورنگ صاحب کہتے ہیں کہ ان کے جنگی کارناموں کے متعلق فرانسیسوں اور انگریزوں کے بیانات میں باہمی عداوت کی وجہ سے ایسا اختلاف ہے کہ غیر طرفداری کے ساتھ قطعی رائے قایم کرنا قریب قریب ناممکن کے ہے اور جب بورنگ صاحب جیسا شخص جس کو خود میسور میں بیٹھ کر ہر طرح کی تحقیقات کا موقع حاصل تھا یہ کہے تو ہم کو دوسرا راستہ اختیار کرنا لازم ہوا۔ اور ہم نے دکن کی تاریخوں کو سامنے رکھ کر واقعات کو اُن سے نقل کیا اور حتے الامکان دونو کی تطبیق و تفریق میں کوشش کی جن کے مورخوں کو اپنی قومیت یا جنسیت اور زمانہ قریب ہونے کی وجہ سے اطلاع حالات کے مواقع خاص حاصل تھے۔

خصائل

حیدر علی مادرزاد سپاہی تھا۔ وہ بڑا شہسوار تھا۔ اور فن شمشیر زنی و تفنگ اندازی میں دستگاہ کامل رکھتا تھا۔ وہ بچپن سے جفاکشی کا خوگر تھا اسی وجہ سے بڑی بڑی تکلیفیں برداشت کر لیتا تھا اور اس کی طبیعت پر ان تکلیفوں کا کوئی اثر محسوس نہ ہوتا تھا۔ جو وقت فوج کی کمان کرتا اپنے ذاتی خطرہ سے بے پرواہ ہو جاتا۔ اس سے دوسروں کی ہمت بڑھ جاتی۔ ہنگامۂ جنگ میں ہرگز نہ گھبراتا اور بڑی دانائی سے کام کرتا۔ اُس کو الہام ہوتا تھا کہ غنیم کی فوج پر اپنے رسالوں سے کیونکر حملہ آور ہو۔ اور وہ بڑی سرعت کے ساتھ بڑے بڑے داؤں سے کام لیتا تھا جس سے ہمیشہ کامیاب ہوتا تھا۔ وہ اپنے سپاہیوں کی پوری قدر کرتا تھا جس سے وہ بڑی جانبازی کے ساتھ اُس کی طرف سے جنگ کرتے تھے۔ فرانسیسوں کی شجاعت و وفاداری پر پورا بھروسہ رکھتا تھا

ظالم اور رشوت خوار عاملوں کو تازیانہ سے پٹواتا تھا جو اُس کا ایک معمولی حکم تھا لیکن وہ ظلم پسند نہ تھا۔ بلکہ اس وقت کا مقتضاء ہی یہ تھا کہ وہ ایسی سزا سے کام لے۔ حیدر علی کو غنیم کی آمد پر اپنے ملک کے سرسبز قطعات برباد کر دینے میں کوئی افسوس نہ ہوتا تھا تا کہ دشمن اپنے واسطے سامان رسد مہیا نہ کر سکے جو لوگ اپنی خدمات کو اُس کی مرضی کے موافق انجام دیتے تھے اُنکو جی کھولکر انعام دیتا تھا۔ یہ لوگ اُس سے بڑی اُلفت کرتے تھے۔ حیدر علی کو کسی کے مذہب اور خیالات مذہبی سے کوئی غرض نہ تھی۔ اُس کو تعصب چھو بھی نہیں گیا تھا +

حیدر علی میانہ قد تھا۔ خط و خال سے نزاکت کا اظہار ہوتا تھا۔ رنگ تمازت آفتاب سے سانولا ہو گیا تھا۔ ناک چھوٹی اور خمدار تھی۔ آنکھیں بھی بڑی نہ تھیں۔ نیچے کا ہونٹ موٹا تھا۔ داڑھی مونچھوں کا صفایا رکھتا تھا لباس کی آستینیں چست رہتی تھیں۔ جسم میں چیکن پھنسی پھنسی ہوتی تھی۔ پوشاک خوب گھیر دار پہنتا تھا۔ اُس کا لباس بہت ہی نفیس ہوتا تھا۔ دستار نہایت لمبی شوخ گلنار اور اوپر سے ہموار ہوتی تھی۔ فوج کے ہمراہ سفید ساٹھن کی قبا پہنتا جس میں نہایت خوب صورتی سے زر کا بیل بوٹے بنے ہوئے ہوتے۔ اسی کپڑے کا پاجامہ ہوتا۔ زرد مخمل کے جوتے پہنتا اور کمر میں سفید ریشمین پٹکا بندھا رہتا۔ داب میں تلوار لٹکتی ہوتی زین کے قبور میں طپنچے رہتے +

اس کے خیمہ یا دولتسرا پر ہر شخص بہت آسانی سے اُسکے حضور میں

جاسکتا تھا وہ بڑی بے تکلفی سے باتیں کرتا۔ اپنے یاروں سے مذاق کی بھی عادت تھی۔ اس کی دماغی قوتیں ایسی زود رس اور قوی تھیں کہ ایک ہی وقت میں وہ چند کاموں پر متوجہ رہتا تھا۔ یعنی عرضیاں اور خطوط بھی سُنتا جاتا تھا اور اُن کے جواب بتاتا اور حکم احکام بھی دیتا جاتا تھا۔ اُسی کے ساتھ تماشا بھی دیکھتا جاتا تھا۔ یہ کام ساتھ ساتھ ہوتے جاتے تھے۔ اور کسی بات سے اُس کا خیال نہ بٹتا تھا۔ چونکہ وہ ناخواندہ تھا اسلئے وہ اپنے میر منشی کے لکھے ہوئے احکام دوسرے میر منشی سے پڑھوا کر سن لیتا تھا تاکہ کوئی خلاف بات لکھی گئی ہو تو معلوم کرلے۔ تب اپنے دستخط کرتا تھا۔ دستخط میں اپنے نام کا سرحرف (ح) بنا دیا کرتا تھا اُس کا حافظہ ایسا قوی تھا کہ اُس کو ذرا ذرا سی بات یاد رہتی تھی۔ وہ ایک مرتبہ سپاہی کو دیکھ کر مدت کے بعد پہچان جاتا تھا۔ شام کو دل بہلانے کے لئے اُس کے سامنے تماشے ہوا کرتے تھے اور تعلیم یافتہ طوائفیں رقص کیا کرتی تھیں۔ اسی اثناء میں شراب کا دور رہتا تھا جس میں اُس کے نہایت چیدہ احباب شریک رہتے تھے۔ اُس کا حرم وسیع تھا۔ وہ خوب صورت عورتوں کو دل سے پسند کرتا تھا۔ لیکن ایسا عیاش نہ تھا کہ وہ عیاشی کاروبار سلطنت میں مخل ہوسکتی +

خاص خاص جشنوں میں وہ افسران سپاہ کے ساتھ محفل آرا ہو کر بڑی شان و شوکت کا اظہار کیا کرتا تھا۔ جلوس کے آگے آگے رسالے چلتے تھے جن میں بہت سے یورپین سوار ہوتے تھے۔ اسکے بعد پانسو

جنگی شتر سوار پھر شاہی فیلان کوہ پیکر آتے تھے جن کی زرلفتی جھولیں کارچوبی کام سے مغرق ہوتی تھیں۔ اُن کے بعد حبشیوں کے رسالے ہوتے تھے جو شتر مرغ کے سُرخ و سفید پروں سے سجے ہوئے نہایت بھلے معلوم ہوتے تھے۔ اور یہ سوار فولادی بوڑیوں کے برچھوں سے مسلح ہوتے تھے ان کے عقب میں ریشمی صافے باندھے جانگھیے پہنے اور بھالے ہاتھوں میں لئے پیدل آتے تھے۔ بھالوں میں چھوٹے چھوٹے گھنگرو آویزاں ہوتے تھے۔ ان کے بعد زرق برق پوشاکیں پہنے ہوئے اُمراء کے پرے آتے تھے جن کی پوشاکوں پر فیتوں کا جال ہوتا تھا۔ اس کے بعد خاصہ کے سبا رفتار توسن آتے تھے جو نہایت آراستہ حالت سے نکلتے تھے۔ اور ان کی ریشمی اور کلابتونی باگڈوریں سائیسوں کے ہاتھوں میں ہوتی تھیں۔ ان کے پیچھے ہرکاروں کا گروہ آتا تھا۔ پھر خاندانی افسر آتے تھے جو گلوں میں طلائی زنجیریں پہنے ہوتے تھے۔ ان کے بعد ایک بڑے زرق برق اور شاندار گروہ کے درمیان خود حیدر علی ہوتا تھا۔ اسکی سواری میں سفید ہاتھی ہوتا تھا۔ جو بدنور کے جنگل میں پکڑا گیا تھا۔ پھر حیدر علی کے عقب میں بہت سے دراز قد ہاتھی ہوتے تھے۔ جن پر نشانات شاہی رکھے ہوتے تھے۔ ✓

(۱) پہلے ہاتھی پر ایک طلائی مسجد ہوتی تھی۔

(۲) دوسرے پر ماہی مراتب۔

(۳) تیسرے پر سونے کی تھالی میں سفید مومی فیتہ ہوتا تھا۔

(۴) چوتھے پر دو طلائی ظروف ہوتے تھے جن کو چمبو کہتے تھے۔

(۵) پانچویں ہاتھی پر ایک گول کرسی ہوتی تھی جس میں ہاتھی دانت کی پچی کاری اور سونے سے منڈھی ہوتی تھی۔

ان کے بعد حبشیوں کے دو اور رسالے ہوتے تھے۔ اور انہیں حبشیوں کی فوج پیدل کا گروہ ہوتا تھا۔ جلوس کی متحرک قطار کے داہنے بائیں پیدل پلٹنیں ہوتی تھیں جو سفید ریشمین وردیاں پہنے ہوتی تھیں۔ اور ہاتھوں میں لمبے لمبے سیاہ برچھے ہوتے تھے جن پر چاندی کا کام کیا ہوا ہوتا تھا اور سروں پر چھوٹی چھوٹی جھنڈیاں لگی ہوتی تھیں۔ یہ سب عجب ٹھاٹھ کا پُرشکوہ منظر ہوتا تھا جس سے صرف مغل اعظم کا جلوس تو سبقت لے جا سکتا تھا لیکن دوسرے کسی فرمانروا کا جلوس ہرگز فائق نہ ہو سکتا تھا بورنگ صاحب لکھتے ہیں کہ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ وہ دلیر مادرزاد لائق دل چلا کمانڈر حرب کا ماہر۔ باتدبیر اور عزم و ثبات سے بھرا ہوا شخص تھا شکست کی حالت میں اُس نے کبھی ہمت نہ ہاری اور جب اس بات پر غور کیا جاتا ہے کہ وہ ایک مشرقی شخص تھا اور اسی کے ساتھ یہ دیکھا جاتا ہے کہ اپنے قول و اقرار کا وہ کیسا سچا تھا تو حیرت ہو جاتی ہے۔ اُس نے اپنی حکمت عملی میں انگریزوں کے ساتھ پیچ و فریب سے کبھی کام نہیں لیا۔ اُس کا نام میسور میں عزت سے لیا جاتا اور اُس کو مدحانہ تعریف کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے اور اُس کی بہادری اور شجاعت کے کارنامے پُرجوش فخریہ کے ساتھ بیان کئے جاتے ہیں۔ اب ہم حیدر علی خان کے

نہایت اولالعزم اور نامور فرزند ٹیپو سلطان کی پرائیوٹ لائف کا ذکر کرتے ہیں +

ٹیپو سلطان

ہم کو افسوس ہے کہ انگریزی مورخوں نے ٹیپو سلطان کی نسبت اُس فیاض منشی کا اظہار نہیں کیا جو اس کے باپ حیدر علی خاں کی نسبت پایا جاتا ہے۔ سبب یہ کہ حیدر علی کے وقت میں انگریزوں اور فرانسیسوں کے درمیان رقابت تھی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی ابتدائی حکومت اس قابل نہ ہوئی تھی کہ وہ حیدر علی کا لقمہ چھین سکے۔ اور ٹیپو سلطان کے وقت میں فرانسیس پسپا ہو چکے تھے اور انگریزوں نے ٹیپو سلطان کے حریف نظام اور راجہ میسور وغیرہ کو اپنے ساتھ ملا کر اپنی طاقت بڑھالی تھی باایںہمہ گورنمنٹ انگریزی کو ٹیپو سلطان سے بہت بڑا اندیشہ تھا جو انگریزوں کو تمام ہندوستان سے نکال دینے پر کمربستہ رہتا تھا۔ اس لئے سرکار انگریزی کو اُس کو مغلوب کرنا لازم آیا۔ اور فتح پا لینے کے بعد اُسکی تاریخ میں طرح طرح کے ظلم اور تعصب اور قابل نفرت باتوں کا اعادہ کیا گیا۔ تاکہ تاریخ پڑھنے والے انگریزوں کی بدنیتی پر محمول نہ کریں بلکہ خود ٹیپو سلطان کو قابل عقوبت جانیں +

اس مصلحت کے پورا کرنے کو انگریزی مورخوں نے جو گورنمنٹ کے مصلحت جو عہدہ دار و ہمقوم ہیں ٹیپو سلطان کے اکثر اوصاف پر جو لازمۂ سلطنت یا غیر قوموں میں پھنسے ہونے سے اُس وقت کے لئے مناسب مقام سمجھے جا سکتے ہیں تاریک پردہ ڈالا ہے جیسے اورنگزیب عالمگیر کی انگریزی

تاریخ میں بڑی بڑی پولٹیکل استادیاں خرچ کی گئی ہیں جن کی اس وقت میں مسلمانوں کی طرف سے تنقید ہو رہی ہے +

اسی طرح ہم سمجھتے ہیں کہ ٹیپو سلطان بھی جنوبی ہندوستان کا اورنگزیب ثانی تھا جس کی تاریخ کو پولٹیکل سیاہی سے لکھا گیا ہے +

ٹیپو سلطان انگریزوں کا دشمن بھی ایسا تھا کہ اسکی نسبت جسقدر جلے پھپھولے پھوڑے جائیں کم ہے اور مشکل سے ایک طبیعت گوارا کر سکتی ہے کہ وہ اپنے ایسے دشمن کو تعریف سے یاد کرے۔

ہم اُس کی نسبت ہر قسم کے خیالات کو ظاہر کرتے ہیں۔

۱۷۸۶ء میں ٹیپو سلطان نے بادشاہ کا لقب اختیار کیا۔ وہ خود کو حضور پر نور یا ما بدولت کے الفاظ سے مخاطب کرتا تھا۔ اُس کی فوج لشکر مجاہدین کہلاتی تھی۔ جدت و اختراع کا اُسے شوق تھا۔ اسی جدت پسندی سے وہ اکثر شہروں۔ قصبوں کے نام بدل دیا کرتا تھا۔ اور نئے نام رکھتا تھا جو اُس کے بعد قائم نہ رہے۔ ہندوستانی کوس اور وزن کے باٹ اور پیمانے اُس نے اپنے اختراعی قائم کئے تھے۔ ایک تقویم بھی بنوائی تھی۔

سلطان بہت بڑا منشی تھا۔ وہ کوئی بڑی مراسلت اہم ہوتی تو اپنے آپ لکھتا اور اپنی فوج اور دیوانی کے معاملات و مقدمات میں احکام مناسب لکھواتا۔ ہر صیغہ پر نگرانی رکھتا۔ علوم۔ فنون۔ طب۔ تجارت۔ معاملات مذہبی۔ تعمیر محکمہ جات فوجی اور بیشمار معاملات میں یکساں مہارت سے قطعی رائے دیتا۔ اتنا لکھ کر بورنگ صاحب لکھتے ہیں کہ

"لیکن دراصل اس کو ان معاملات سے واقفیت نہ تھی۔ سلطان کو ہر فن میں مہارت ہونے کا دعوے ہی دعوے تھا۔ واقعی ہر فن سے مہارت مشہور پادری آرچ بشپ ایب سے لن کو تھی جس کا ۱۲۰۲ھ ہجری میں انتقال ہوا۔ یہ وزارت کا کام کرسکتا تھا۔ سپہ سالاری میں طاق تھا۔ امیر البحر تھا اور سب قسم کے علوم میں ماہر تھا"

حالانکہ خود ٹیپو سلطان کے واقعات اور اس کے روشن کارنامے اور خود یورپین مورخوں کی تحریر سے اُس کی قابلیت و جامعیت کا ثبوت بہم پہنچتا ہے۔ بورنگ صاحب نے اپنی مغربی غیلگ کی پاسداری سے ایسا لکھا ہے۔ جیسے بعض انگریزی مورخ تاج گنج کی مشہور عمارت کو مشرقی صناعوں سے منسوب کرنے کے بدلے ایک اٹلی کے قیاسی انجنیر کا نام پیش کرتے ہیں۔

سلطان نے زبان پارسی کی تکمیل پورے طور سے کی تھی۔ عربی درسیات سے بھی فارغ تھا۔ اپنے دستخط طغرا میں کرتا تھا۔ کھیل تفریح کے لئے اُس کے پاس وقت نہ تھا۔ اُس کے تمام مراسلات بڑے قاعدہ کے ساتھ رجسٹروں میں درج ہوتے تھے۔

ٹیپو سلطان نے ایک نیا سکہ رائج کیا تھا جو ۱۱۹۹ھ ہجری میں۔ بمقام سرینگ پٹن ڈھالا گیا۔

سلطان نے ایک مجموعۂ حربی تیار کیا تھا۔ اس کتاب کا نام **فتوحات غازیاں** رکھا تھا۔ اس کتاب میں اٹھارہ باب تھے۔ ورزشوں اور فوجی کرتبوں کے متعلق اُس میں ہدایت کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا تھا۔

فرائض جو ہر ایک افسر سے متعلق تھے اس کتاب میں تصریح کے ساتھ درج تھے۔ وہ تدبیریں اور طریقے لکھے گئے تھے کہ شبخون کس طرح مارا جائے۔ جنگل اور میدان میں کس طرح جنگ کرنا چاہیئے۔ اس کتاب میں محافظت کے طریقے۔ رخصت کے قواعد۔ سپاہیوں کی مشق کے دفعات او اسی طرح کے دوسرے سب امور ضروری درج کر دئے گئے تھے +

سلطان نے ۱۷۹۳ء میں ایک اعلان شائع کیا تھا جس کے موافق پیدل فوج پانچ قشون پر تقسیم کی گئی تھی اور ہر قشون میں ۱۳۹۲ سپاہی ہوتے تھے۔ ان میں ۱۰۵۶ بندوقچی ہوتے تھے۔ افسوں کی تعداد خاص تھی۔ ان میں جنگجو اور غیر جنگجو دو نو قسم کے افسر ہوتے تھے۔ ہر قشون کے متعلق بان اندازوں کی ایک جماعت ہوتی تھی جسے جوگ (جوق) کہتے تھے اور ہر قشون کے ساتھ دو توپیں بھی رہا کرتی تھیں۔ سواروں کی فوج تین حصّوں میں تقسیم تھی۔ ایک تو باقاعدہ رسالے۔ دوسرے سلحدار (ان کو گھوڑے خود مہیا کرنے ہوتے تھے) تیسرے قزاق یا غارتگر سوار ہوتے تھے۔ ان ہر سہ مدارج کے سواروں میں پہلے درجہ کے سوارں کو عسکری کہتے تھے۔ ان کے تین ڈویژن تھے۔ ہر ڈویژن میں چھ موکب ہوتے تھے۔ تعداد نہیں لکھی۔ سلحداروں کی تعداد چھ ہزار تھی۔ اور قزاق سوار آٹھ ہزار تھے +

سلطان نے علاوہ آراستگی فوج برّی کے فوج بحری کا بھی سامان کیا تھا۔ اُس نے ۱۷۹۶ء میں امیر البحروں کی ایک جماعت قائم کی جس میں

گیارہ اراکین تھے۔ ان اراکین کا لقب میر یم تھا۔ ان کے ماتحت ۳۰ امیر البحر تھے۔ اور ۲۰ جہاز کلاں جنگی اور ۲۰ جہاز خورد کا بنانا تجویز ہوا تھا۔ درجہ اول کے ہر جہاز پر ۷۲ توپیں چڑھنے کا حکم تھا۔ اور درجہ دوم کے جہاز پر ۶۲ توپیں چڑھانے کی تجویز ہوئی تھی۔ چھوٹے جہازوں پر ۴۶ توپیں چڑھانے کا انتظام تھا۔ سلطان نے ان امیران یم کے پاس جہازوں کے نمونے بھیجے تھے کہ اُن کے موافق یہ جہاز تیار کرائے جائیں۔ اور جہازوں کی لکڑی کے لئے جنگل بھی نامزد کر دیا گیا تھا۔ لیکن اس زبردست تجویز کے عمل میں آنے سے پہلے سلطان کی سلطنت کا جہاز ایسٹ انڈیا کمپنی کے جہاز سے ٹکرا کر پاش پاش ہوگیا۔ فاعتبروا یا اولے الابصار۔

سلطان نے اپنی تمام قلمرو میں شراب فروشی کی ممانعت کردی تھی۔

۱۷۸۶ء میں سلطان نے ایک تہلکہ انداز فرمان شائع کیا۔ یہ عام مسلمانوں کے نام تھا۔ اس میں لکھا تھا کہ ملحدین کے ممالک چھوڑ کر سلطنت خداداد میں آکر پناہ لیں۔ مابدولت کا عزم ہے کہ یہ کفار جنہوں نے سچے مذہب کی فرمانبرداری سے روگردانی کی ہے۔ مسلمانوں کے ہاتھ سے مشرف بہ اسلام ہونگے یا اُن کو جزیہ دینگے۔ راجگان ہند کے بودے پن سے انگریزوں نے یہ خیال پختہ کرلیا ہے کہ مسلمان کمزور ہو گئے ہیں اور اس قوم نے مسلمانوں کے ممالک کو تاراج کر ڈالا ہے۔ اس لئے مابدولت کا قصد ہے کہ اُن سے جہاد کیا جاوے۔ یہ زہر آلود سلسلۂ شکایت پہلے تو خود سلطان کے صوبوں تک محدود رہا لیکن بعد کو نظام کے ملک میں

بھی مشتہر ہو گیا تاکہ سچے مسلمان سلطان کے جھنڈے کے شریک ہو جائیں اور انگریزوں کی بیخ و بن کو ہندوستان سے کھود کر پھینک دیں۔ اس تحریک سے سلطان نے مغل اعظم کو بھی اطلاع دی[1]۔

[1] ٹیپو سلطان کے یہ خیالات بیشک ایسے تھے جس پر انگریزی قوم جس طرح سے ممکن تھا اپنے حفظ اور اس کے استیصال کی فکر کرتی۔ جیسا کہ کیا گیا۔ لیکن ایک مورخ کا فرض نہیں کہ وہ اس کی بھلائیوں پر پردہ ڈالے اور اس کی ہر بات کو برا بنا کر دکھائے۔ نیز یہ دیکھنا چاہیئے کہ اس کو یہ خیالات کیوں پیدا ہوئے۔ کیا اس کی ذات میں ایسا سخت تعصب تھا۔ نہیں ایسا نہیں تھا بلکہ مرہٹوں کی بار بار شورش اور مسلمانوں کے ساتھ نہایت متعصبانہ برتاؤ کرنے۔ اور تمام ہندوستان میں تہلکہ ڈالنے سے اُن کے انتقام کا جوش اُس کے دل میں بھرا تھا۔ اور انگریزوں سے مسلمان سلطنتوں کو خطرہ میں دیکھ کر اُن سے بھی بیزار ہو رہا تھا جو اُس کا شاہانہ فعل تھا۔ بورنگ صاحب لکھتے ہیں کہ سلطان نے کورگ کے باشندوں کو لکھا تھا کہ تم لوگوں میں دستور ہے کہ کئی حقیقی بھائیوں میں سے سب سے بڑا بھائی شادی کرتا ہے پھر اُس کی جورو اُن سب بھائیوں کی جورو ہو جاتی ہے پس تم سب ولدالزنا ہو اور اب تم نے ساتویں مرتبہ گورنمنٹ سے نمک حرامی کی ہے اور سرکاری فوجوں کو لوٹا ہے لیکن اب میں نے خدا سے عہد کر لیا ہے کہ اگر بار دگر تم نے ایسی نمک حرامی کی تو میں تم میں سے کسی کو نہ ستاؤنگا نہ بُرا کہونگا بلکہ مسلمان کر ڈالونگا اور کسی دوسرے ملک کو بھیج دونگا۔

ہر اہل الرائے کو جو امور سیاست سے واقف ہے خیال کرنا چاہیئے کہ جب سلطان نے سات مرتبہ کی نمک حرامی اور سرکاری فوجوں کے لوٹنے کا قصور معاف کر دیا تو کیا آئندہ کی تہدید کے لئے اس کو ایسا لکھنا بھی اُس وقت کی مشرقی طرز حکومت کے خلاف ہو سکتا ہے ہرگز نہیں۔

سلطان اکثر جنگ میں مصروف رہا۔ اس لئے اُس کو اپنی دارالسلطنت میں رہنے کا کم اتفاق ہوا اور عام انتظام[1] ماتحتوں کے ہاتھوں میں تھا۔ پوری نگرانی نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ ستانی ہوتی تھی اور رعایا ناخوش رہتی تھی۔ اور اس بات کی سلطان کو اطلاع نہ ہوتی تھی۔ باقاعدہ عدالتوں میں قانون کا نفاذ بہت کم تھا۔ ہر ایک عامل اپنی مرضی کے موافق کام کرتا تھا۔ رعایا ڈر کے مارے ظلم کی شکایت نہ کر سکتی تھی۔ سلطان کو

[1] ہر بادشاہ کا انتظام ماتحتوں کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اور ہم سلطان کی اعلےٰ نگرانی بھی اُس وقت پر نظر کرتے ہوئے دوسرے والیان ملک سے بدرجہا زیادہ پاتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اُس کی رعایا میں سے بعض خودسر حصّہ اُس سے ناخوش ہو جیسا کہ آج کل ۱۹۰۸ء میں گورنمنٹ انگریزی جیسی منصف اور مدبر اور قانونی سلطنت سے بنگالی اور مرہٹے اظہار ناخوشی کر رہے ہیں لیکن سلطان کی عام رعایا کی طرف سے کوئی ثبوت ناخوشی کا پیش نہیں کیا گیا۔ اور باقاعدہ عدالتوں میں نفاذ قانون کی کمی کو ہم تسلیم کرتے ہیں لیکن اُس کی تمام عدالتیں ایک قانون کی پابند تھیں۔ گو وہ قانون قانون زمانہ حال سلطنت کی طرح وسیع نہ ہو۔ اور یہ اس وقت کے مقتضیات میں سے ہے۔ چنانچہ آزیبل ایسٹ انڈیا کمپنی کی ابتدائی عدالتیں بھی قانون کے لحاظ سے مکمل نہ تھیں۔ باایں ہمہ ٹیپو سلطان کی عدالتوں میں دوسرے والیان ملک کے مقابلہ میں یقیناً انصاف زیادہ ہوتا تھا۔ اور سلطان عمّال کی نگرانی بھی بدرجۂ اتم کرتا تھا۔ بورنگ صاحب سلطان کی اُس رعایا کا حال نہیں لکھتے جو (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۵)

اپنے افسروں پر اعتماد نہ تھا۔ اُن کے زن و فرزند سرینگ پٹن میں رہتے تھے۔ اُن کی ڈیوڑھیوں پر جاسوس مقرر کر رکھے تھے کہ ہر آنے جانے والے کی خبر معلوم ہوتی رہے ؁

صاحب موصوف رقمطراز ہیں کہ

"سلطان نہایت سخت مزاج تھا۔ وہ انسان کے قتل میں کچھ خوف نہ کرتا تھا۔ نرگوند۔ کے محاصرہ کے متعلق سلطان نے ایک خط میں لکھا ہے کہ :-

اگر اسی امر پر مجبوری ہے کہ قلعہ پر حملہ ہی کیا جاوے تو ایسی حالت میں قلعہ کے اندر کا کوئی جاندار یعنی مرد عورتیں بوڑھے جوان بچے کتے بلیاں اور جو کچھ ہو زندہ نہ چھوڑا جائے کال پنڈت کی البتہ جان بخشی کی جائے[1]" ؁

(بقیہ نوٹ صفحہ) مارے ڈر کے عمال کی شکایت نہ کر سکتی تھی۔ اور یوں تو ہر جگہ کی رعایا عمال سے ڈرتی اور حتے الامکان اُن کی سختیوں کا استغاثہ نہیں کرتی کیا اس نہایت انصاف اور امن و امان کے زمانے میں ایسی مثالیں موجود نہیں اب رہی افسروں کی تفتیش یہ سلطان کے انتہاے حزم کی دلیل ہے۔ چنانچہ خود گورنمنٹ انگریزی اب تک اس حزم کو بدرجۂ غایت پورا کر رہی ہے۔ اور پولیس اور خفیہ پولیس اور پولٹیکل ڈپارٹمنٹ میں ایسی کثیر مثالیں موجود ہیں ؁

[1] بورنگ صاحب اس تحریر کو بلا تکلف سلطان کی تحریر مانتے ہیں۔ لیکن جب تک وہ اُس کی ثابت نہ کر سکیں اُس کا صحیح مان لینا دشوار ہے اور (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۶)

ایک اَور خط میں سلطان نے کُورگ کے ایک افسر کو لکھا ہے :۔

تم کورگ کے لوگوں پر ایک عام حملہ کرو۔ اور سب کو تہ تیغ کر ڈالو یا اسیر کر لو اور مقتولوں اور اسیروں کو مع زن و بچہ کے مسلمان کر لو[1]

اس کے بعد کنارا (کنڑہ) کے بلوہ کے متعلق سلطان نے بدرالزمان کو لکھا کہ :۔

"دس سال ہوئے اُس ضلع کے درختوں میں پندرہ ہزار آدمی کو لٹکا کر پھانسی دی گئی تھی۔ اُس وقت سے یہ درخت اَور زیادہ آدمیوں کا انتظار کر رہے ہیں۔ لہٰذا اس بلوہ کے سرغناؤں کو

(بقیہ نوٹ صفحہ) ایک سنجیدہ بادشاہ کی نسبت یہ خیال کرنا کہ وہ کتّے بلّیوں تک پر غصہ ظاہر کرتا ہے۔ لیکن ایسی غضبناک حالت میں بھی وہ کال پنڈت کی جان بخشی کا خواہاں ہے۔ قیاس کو اس کے صحیح مان لینے سے اُسکے جھوٹ قرار دینے پر زیادہ استوار کرتا ہے۔

[1] کورگ کے لوگ وہی ہیں جنہوں نے پے در پے نمک حرامی سے کام لیا۔ اور سات مرتبہ سلطان کی فوجوں کو لوٹا جس کا ذکر اس سے پہلے ہو چکا ہے جس پر سلطان نے اُن کو متنبہ کر دیا تھا کہ اب اگر پھر تم ایسا کروگے تو تمہارے ساتھ یہ برتاؤ کیا جائیگا۔ پس ممکن ہے کہ سلطان نے مجبور ہو کر یہ خط اپنے افسر کو لکھا ہو۔ اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ سلطان نے مقتولوں کی نسبت مسلمان کرنے کا کیوں حکم دیا۔ کیا وہ پھر زندہ ہو سکتے تھے یا بورنگ صاحب نے عبارت کے سمجھنے میں غلطی کی ہے۔

انہیں درختوں میں لٹکا کر پھانسی دیدو[1]۔

صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ کالی کٹ کے چند قزاقوں کی نسبت سلطان نے ارشد بیگ خاں کو لکھا ہے کہ اس بغاوت اور بدمعاشی کے بانی مبانی جو لوگ مارے گئے وہ تو مارے گئے لیکن اس کی کوئی وجہ نہیں کہ باقی سرغنہ گرفتار ہونے پر قتل نہ کئے جائیں۔ اُن کی مناسب سزا یہی ہے کہ تم حسب قاعدہ ان سب کو خواہ وہ گورے ہوں یا کالے سرینگ پٹن بھیج دو[2]۔

[1] اس خط میں اس کی کیا ضرورت تھی کہ سلطان دس برس پہلے پندرہ ہزار آدمیوں کو پھانسی دینا اپنی نسبت تسلیم کرے۔ اور کیا اس کے علم میں وہ درخت باقی تھے جن میں پندرہ ہزار آدمی لٹکا کر پھانسی دئے گئے۔ اور اس خصوصیت کی کیا ضرورت تھی کہ انہیں درختوں میں پھانسی دی جائے۔ پس ہم تو بیچارے سلطان کی نسبت ایسی باتوں کو یاروں کی من گھڑت خیال کرتے ہیں جو دور کے معنی نکالنے کو بنائی گئی ہیں۔

[2] کوئی بادشاہ بغاوت کے سرغناؤں کی پرورش نہیں کرتا۔ اس لیے اگر سلطان نے اپنے باغی سرغناؤں کو قتل کرا دیا تو کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔ اس حالت میں بھی وہ قاعدہ محفوظ رکھنا چاہتا ہے جو وہ بقیہ سرغناؤں کو حسب قاعدہ طلب کرتا ہے۔ اور سرینگ پٹن میں ان کا طلب کیا جانا محض اس لئے سمجھا جا سکتا ہے کہ ان کی تحقیقات کی جائے۔ ورنہ اناپ شناپ حکم دینا ہوتا تو لکھتا کہ وہیں قتل کر دئے جائیں۔ اسی طرح وہ کالے گورے کی تفریق نہ کر سکتا تھا۔ اُس کے نزدیک گورے اور کالے دونو ایک قسم کے مجرم اور ایک سزا کے مستحق تھے۔

بورنگ[1] صاحب فرماتے ہیں کہ سلطان کے انتقام طلب مزاج کو دیکھ کر طبیعت میں ایک غصہ پیدا ہوتا ہے لیکن جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ سلطان اپنے قیدیوں کے ساتھ کیسا سلوک کرتا تھا تو اس غصہ میں اَور بھی زیادتی ہوجاتی ہے۔ ٹیپو سلطان کو اپنے قیدیوں کے سر قلم کر دینے میں کوئی دریغ نہ تھا۔ یا اُن کو پھانسی دیدینے یا زہر دے دینے میں اُس کو کوئی پس وپیش نہ ہوتا تھا۔ انگریز قیدی اُس کے تیرِ انتقام کا نشانہ بنائے جاتے تھے منگلور کے صلحنامہ کے بعد اُس نے بہت سے انگریزوں کو جو اُس کے پاس قید تھے رہا نہ کیا۔ اِن میں سے بہت سے خوب صورت لڑکوں کے ختنے کرا دئیے۔ اور جو لڑکیاں اضلاع کارومنڈل سے پکڑی ہوئی آئی تھیں۔ اُن کے ساتھ بلاامتیاز شادی کر دی۔ پھر یہ نوجوان یا تو فوج میں بھرتی ہو گئے۔ یا سلطان

[1] بورنگ صاحب کا غصہ کرنا بجا ہے۔ اور ہر انگریز غصہ کر سکتا ہے۔ لیکن ایک مؤرّخ کو ناجائز حملہ زیب نہیں دیتا۔ اور اس قسم کے انتقام اُس وقت کی ضرورتوں سے متعلق خیال کئے جا سکتے ہیں۔ چنانچہ آگے چل کر خود قبول کرتے ہیں کہ وہ زمانہ ہی وحشیانہ تھا اور مجرموں کو عموماً نہایت سخت سزائیں دی جاتی تھیں اور ٹیپو سلطان کی پرایوٹ لائف سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ پکا دیندار مسلمان تھا۔ اس کو کھیل کود کی فرصت نہ تھی اور نہ وہ عیاش مزاج تھا۔ نہ اُس کے یہاں کوئی کنچن خانہ تھا۔ جہاں ناچ گانے کی تعلیم ہوتی۔ اس لئے خوب صورت لڑکوں کو ناچ گانے کی تعلیم دیا جانا تسلیم نہیں کر سکتے۔ ہاں وہ بطور خود عیاش سوسائٹی میں پڑ گئے ہوں۔ تو یہ دوسری بات ہے۔

کی تفریح کے لئے اُن کو ناچنا گانا سکھایا گیا +

بورنگ صاحب لکھتے ہیں کہ ٹیپو سلطان کے وقت میں سولی کا رواج پھر جاری ہو گیا تھا۔ چنانچہ بدنور میں مجھے وہ پہاڑی دکھائی گئی جہاں سولی دی جاتی تھی۔ پتھر میں دو سوراخ اب تک موجود ہیں جن میں شہتیر کھڑے کئے جاتے تھے۔ اس شہتیر میں پہلے مجرم کو کیلوں سے جڑ دیا جاتا تھا پھر وہی شہتیر مع مجرم کے اس سوراخ میں سیدھا کھڑا کر دیا جاتا تھا تاکہ دیکھنے والوں کو عبرت ہو۔ اس قسم کی سزا آئیری کے راجہ کے زمانہ میں جاری تھی +

یہاں بورنگ صاحب ٹیپو سلطان پر مہربان ہوتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ یہ بات انصاف کی نہیں کہ ایسے شدائد کو جو اُس زمانہ کا عام دستور تھا صرف ٹیپو سلطان سے منسوب کیا جائے +

اُس زمانہ میں یہ بھی دستور تھا کہ سازشی مجرم لوہے کے پنجرے میں بند کئے جاتے تھے۔ مجرم کو کاٹھ کے گھوڑے پر چڑھاتے تھے جسکی کاٹھی لوہے کی ہوتی تھی اور اس کاٹھی پر نوکیلی کیلیں جڑی ہوتی تھیں۔ پھر ایک کمانی دبا دی جاتی تھی جس سے یہ کیلیں بدبخت سوار کے جسم میں گھس جاتی تھیں۔ سزا کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ مجرم کے ہاتھ نہایت سخت باندھ دئے جاتے تھے اور پھر اُسکو ہاتھی کے پاؤں سے باندھ دیتے تھے اور ہاتھی آگے بڑھایا جاتا تھا۔ یہ مجرم پیچھے گھسٹتا جاتا تھا اور بڑی اذیت سے جان نکلتی تھی۔ بعض مجرموں کو بیرحمی سے شیر کے کٹہرے میں ڈال دیا جاتا تھا۔ ان کو شیر چیر پھاڑ کر کھا لیتا تھا۔ کہتے ہیں کہ سلطان کے بعض افسر اسی موت مارے گئے ہیں +

ٹیپو سلطان کی بہت سی تصویریں موجود ہیں۔ بعض تصویروں میں سلطان کو زیادہ خوب صورت بنا کر دکھایا گیا ہے۔

ہم نے حملات حیدری میں چھپی ہوئی تصویر کو زیادہ صحیح پایا ہے۔ ... . اور حیدر آباد سے آئی ہوئی ایک تصویر سے اُس کو مطابق کیا تو اُس کے خط و خال کو زیادہ درست پایا ہے۔

اُس کے چہرہ سے تمکنت ظاہر ہوتی ہے۔ ناک خمدار۔ آنکھیں بڑی بڑی ہیں۔ گردن چھوٹی لیکن فربہ اور جسم دُہرا دکھایا گیا ہے۔ سلطان داڑھی منڈایا کرتا تھا لیکن اپنے باپ کی طرح مونچھوں اور بھووں کا صفایا نہ کراتا تھا۔

سلطان ایسا کامل الحیا تھا کہ سوائے اس کے پاؤں اور گھٹنوں اور کلائیوں کے اُس کے جسم کو کبھی کسی نے برہنہ نہیں دیکھا۔ حمام میں بھی وہ اپنے تمام جسم کو چھپائے رکھتا تھا۔ اور اسی حیا کی وجہ سے اس کا نہایت سخت حکم تھا کہ کوئی عورت سر اور سینہ کھول کر نہ نکلے۔ مغربی ساحل کی عورتیں عموماً اوپر کا جسم نہ چھپاتی تھیں۔ بلکہ اوپر کا جسم چھپانے کو معیوب جانتی تھیں۔ چنانچہ آین گدی کی رانی نے ایک عورت کی چھاتی اس قصور میں کٹوا دی تھی کہ اُس نے عام رسم کے خلاف کیوں اپنے اوپر کے جسم کو چھپایا۔ یہاں سلطان نے فرمان جاری کیا تھا کہ کوئی عورت سینہ کھول کر نہ نکلے۔

ٹیپو سلطان پکے دیندار مسلمانوں کی طرح سادہ لباس پہنتا تھا۔ اور اپنے ماتحت لوگوں سے بھی اس وضع کی پابندی کرانا چاہتا تھا۔ لیکن سفر میں جاتا تو زردوزی کوٹ پہنتا جس پر شیر کی سی دھاریاں پڑی ہوتیں۔ سلطان اپنی دستار پر اور اپنے گلے میں سفید رومال باندھے رہتا۔ آخر ایام میں سبز دستار استعمال کرتا تھا۔

سلطان کے اسلحہ پر "اسد اللہ الغالب" کندہ ہوتا۔

ٹیپو سلطان کا تخت اُس کی سلطنت کا سرمایۂ فخر تھا۔ اُس کے تخت کو پورے قد کے طلائی شیر کے سر سے زینت تھی۔ تخت کے نیچے کی اُبھری ہوئی کور میں جس تک چاندی کی سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں مرصع شیروں کے طلائی سر بنے ہوئے تھے۔ اور اوپر ایک ہُما معلّق تھا جس کے خوش نما بازوؤں پر ہیرے لعل زمرد جڑے ہوئے تھے۔ یہ ہُما سلطان پر سایہ افگن رہتا تھا۔ نمگیرہ کے اوپر جس میں موتیوں کی جھالر لگی ہوئی تھی سات فٹ اونچی طلائی چوب پر یہ ہُما نصب تھا۔

اب ٹیپو سلطان کا یہ شاہی تخت اور یہ مرصع ہُما ونڈسر کیسل میں محفوظ ہے۔ جو بزمانۂ ایسٹ انڈیا کمپنی علیا حضرت ملکۂ معظمہ کوئین وکٹوریہ کو بطور تحفہ و علامت فتح کے بھیجا گیا تھا۔ سلطان عبدالعزیز خاں فرمانروائے ترکی جب لندن تشریف لے گئے ہیں تو اُن کے لئے یہی تخت آراستہ کیا گیا تھا اور سلطان موصوف قیام لندن تک اسی تخت پر بیٹھا کرتے تھے۔

سلطان کی دوسری یادگاروں میں اُس کے خیمہ کا ایک حصّہ چاندی

کی چوبیں۔ ہاتھی دانت کی کرسیاں۔ ہاتھیوں اور گھوڑوں کے زیور ایک پالکی۔ دو مرصّع توپیں۔ انواع واقسام کے اسلحہ ہیں۔ ان میں ایک شمشیر اور سپر بھی ہے جو محاصرہ میں اُس کے جسم پر پائی گئی تھی۔ اور ایک لاثانی قرآن مجید کا وہ نسخہ بھی شامل ہے جو پہلے شاہنشاہ اورنگزیب کے پاس تھا۔ پھر ٹیپو سلطان کے ہاتھ لگا۔ یہ قرآن نوّے ہزار روپے کی لاگت کا بیان کیا جاتا ہے۔ نہایت ہی نفیس خط نسخ سے لکھا۔ اور نہایت ہی اعلےٰ درجے کے نقش ونگار طلائی سے مزیّن ہے۔ اور یہ سب چیزیں لندن کے قلعہ ونڈسر کیسل میں رکھی ہوئی ہیں +

سرینگ پٹن کے پہلے محاصرہ کے بعد سے سلطان نے پلنگ پر لیٹنا چھوڑ دیا تھا۔ ٹاٹ پر سویا کرتا تھا۔ اکثر نماز اور ورد وظائف میں مشغول رہتا۔ کھانا کھاتے وقت کوئی مذہبی کتاب پڑھوا کر سنتا۔ اُس کی زبان پر کبھی کوئی فحش لفظ جاری نہ ہوتا۔ اکثر مذہبی۔ اخلاقی۔ علمی۔ حربی۔ تجارتی یا اور ایسے ہی مطالب پر گفتگو کرنے کا اس کو شوق تھا۔ اس کی زبان سے اکثر عاقلانہ اور حکیمانہ جملے نکلتے تھے۔ وہ فوجی معاملات میں بڑا ہوشیار اور چالاک تھا۔ لیکن اپنے افسروں پر بہت کم اعتبار کرتا تھا۔ اسی لئے اکثر اس کو مغالطے ہو جاتے تھے۔ اور آخر میں یہی سبب اس کی بربادی کا ہوا تھا +

سلطان کی فوج نے سلطان سے کبھی بیوفائی نہیں کی جس پر وہ ہمیشہ مہربانی کرتا رہتا تھا +

سلطان کا نام اُس کے مذہبی جوش کی وجہ سے جنوبی ہندوستان کے

مسلمانوں میں بڑی عزت کے ساتھ مدتوں یادگار رہا۔ اور اب بھی اس کی عزت برائے نام برقرار ہے ٭

۱۲۱۳ھ ہجری مطابق ۱۷۹۹ء میں ٹیپو سلطان حالت محاصرہ انگریزی میں شہید ہوا۔ اس کا مادۂ تاریخ یہ ہے ؎

نسل حیدر شہید اکبر شد

اب ہم یہ مقدمہ ختم کرتے ہیں۔ ناظرین آیندہ تفصیلی واقعات ملاحظہ کریں ٭

اس کتاب کا ماخذ

(۱) کارنامۂ حیدری۔ اس کو پہلے مولوی عبدالرحیم نے جو انگریزی فارسی عربی کے ماہر تھے شاہزادہ محمد سلطان عرف غلام محمد ابن ٹیپو سلطان کے نام پر فارسی میں لکھا۔ اس کا ترجمہ شیخ احمد علی گوپاموی نے اُردو میں کیا اور حملات حیدری نام رکھا۔ یہ کتاب ۱۲۶۳ھ یا ۱۸۴۷ء میں لکھی گئی جس کی زبان اُس وقت کی ہے۔ اب اس کو پسند نہیں کیا جاتا۔ اس میں ان کتابوں سے مدد لی گئی ہے:۔

(۲) ہسٹری آف حیدر علی خاں جو موشیر ڈلت نے دو جلدوں میں لکھی اور ۱۸۴۲ء میں بمقام لندن چھاپی گئی۔ اس کا مصنف نواب حیدر علی خاں کی فوج میں دس ہزار سپاہ کا افسر تھا۔

(۳) برٹش ملیٹری بیاگرفی جس میں بہادران انگریزی وابستہ لشکر کے حالات ہیں ۱۸۴۲ء میں بمقام لندن طبع ہوئی۔

(۴) آتھنٹک مایرس آف ٹیپو سلطان مطبوعہ کلکتہ ۱۸۲۰ء۔

(۵) مارکویس ولیزلیس ڈسپاچیز مطبوعہ لندن ۱۸۳۶ء۔

(۶) ایسٹ انڈیا گزٹیر مطبوعہ لندن ۱۸۲۸ء مرتبۂ والٹر ہملٹن۔

(۷) اسکرس کپتویتی یعنی اسکر کی اسیری کے حالات عہد نواب حیدر علی خاں و ٹیپو سلطان۔

(۸) بطنس ڈایری جس میں کرنل بطنس نے جنگ ٹیپو سلطان کے چشم دید حالات لکھے ہیں *

(۹) جنرل نیول اینڈ ملٹری میگزین جو جہازی اور فوجی روزنامچہ ہے۔

(۱۰) ہسٹوریکل اسکیچ آف سوتھ انڈیا جو دکن کا تاریخی نقشہ ہے۔

(۱۱) کتاب فتوحات حیدری جو لالہ کھیم نراین نے لکھی۔

(۱۲) کتاب نشان حیدری جو میر حسین علی کرمانی نے ۱۲۱۷ھ ہجری میں لکھی *

(۱۳) جارجنامہ تصنیف ملا فیروز۔

(۱۴) تواریخ حمید خانی۔ جو منشی حمید خاں میر منشی جنرل مارکویس کارنواس صاحب بہادر سپہ سالار مہم دکن کی یادگار ہے۔

ہم نے مشرقی تاریخوں میں سب سے زیادہ نشان حیدری کا اعتبار کیا۔ کیونکہ اس کے مؤلف کو ٹیپو سلطان کی سرکار سے خاص تعلق رہا تھا اُس کے علاوہ لیون۔ بی۔ بورنگ صاحب سی۔ ایس۔ آئی چیف کمشنر سابق میسور کی تاریخ حیدر علی و ٹیپو سلطان کی دو جلدوں سے تدقیق مزید کی گئی۔ ان سب پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انگریزی مصنفوں نے اپنی قوم اور اپنی مصلحتوں کا لحاظ کر کے نتایج پیدا کئے ہیں۔ اور ہندو اور مسلمان مؤرخوں نے واقعات کے بیان کرنے میں حق تاریخ ادا کیا ہے۔ ناظرین کو دونو کے فیصلہ میں بڑی ژرف نگاہی سے کام لینا چاہیئے *

معذرت

واضح ہو کہ ۱۷۶۰ء کے بعد سے نواب حیدر علی خاں کی فتوحات نے جلد جلد ترقی کرنا شروع کی۔ پھر ۱۷۹۹ء میں اُس کے بیٹے ٹیپو سلطان پر اس جوشش حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ قریب چالیس برس میں باپ بیٹوں کی فتوحات تاریخی نے دفتر کے دفتر لکھے جانے کی گنجایش پیدا کر دی لیکن اُن کے بعد انگریزی دَور میں اُن کے تاریخی حالات مدوّن ہونے پر خاص توجہ کی گئی۔ اور انگلش۔ فرانسیس۔ ہندو۔ مسلمان سب نے اُن حالات کے قلمبند کرنے میں دلچسپی ظاہر کی۔ لیکن فرانسیسوں کی تاریخوں سے ہم ناواقف ہیں۔ اور انگریزی کاغذات سے جو مواد تدوین تاریخ کی صورت میں لایا گیا ہے اُس میں فرانسیسوں کے اُن حالات کو جن سے درمیان فرانسیس اور انگریزوں کے بد دلی اور ناراضی کی تحریک پیدا ہوتی ہو بالکل قلم انداز کر دیا گیا ہے۔ اور جو واقعات پیشوایان پونا اور نظام حیدرآباد سے متعلق تھے اُن کو بھی مصلحت کی حد سے باہر نہیں دکھایا گیا۔ اور نواب حیدر علی خاں اور ٹیپو سلطان کے واقعات بیان کرنے میں یا تو ایسے اجمال سے کام لیا گیا ہے جو پورے طور سے وہ واقعات روشنی میں نہیں آنے یا چند واقعات کو ایک جگہ ملا کر اپنے مفید مطلب کوئی مشترک نتیجہ پیدا کیا گیا ہے جس سے یکے بعد دیگرے

ترتیب قایم نہیں رہتی۔ اور نیز عام نگاہوں میں حیدر علی یا ٹیپو سلطان کی عظمت قایم نہیں رہتی۔ اور اُن کو متعصب۔ جلاد۔ سفاک ثابت کرنے میں استدلال کی خاص شان اختیار کی گئی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنکے واقعات ظاہر کرنے کو تاریخ نہیں لکھی گئی۔ بلکہ تاریخ کا ایک خاص اثر پیدا کرنے کے لئے وہ واقعات فراہم کئے گئے ہیں۔ حالانکہ اب تک جنوبی ہندوستان کی عام قومیں اُن کے حالات کو مفاخرت سے بیان کرتیں اور دلچسپی سے پڑھتیں اور کان لگا کر سنتی ہیں۔ اور ہندو مورخوں نے بھی اُنکو تعریف و تعظیم سے یاد کیا ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مشرقی تاریخوں میں بھی بعض واقعات کی تقدیم و تاخیر پر لحاظ نہیں ہوا۔ جیسا کہ حملات حیدری میں سنہ کے واقعات سنہ کے بعد بیان ہوئے ہیں۔ اس کا سبب یہی ہے کہ ان کا ماخذ زیادہ تر انگریزی کاغذات ہیں جن میں ترتیب کا سلسلہ درست نہیں۔ اور دوسروں کے واقعات لکھنے میں جو انگریزوں سے متعلق نہیں۔ انگریزی مورخوں نے ترتیب تدوین کو ضروری نہیں سمجھا۔

ایسی حالت میں اگر ہم کسی اجمال کی تفصیل نہ کر سکیں یا ہماری نگاہ تقدیم و تاخیر کی تنقید سے چوک جائے تو قابل معافی ہیں +

شجرہ ہائے نسب

ہم کتاب شروع کرنے سے پہلے ٹیپو سلطان۔ راجگان میسور۔ نظام حیدر آباد۔ ارکاٹ کے نوابوں۔ پیشوا کے خاندان کے پانچ شجرے پیش کرتے ہیں۔ تاکہ اجمالاً اسوقت تک ہر خاندان سے واقفیت ہو جائے۔ اور جو نام جس واقع کے متعلق ہے۔ اس کے تلاش کرنے میں ناظرین کو دقت نہ پڑے ؎

نواب حیدر علیخاں بہادر اور ٹیپو سلطان کا شجرہ

حسب تحقیق لیون۔بی۔بورنگ صاحب چیف کمشنر میسور

محمد بہلول

- ۱ علی محمد یا علی غلام دوست محمد جس کے ساتھ سید پارسا منشی کی دختر کی شادی ہوئی وفات ۱۶۹۷ء
  - ۱ فتح محمد عرف فتح علی یا شجاع صاحب وفات ۱۷۲۴ء جس کی مجیدہ بیگم دختر میر اکبر علیخاں سے شادی ہوئی
    - ۱ حیدر علیخاں ۱۷۱۶ء یا ۱۷۲۲ء میں پیدا ہوا (۱) فخرالنساء دختر معین الدین سے شادی ہوئی (۲) مخدوم صاحب کی دختر سے شادی ہوئی ۱۷۸۲ء میں انتقال ہوا
      - ۱ کریم شاہ یا صفدر شکوہ
        - ۱ امام بخش ۔ ۱ پسر
        - ۲ غلام علی ۳ پسر ۱ دختر
      - ۲ ٹیپو سلطان یا فتح علیخاں ۱۷۵۰ء میں پیدا ہوا۔ ۱۷۸۲ء لغایت ۱۷۹۹ء حکمران رہا
        - ۱ احمد سلطان وفات ۱۲۲۹ھ تین دختر
        - ۲ محمد سلطان یا غلام محمد وفات ۱۲۶۶ھ ۹ پسر ۷ دختر
        - ۳ منیر الدین سلطان وفات ۱۲۵۵ھ ۱ پسر ۲ دختر
        - ۴ جامع الدین سلطان وفات ۱۲۵۵ھ ۱ پسر
        - ۵ سرور الدین سلطان وفات ۱۲۲۹ھ ۲ دختر
        - ۶ شکر اللہ سلطان وفات ۱۲۳۳ھ ۲ پسر ۳ دختر
        - ۷ محمد سبحان سلطان وفات ۱۲۶۱ھ ۵ پسر ۶ دختر
        - ۸ محمد یٰسین سلطان وفات ۱۲۷۹ھ ۶ پسر ۶ دختر
        - ۹ معز الدین سلطان وفات ۱۲۳۳ھ ۱ پسر ۲ دختر
        - ۱۰ محی الدین سلطان یا دشاہ وفات ۱۲۲۶ھ ۲ پسر ۲ دختر
        - ۱۱ عبد الخالق سلطان وفات ۱۲۲۲ھ ۲ پسر
        - ۱۲ فتح حیدر یا حیدر علی سلطان وفات ۱۲۳۲ھ

        ۷ پسر ۱۴ دختر

        ان کے علاوہ ٹیپو سلطان کی ایک لڑکی تھی جو نواب حیدر حسین خاں سے بیاہی گئی۔
    - ۲ ولی محمد خورد سالی میں انتقال کر گیا
    - ۳ شہباز خاں یا اسمٰعیل
      - قادر صاحب
  - ۲ محمد امام
  - ۳ محمد
  - ۴ محمد الیاس
    - حیدر صاحب
- ۲ ولی محمد

میسور کے راجاؤں کا شجرہ

حسب تحقیق لیون۔بی۔بورنگ صاحب چیف کمشنر

وجیراج ۱۳۹۹ء

راج ودیار ۱۵۷۸ء۔ ۱۶۱۷ء

چکادیوراج یا دیوراج خورد ۱۶۷۱ء۔ ۱۷۰۴ء

کنٹی راے ۱۷۰۴ء تا ۱۷۱۶ء۔ گونگا راجہ

دودکرشن راج یا کرشن راج کلاں ۱۷۱۶ء تا ۱۷۳۳ء

چام راج متبنےٰ ۱۷۳۳ء تا ۱۷۳۶ء۔ قید میں مرا

چکاکرشن راج یا کرشن راج خورد متبنےٰ ۱۷۳۶ء تا ۱۷۶۶ء

چام راج کاروہلی والہ متبنےٰ جس کو حیدر علی نے منتخب کیا تھا ۱۷۷۶ء تا ۱۷۹۶ء۔

چام راج ۱۷۷۱ء تا ۱۷۷۶ء

تیجراج ۱۷۶۶ء۔ ۱۷۷۱ء دم گھونٹ کر مارا گیا

ممادی کرشن راج یا کرشن راج سوم ۱۷۹۹ء۔ ۱۸۶۸ء

متعلق شجرۂ میسور

میسور پہلے کوئی بڑی ریاست نہ تھی۔ وجیراج مع اپنے بھائی کرشن راج کے دوارکا سے چل کر میسور پہنچا۔ اور میسور کے راجہ کی لڑکی سے شادی کی اور فتوحات کے ذریعہ سے دوسروں کے مقبوضات کو میسور میں شریک کرتا رہا۔ دو سو برس تک اُس کی اولاد ایک چھوٹے رئیس کی طرح حکمران رہی۔ ۱۶۱۰ء میں راج وڈیر نے جو وجیراج سے ساتویں پشت میں تھا جہانگیر کی زوال پذیر بادشاہت سے فایدہ اُٹھایا۔ جس کا میسور برائے نام فرمانبردار تھا۔ اور سرنگاپٹم کے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور اُس کو پایہ تخت بنایا۔ پھر اُس کے جانشینوں نے ملک کو بڑھانا شروع کیا +

چکا دیو راج نے مغل شاہنشاہ اورنگ زیب کو راضی رکھنے کے لئے ۱۶۹۹ء میں ایک سفیر روانہ کیا۔ اورنگ زیب نے راجہ کو جگندیو کا خطاب عنایت کیا اور ہاتھی دانت کا ایک سنگاسن مرحمت ہوا جس پر میسور میں گدی نشینی کے وقت راجہ مفاخرت سے بیٹھتے تھے۔ اس نسل کا چکا کرشن راج پر خاتمہ ہو گیا۔ اس کے بعد کے راجہ کاٹھ کی پتلی رہ گئے جن کو سلطنت کے سر برآوردہ لوگ اپنی مرضی کے موافق گدی نشین کرتے یا گدی سے اُتار دیتے تھے +

نظام حیدرآباد کا شجرہ

حسب تحقیق لیون-بی-بورنگ چیف کمشنر میسور

خواجہ احمد قلیج خاں گورنر گجرات

میر شہاب الدین یا غازی الدین خاں گورنر گجرات

میر قمر الدین خاں نظام اول

- میر غازی الدین
  مسٹ نواب بلونی
- میر محمد ناصر جنگ
  نظام دوم
  ۱۷۴۸ء سے
  ۱۷۵۰ء
- میر آصف الدولہ
  صلابت جنگ
  نظام چہارم
  ۱۷۵۱ء سے
  ۱۷۶۱ء
- میر شجاع الملک
  بصالت
  جنگ
- میر نظام علیخاں نظام پنجم
  سنہ ۱۷۶۱ء لغایت
  سنہ ۱۸۰۳ء
  - میر احمد علیخاں
    عالیجاہ
  - میر اکبر علی خاں
    سکندر جاہ
    نظام ششم
    ۱۸۰۳ء لغایت
    سنہ ۱۸۲۸ء
  - میر سبحان علی خاں
    فریدوں جاہ
    پنج پسران
- میر ناصر الملک
  مغل علیخاں
- دختر
  - ہدایت محی الدین
    مظفر جنگ نظام سوم
    سنہ ۱۷۵۰ء تا سنہ ۱۷۵۱ء

ارکاٹ کے نوابوں کا شجرہ

حسب تحقیق لیون۔بی۔بورنگ چیف کمشنر میسور

محمد سعید یا سعادت اللہ خاں لاولد
سنہ ۱۷۱۰ء لغایت سنہ ۱۷۳۲ء

دوست علی خاں برادرزادۂ نواب سعادت اللہ خاں
سنہ ۱۷۳۲ء لغایت سنہ ۱۷۴۰ء

- **صفدر علی خاں**
  سنہ ۱۷۴۰ء لغایت سنہ ۱۷۴۲ء
  قتل کیا گیا
  - **محمد سعید خاں**
    سنہ ۱۷۴۲ء لغایت سنہ ۱۷۴۳ء
    - **انورالدین خاں**
      سنہ ۱۷۴۳ء لغایت سنہ ۱۷۴۹ء
      - محفوظ خاں
      - والاجاہ محمد علی
        سنہ ۱۷۴۹ء لغایت سنہ ۱۷۹۵ء
        - * عمدۃ الامراء سنہ ۱۷۹۵ء لغایت سنہ ۱۸۰۱ء
      - عبدالوہاب خاں *
- **دختر**
  جس کی شادی حسین دوست خاں عرف چندا صاحب سے ہوئی

* یہ نام بورنگ صاحب کے شجرہ میں نہیں۔ دوسری جگہ سے لیا گیا۔

پونا کے پیشوا کے خاندان کا شجرہ

حسب تحقیق لیون۔بی بورنگ صاحب چیف کمشنر میسور

بالاجی وشوا ناتھ
سنہ ۱۷۱۴ء لغایت سنہ ۱۷۲۰ء

۱ باجی راؤ بلال
سنہ ۱۷۲۰ء لغایت سنہ ۱۷۴۰ء

۲ چمناجی

(اولاد باجی راؤ بلال)

بالاجی باجی راؤ
سنہ ۱۷۴۰ء لغایت سنہ ۱۷۶۱ء

۳ رگھوناتھ راؤ یا رگھوبا
سنہ ۱۷۷۳ء لغایت سنہ ۸۲ء

(اولاد بالاجی باجی راؤ)

وشواش راؤ
سنہ ۱۷۶۱ء
میں
پانی پت کی
جنگ میں
مارا گیا

۴ مادھوراؤ
سنہ ۱۷۶۱ء
لغایت
سنہ ۱۷۷۲ء

۵ نراین راؤ
سنہ ۱۷۷۲ء
لغایت
سنہ ۱۷۷۳ء
قتل کیا گیا

۷ مادھوراؤ
نراین
سنہ ۱۷۸۲ء
لغایت
سنہ ۱۷۹۵ء

۸ باجی راؤ
رگھوناتھ
سنہ ۱۷۹۵ء
لغایت
سنہ ۱۸۱۹ء
معزول کیا گیا

۹ دھونڈو پنتھ
نانا صاحب
متبنٰی
سنہ ۱۸۵۷ء کے
غدر میں باغی ہوا

ان پانچوں شجروں کے اسماء متعلقہ واقعات کے بعد تین اور سر برآوردہ مسلمان سردار ہے۔ جن کے نام جابجا مذکور ہونگے۔ نواب کڈاپہ۔ نواب کرنول نواب[1] شانور یا ساوانور[2]۔ ہندوؤں میں مراری[3] راؤ گھوڑ پار امرہٹہ گٹی پر حکمران تھا۔ اور یہ سب کم سے کم نظام کے ماتحت تھے۔

---

[1] لیون بی۔ بورنگ صاحب سی۔ ایس۔ آئی چیف کمشنر میسور لکھتے ہیں۔ پہلے دو خاندان تو اب معدوم ہو گئے ہیں۔ لیکن ساوانور کا نواب اب بھی ضلع دھاڑوار احاطۂ بمبئی میں ایک ریاست کا مالک ہے۔ جس میں ۲۵ موضع ہیں اور ۵۰۶۶۰ پونڈ مالگزاری ہے۔

[2] سندور کا راجہ اسی سردار کی اولاد میں ہے۔ سندور احاطہ مدراس ضلع لاری میں واقع ہے۔ اس ریاست کا رقبہ ۱۴۰ میل مربع ہے اور ۴۵۰۰ پونڈ آمدنی ہے۔ رامن درگ کا بلند مقام جہاں لوگ موسم گرما میں تبدیل آب و ہوا کے لئے جایا کرتے ہیں سندور ہی میں واقع ہے۔

نواب حیدر علی خاں کے آبائے عظام اور ابتدائے عروج کے حالات کا ترجمہ و اقتباس حسب تحریر نشان حیدری فارسی تا تولد حیدر علی خاں سنہ ۱۱۳۳ھ تک

دلّی کی سلطنت اور دکن کے حکمرانوں کا شہرۂ قدردانی و آوازۂ فیض رسائی دور دور تک پہنچا ہوا تھا۔ اور شرفا عرب کے ساتھ اُن کی عقیدت لازمۂ مذہب بن رہی تھی۔ اکثر الوالعزم طبیعتیں اُن کی جانب متوجہ ہونے کو اپنا ذریعہ کامیابی جانتی تھیں۔ اس لئے خیال کیا جاتا ہے۔ کہ ٹیپو سلطان کے اجداد والانہاد بھی جو قریشی النسب عرب تھے اپنے وطن سے چل کر پہلے دلّی پھر دلّی سے چل کر دکن میں پہنچے۔ اور قصبۂ کولار[۱] میں اقامت گزین ہوئے۔ وہ اس وقت میں زیادہ نامور نہ تھے جو تاریخوں میں اُن کے نام مذکور ہوتے۔ صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ قصبہ کولار

---

[۱] قصبہ کولار ریاست میسور میں واقع ہے۔ آج کل معدن طلا کی وجہ سے سرکار میسور کو اس سے نفع کثیر حاصل ہوتا ہے اور فی زماننا ریاست میسور اپنے حسن انتظام سے تمام ہندوستانی ریاستوں میں ضرب المثل ہو رہی ہے۔

میں رہتے اور عزت و احترام سے زندگی بسر کرتے تھے۔ بعض قضاء کے منصب پر سرافراز ہوئے۔ ان میں ایک شیخ ولی محمدؒ بھی تھے۔ جن سے سلسلۂ نسب شروع ہوتا ہے[1]۔

شیخ ولی محمدؒ

شیخ ولی محمدؒ زیارت بقاع متبرکہ کی نیت سے صوفیانہ لباس میں دلّی سے چل کر وارد گلبرگہ[2] ہوئے۔ محمد ابراہیم عادلشاہ کے فرزند سلطان محمود

[1] تاریخ لکھنے والے کے لئے یہ بات دشوار ہے کہ وہ اپنی قوم کے مقابلہ میں دوسری قوم کو اچھی آنکھوں سے دیکھے۔ یا ٹھنڈے دل سے دوسرے کی برتری پسند کرے خصوصاً اُس حالت میں کہ جب تاریخ سے اپنی قوم کی بات بنانا منظور ہو۔ اسی لئے حیدر علی اور ٹیپو سلطان کی تاریخ میں جو چالیس برس کے اندر پوری ہو جاتی ہے۔ مسلمان اور انگریزی مورخوں میں وہ اختلاف پایا جاتا ہے جو صرف قومی طرفداری کا خاصہ سمجھا جا سکتا ہے۔

لیون بی۔ بورنگ صاحب سی ایس آئی چیف کمشنر میسور اس بات کے بھی روادار نہیں۔ کہ اپنے قومی حریف ٹیپو سلطان کو قریشی النسب ثابت ہونے دیں صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ ہند یا دوسرے ملک میں جب کوئی شخص (دیکھو صفحہ ۴۸)

[2] گلبرگہ شاہان بہمنیہ کا پائے تخت تھا۔ پھر شاہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی فتوحات میں داخل ہوا۔ اب حضور نظام حیدر آباد خلد اللہ ملکہٗ کے (دیکھو صفحہ ۴۹)

حکمرانِ بیجاپور کا زمانہ تھا۔ یہاں پہنچ کر شاہ بندہ نواز گیسودراز کی عالیشان درگاہ کے قریب سکونت اختیار کی۔ اور عبادت۔ ریاضت۔ تلقین و ارشاد میں جو صوفیۂ کرام اور مشائخ عظام کا مسلک ہے مشغول ہوئے اور اپنے ہونہار فرزند محمد علی کو جو ساتھ لائے تھے علوم ظاہری و باطنی کی

(بقیہ نوٹ صفحہ ۴۷ سے) ایک تخت کا مالک ہو جاتا ہے تو اس کی عالی نسبی کا پتہ لگانے میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی۔ اور اسی لئے کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ کہ ہندوستانی مورخوں نے حیدر علی کے نسب کو مشہور خاندان قریش سے ملا دیا ہو۔ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ حیدر علی کے اجداد میں ایک شخص "حسن" نامی جو بیجاپور کو اپنا مورث کہتا تھا۔ بغداد سے چل کر اجمیر میں آیا۔ یہاں اُس کے ایک بیٹا پیدا ہوا۔ جس کا نام اُس نے ولی محمد رکھا۔ پھر وہ گلبرگہ کو چلا آیا۔ یہاں ولی محمد کے ایک فرزند تولد ہوا۔ اس کا نام علی محمد رکھا گیا۔ علی محمد آخر میں میسور کے مشرقی حصہ میں بمقام کولار چلا آیا۔ اور یہاں سکونت اختیار کی اور یہیں ۱۶۹۷ء میں انتقال کیا۔

(نوٹ) مسٹر ولکس اپنی تاریخ جنوبی ہندوستان میں لکھتے ہیں کہ حیدر علی کا پردادا محمد بہلول ایک مسلمان درویش تھا جو تلاش معاش میں پنجاب سے دکن کو آیا تھا اس کے دو بیٹے علی محمد اور ولی محمد اُس کے ہمراہ تھے۔ اور صوبہ حیدرآباد میں آلند کے مقام پر آباد ہوا۔ یہاں سے اُس کے بیٹے میسور میں بمقام سیرا چلے گئے اور گورنر کی ماتحتی میں نوکری کر لی۔ وہاں سے وہ کولار کو چلے آئے۔ یہاں علی محمد کا انتقال ہوا۔ تب اُس کے بیٹے فتح محمد کو ست داد کے خاندانی مکان سے نکال دیا۔

تحصیل میں مشغول کیا۔چند سال میں فضائل صوری ومعنوی سے آراستہ نظر آیا۔ جلوت نے خلوت چاہی۔ اور متولی درگاہ کی صاجزادی سے نکاح ہوگیا۔ زاں بعد شیخ ولی محمدؐ نے آخر عہد حکومت علی عادلشاہ میں بمقام گلبرگہ انتقال فرمایا۔ کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ یہیں شیخ محمد علی کے چار بیٹے پیدا ہوئے :۔ شیخ محمد الیاس۔ شیخ علی محمد عرف علی صاحب۔ شیخ محمد امام۔ شیخ فتح علی۔ شیخ محمد علی صاحب ایک مدت تک گلبرگہ میں اقامت گزین رہے۔ اپنے باپ ولی محمد کے بعد ان کا دل یہاں نہ لگا اور بی بی بچوں سمیت گلبرگہ سے روانہ ہوکر بیجاپور گئے۔اور محلہ مشائخ پورہ میں مقیم ہوئے۔یہاں ان کے سات سالے

(بقیہ نوٹ ۳۷) قلمرو میں داخل ہے۔صوبہ دار رہتا ہے۔حضرت شاہ بندہ نواز گیسو دراز کا سنگین مقبرہ ومزار مع درگاہ ومسجد نہایت مستحکم اور عالیشان عہد قدیم کا یادگار ہے۔شاہ بندہ نواز شاہ نصیر الدین چراغ دہلی کے خاص مریدوں میں ہیں۔ پہلے اس درگاہ میں ہر درجہ اور طبقہ کے لوگ نہایت عقیدت سے حاضر ہوتے تھے اب بھی ارباب دکن کو خاص دلچسپی ہے۔اور عام سیاح اس درگاہ کی زیارت کو جاتے ہیں نظام حیدرآباد کی طرف سے لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر مصارف درگاہ کے لئے مقرر ہے اور ہر سال بڑی دھوم سے عرس ہوتا ہے۔امراء وعہدہ داران سرکاری بھی شریک ہوتے ہیں۔ اور حضرت بندہ نواز کے احترام وتقدس سے گلبرگہ کو گلبرگہ شریف بولا جاتا ہے۔ گلبرگہ میں عہد قدیم کا مضبوط قلعہ ہے۔جواب گرتا جاتا ہے۔اس قلعہ میں شاہنشاہ اورنگ زیب کی بنوائی ہوئی نہایت عریض وطویل مسجد (دیکھو صفحہ ۴۰)

یعنی اُن کی بی بی کے سات بھائی "شیخ منہاج الدین سپہ سالار" والئے بیجاپور کی رفاقت میں رسالہ دار تھے۔ وہ شیخ محمد علی کے آنے اور بہن بھانجوں کے دیکھنے سے نہایت خوش ہوئے۔ اور بہن کو عید ہوگئی۔ لیکن وہ کیا جانتی تھی کہ آج جس گھر میں عید ہو رہی ہے کل محرم کی صورت نظر آئے گی۔ اور ساری خوشی غم سے مبدل ہو جائیگی۔ شادی خانہ عزاخانہ بن جائیگا حسرت و ارمان سر پیٹتے نکلیں گے۔ جن بھائیوں کو دیکھ کر دل کی اُمنگیں جوش آرزو بن کر نکل رہی ہیں وہ گریہ ماتم بن کر آنکھوں کو خون رلائیں گی۔ جن بچھڑے ہوئے بھائیوں کو خدا نے ایک مدت میں ملایا ہے وہ ایسے بچھڑیں گے کہ پھر قیامت تک نہ مل سکیں گے تفصیل اس کی یہ ہے :- کہ بادشاہ دہلی کی فوج جو بیجاپور کی سرکوبی کو آرہی تھی۔ اُس کے مدافعہ اور مقابلہ کے لئے والئے بیجاپور نے شیخ منہاج الدین سپہ سالار کو مامور کیا اور شیخ منہاج الدین نے ان ساتوں بھائیوں کو اپنے ساتھ لیا۔ جن کی رفاقت اور بہادری پر پورا بھروسہ رکھتا تھا۔ آگے بڑھ کر سواد گلبرگہ میں مقابلہ ہوا۔ اور بہت سخت لڑائی ہوئی۔ اور اتفاق سے یہ ساتوں کے ساتوں وہیں کام آئے منہاج الدین کو ان کے مارے جانے سے دلی صدمہ پہنچا۔ ایسے بہادر رفیق

(دیکھیو نوٹ صـ۳۹) ہے جس میں ہزاروں آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اس مسجد کے انجنیرنگ کو انگلش انجنیر بھی تعریف کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اعلیٰحضرت میر محبوب علی خاں بہادر فرمانروائے سلطنت آصفیہ حیدرآباد نے اس مسجد کی استرکاری کو از سرِ نو درست کرادیا ہے جواب بالکل نئی معلوم ہوتی ہے۔

کہاں ملتے ہیں۔ تمام فوج میں ان کی بہادری افسانہ ہوگئی۔ جو سنتا افسوس کرتا۔ بیجاپور میں اُن ساتوں بھائیوں کے مارے جانے کی خبر سے شیخ محمد علی کے گھر میں کہرام مچ گیا۔ غمزدہ بہن اپنے سات سورما بھائیوں کے مارے جانے پر سر پیٹنے لگی ؎

ساتَ بھائی جسکے مارے جائیں تیغ و تیر سے
ایسے دردِ لا دوا کو پوچھیئے ہمشیر سے
واہ کیا پاسِ نمک کا تھا جراحت میں مزا
لذتِ زخمِ جگر پوچھے کوئی شمشیر سے

سارا محلہ سوگوار خاتون کی ہمدردی کرتا تھا۔ لیکن اُس کو کسی بات سے تسکین نہ ہوتی تھی۔ گھر کے در و دیوار بھیانک معلوم ہوتے تھے۔ لاچار شیخ محمد علی صاحب اپنی بی بی اور تمام لواحقین کو لیکر بیجاپور سے روانہ ہو کر کرناٹک بالا گھاٹ ہوتے ہوئے قصبہ کولار میں پہنچے۔ جہاں پہلے بود و باش تھی۔ شاہ محمد[1] دکھنی نے جو صوبہ دار سرا کی طرف سے اس سرزمین کا حاکم تھا اگلی شناسائی کی وجہ سے شیخ محمد علی کو نہایت تعظیم سے لیا۔ اور ایک بڑا مکان اُن کے رہنے کے لئے مقرر کر دیا۔ بعد چندے جب اس کو شیخ محمد علی کے خصایل حمیدہ اور فضایل پسندیدہ پر اطلاع ہوئی۔ تو اُس نے

[1] معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت میں بھی شیخ محمد علی کے عزیز اور شناسا قصبہ کولار میں موجود تھے جن کی کشش سے شیخ نے وہاں جانے کا قصد کیا اور شیخ کو گلبرگہ اور بیجاپور سے زیادہ وہاں کی بود و باش پر دلچسپی اور امنیت کا بھروسہ تھا ✦

اپنے تمام کاروبار شیخ کے سپرد کر دئے اور سارا نظم و نسق شیخ کے اختیار سے
ہونے لگا۔ مدت مدید تک شیخ نے عزت و حرمت سے عمدہ طور پر گذران
کی ۱۰۹۰ ہجری میں شیخ محمدؐ علی کا انتقال ہوا۔ اِنّا لِلّٰہ و انّا الیہ راجعون۔ صاحب
کتاب حملات حیدری لکھتے ہیں کہ شیخ محمدؐ علی نے قصبہ کولار کے ایک معزز سید
پارسا کی لڑکی سے نکاح کیا۔ اس کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا اُس کا
نام فتح علی رکھا گیا۔ اور ایک لڑکی شیخ محمدؐ علی کے انتقال کے بعد پیدا ہوئی
فتح علی نے اپنے نانا کے گھر تعلیم و تربیت پائی۔ اس کے نانہالی سیادت
کی وجہ سے اُس کو میر فتح علی کہتے تھے +

شیخ الیاس[۱]۔ شیخ علی محمدؐ[۲]۔ شیخ امام[۳]۔ شیخ فتح محمدؐ[۴] یا میر فتح علی خاں

کولار میں جب شیخ محمدؐ علی کا انتقال ہوا۔ اُن کے چار بیٹے تھے۔ شیخ
الیاس۔ شیخ علی محمدؐ۔ شیخ امام۔ شیخ فتح محمدؐ۔ جب یہ سن تمیز کو پہنچے۔ اُنکو اپنی ترقیات
اور معاش خانہ داری کی فکر ہوئی۔ ان میں شیخ فتح محمدؐ کرناٹک (پایاں گھاٹ)
کی طرف چلے گئے۔ چندے ترپاملی میں ٹھیرے۔ پھر روانہ ارکاٹ ہوئے
وہاں ابراہیم خاں قلعہ دار کی وساطت سے نواب سعادت اللہ خاں صوبہ
دار سے ملاقات کی اور دو سو پیادہ اور پچاس سوار کی جمعداری پر مامور
ہوئے۔ محمدؐ الیاس نے فوجی ملازمت کو اپنی خاندانی مشیخت کے خلاف سمجھا
اور وہ پیرزادہ سید برہان الدین کی ملاقات کو تجاور چلے گئے۔ لیکن اپنی
بی بی اور اپنے چار دہ سالہ لڑکے حیدر صاحب کو وہیں کولار میں چھوڑ گئے۔

وہاں جاکر ۱۱۵۰ھ ہجری میں اُن کا انتقال ہوگیا۔ تب شیخ فتح محمدؒ نے پیرزادہ موصوف کو آرکاٹ میں طلب کرکے اُن کی لڑکی سے اپنا نکاح کر لیا۔ اور اپنی سالی سے اپنے چھوٹے بھائی امام صاحب کا نکاح کر دیا۔ اور دونو بھائی ارکاٹ میں رہنے لگے۔

بعد چندے حیدر صاحب بن شیخ محمدؒ الیاس کو راجہ میسور نے طلب کیا۔ اور وہ وہاں جاکر چار سو پیادہ اور ایک سو سوار کی افسری پر بہ لقب نایک[۱] مامور ہوگئے۔ اور ارکاٹ میں شیخ محمدؒ سے کئی کام عمدہ بن پڑے جس سے نواب سعادت اللہ خاں کے دل میں زیادہ گنجایش ہو گئی اور جنگ چینجی متعلق کرناٹک (پایاں گھاٹ) میں ایک خاص بہادری اور جان نثاری ظاہر ہوئی جس کی تفصیل یہ ہے کہ راجہ تیسنگ اور نواب سے مخالفت نے بڑھ کر مخاصمت کا درجہ حاصل کیا۔ وہ نواب کو خیال میں نہ لاتا تھا۔ اس لئے نواب نے ندی سکراتیرتھ کے اس کنارے چار پانچ ہزار سوار اور بارہ تیرہ ہزار پیدل صف بستہ کرکے اُس پر اپنا اثر ڈالنا چاہا۔ راجہ نے نہایت جوش جوانمردی سے عقل و ہوش گم کرکے صرف چودہ سواروں کے ساتھ اپنا گھوڑا اس چڑھی ہوئی پُرزور ندی میں ڈال دیا۔ اور نواب کے ہاتھی تک آگیا۔ قریب تھا کہ نواب بہ کے سینہ پر بھالا مارے۔ اس میں شیخ فتح محمدؒ نے بڑھ کر اپنی تلوار سے

[۱] پالیگاران دکن کی اصطلاح میں نایک سپہ دار فوج پیادہ کو کہتے تھے۔ اور یہ ایک خطابی اعزاز سمجھا جاتا تھا۔

اس کا کام تمام کر دیا۔ اس بہادری کے جلدو میں نواب نے علم اور نقارہ مع فیل عنایت کیا۔ پھر نواب موصوف کا انتقال ہو گیا اور دوست علی خاں صوبہ دار ہوئے جو نواب کے بھتیجے تھے۔ اُن سے اور نواب مرحوم کے لڑکے صفدر علی خاں سے مناقشہ واقع ہوا۔ شیخ فتح محمدؐ نے یہ حال دیکھ کر نوکری سے استعفا دیدیا اور متعلقات کو کولار پہنچا کر میسور چلے گئے۔ یہاں اپنے بھتیجے حیدرؔ صاحب نایک کے ساتھ رہنے لگے۔ راجہ میسور نے اُن کے آنے کی خبر سُن کر اُن کو بھی نایک کا درجہ عنایت کیا۔ لیکن اتفاق سے وہاں بھی ارکان و اعیان میں خلاف پایا گیا۔ اور نظم و نسق ریاست میں برھی نظر آئی۔ اس لئے یہ وہاں سے کولار میں واپس آ گئے۔ یہاں ۱۱۳۱ھ میں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ شہباز صاحب نام رکھا گیا۔ دو سال بعد دوسرا لڑکا پیدا ہوا۔ اس کا نام ولی محمدؐ رکھا لیکن وہ جلد انتقال کر گیا اور شیخ فتح محمدؐ کا دل بیکار بیٹھے بیٹھے گھبرایا +

کولار سے نکل کر شیخ فتح محمدؐ نایک نواب درگاہ قلیخاں صوبہ دار سرا کے پاس گئے۔ اور منصب چار سو پیادہ اور ایک سو سوار پر مامور ہو کر قلعداری قلعہ بالاپور پر مقرر کئے گئے۔ یہاں کی آب و ہوا عمدہ تھی شیخ موصوف نے اپنے اہل و عیال کو بھی یہیں طلب کر لیا۔ یہاں ۱۱۳۴ھ میں ایک صاحبزادہ پیدا ہوا۔ اس کا نام حیدرؔ علی رکھا گیا +

صاحب تاریخ حملات حیدری نشان حیدری کے اس بیان کے مقابلہ میں اپنی تحقیق کو یوں ظاہر کرتے ہیں کہ :۔

اتفاق سے شیخ فتح محمدؐ اور ان کی جمعیت سوار و پیادہ کی تنخواہ کا
زرکثیر صوبہ دار سرا پر چڑھ گیا۔ تب اُس نے میر علی اکبر خاں
زمیندار خطۂ سرا کے نام زر مذکور ادا کرنے کا پروانہ لکھا۔ میر
علی اکبر خاں فی الفور روپیہ نہ دے سکا اور چھ مہینے میں روپیہ
ادا کرنے کا تمسک لکھ دیا۔ چھ مہینے پورے ہونے نہ پائے تھے
کہ میر علی اکبر خاں کا انتقال ہو گیا۔ اور صوبہ دار سرا نے اُنکا
سب اثاث البیت اور نقد و جنس اپنے بقایا کے نام سے ضبط
کر لیا۔ تب شیخ فتح محمدؐ نے مرحوم کی بی بی سے اپنی بیباقی چاہی۔
اس نے اپنی لاچاری کا اظہار کیا۔ اُس پر شیخ فتح محمدؐ نے جنکو
بوجہ سیادت خاندان والدہ کے میر فتح علی کہا جاتا تھا مرحوم کی بی بی
کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ اگر روپے کی سبیل نہیں ہو سکتی تو مجھ کو
اپنی دامادی میں قبول کیجئے۔ اُس نے یہ درخواست منظور کر لی
اور اس کی لڑکی "مجیدہ بیگم" سے میر فتح علی کی شادی ہو گئی اور
اس نیکبخت اور پارسا بی بی کے آتے ہی آسمانی برکات کا نزول
میر فتح علی کے گھر پر ہونے لگا۔ اور بعد چندے ۱۱۲۹ھ ہجری میں
بمقام موضع "دیوہلی" قریباً قصبہ کولار فرزند بخت بلند پیدا ہوا
اور حیدر علی نام رکھا گیا +

غالباً یہ روایت صحیح ہو۔ سی۔ بی بورنگ صاحب چیف کمشنر میسور نے بھی
اپنی تاریخ میں مجیدہ بیگم کے بطن سے حیدر علی کا پیدا ہونا لکھا ہے اور

اس نام کے متعلق صاحب تاریخ حملات حیدری لکھتے ہیں کہ میر فتح علی نے ایام حمل میں اپنی بی بی کو حیدر علی شاہ درویش کی خدمت میں بھیجا اور فرزند کی دعا چاہی۔ حیدر علی شاہ نے دعا دی کہ انشاء اللہ فرزند بخت بلند پیدا ہوگا۔ اُس کا نام میرے نام پر رکھا جائے۔ مطابق اُس کے جب ولادت واقع ہوئی۔ تو صاحب زادہ کا نام حیدر علی رکھا گیا۔

مؤلف حملات حیدری نواب حیدر علی خاں کے خاندانی حالات کی تفصیل اس طرح لکھتے ہیں :۔

نواب حیدر علی خاں بہادر کا نسب نامہ حسب تحقیق حملات حیدری

حسن بن یحییٰ جو عرب کے امیروں اور قریش کے رئیسوں میں جمال صورت اور کمال معنی کے اوصاف سے موصوف تھا ۲۵ برس کی عمر میں سلطنت عثمانیہ کی طرف سے شریف مکہ مقرر ہوا۔ اُسکے دو بیٹے محمد بن حسن اور علی بن حسن پیدا ہوئے۔ ان میں علی بن حسن نے دس برس کی عمر میں انتقال کیا اور محمد بن حسن نے ایک فرزند احمد بن محمد نام یادگار چھوڑ کر ۸۲۱ھ ہجری میں انتقال کیا۔ زاں بعد حسن بن یحییٰ شریف مکہ بھی ۱۵ رمضان ۸۲۵ھ ہجری روز پنجشنبہ کو انتقال کر گیا۔ جب یہ خبر بارگاہ خلافت میں پہنچی تو فرمان

سلطانی داؤد پاشا کے نام شریف مکّہ مقرر کرنے کے لئے صادر ہوا
داؤد پاشا نے احمد بن محمدؐ کو جو پندرہ برس کی عمر رکھتا تھا کمسن جانکر
سید عبدالملک بن ابو عبداللہ کو شریف مکّہ مقرر کیا۔ احمد بن محمدؐ یہ
ماجرا دیکھ کر یمن کی طرف چلا گیا۔ کچھ دنوں عدن میں ٹھیرا پھر شہر
صنعا میں داخل ہو کر وہاں کے حاکم کا مشیر با توقیر بن گیا۔ بعد چندے
حاکم صنعا نے اپنی لڑکی کے ساتھ نکاح کر دیا اور تمام انتظام اُس
کے ہاتھ میں سپرد کر دئے۔ بیس برس اس حال میں گذرے۔ پھر
حاکم صنعا نے پانچ برس کا ایک لڑکا اپنے داماد کو سپرد کر کے
انتقال کیا۔ وہ بعد انتقال فرمانروا ے صنعا کے تین سال تک
احمد بن محمدؐ کی صلاح میں رہا۔ پھر شیخ سالم بخرانی نے جو ایک چلتا
ہوا شخص تھا۔ احمد بن محمدؐ کی طرف سے اس کو مشکوک کر دیا۔ آخر
سنہ ۱۱؟ ہجری میں اُس شریر النفس نے نوجوان والئے صنعا کی
مشورت سے اُس کو قتل کر دیا۔ اُس پر یہ بھی عرض کی کہ داناؤں
کا قول ہے۔ آتش کشتن واخگر گذاشتن کار خردمنداں نیست
اس لئے مناسب ہے کہ اُس کا بیٹا محمد بن احمد بھی قتل کر دیا جاوے
اتفاق سے قنبر نام ایک حبشی غلام اُس مقتول بیگناہ کا وہاں موجود
تھا۔ اُس نے پس پردہ سے یہ باتیں سُن لیں اور اپنے ایک دوسرے
رفیق ریحان نامی سے کہا کہ تو جیسے ہو محمد بن احمد کو بغداد لے جا۔
میں ابھی آتا ہوں چنانچہ وہ اس کو لے کر بغداد کو روانہ ہو گیا۔

ادھر شیخ سالم محمد بن احمد کے گرفتار کرنے کو چلا۔ تاکہ اُس کو پکڑ کر اس کا کام تمام کرے۔ لیکن نمک حلال قنبر نے موقع پاکر ویں اپنے مالک کا بدلے لیا یعنی اس کو تلوار سے قتل کر دیا۔ لیکن پھر وہ بھی گرفتار ہو کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا گیا۔ اُدھر ریحان منزل بمنزل چلتا ہوا محمد بن احمد کو بغداد لے پہنچا اور طاہر آفندی کے گھر میں اُتار دیا۔ طاہر آفندی نے اس کو بڑی خاطر سے رکھا۔ بعد چندے اس کے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا۔ اُس سے تین لڑکے عبدالوہاب۔ عبدالرزاق۔ عبدالغنی پیدا ہوئے۔ اور سنہ ۹۶۸ھ میں محمد بن احمد نے انتقال کیا۔ زاں بعد عبدالوہاب اور عبدالرزاق لاولد فوت ہوئے۔ اور عبدالغنی جس کی شادی آغا محمد طاہر نام ایک سوداگر کی لڑکی سے ہوئی تھی ایک بیٹی اور ایک بیٹا چھوڑ کر سنہ ۱۰۳۰ ہجری میں انتقال کر گیا۔ پھر سوداگر کے بیٹے ابراہیم نے سنہ ۱۰۴۷ ہجری میں انتقال کیا۔ اس کے تین لڑکیاں اور ایک برس کا ایک لڑکا حسن بن ابراہیم نام تھا۔ اس کے بچپن میں سوداگری کے گماشتوں نے تمام روپیہ خورد برد اور ہر سامان کو تغلب و تصرف سے ضایع کر دیا۔ جب یہ لڑکا سن تمیز کو پہنچا تو اپنے باپ کے تموّل اور اپنی موجودہ حالت پر غیرت کھا کر جو دو تین ہزار روپیہ بچ رہا تھا اُس کو لیکر اپنی ماں بہنوں سمیت ہندوستان کو روانہ ہوا۔ اور اجمیر میں خواجہ معین الدین چشتی کی درگاہ کے زیر اثر رہنے

رہنے لگا۔ آخر کار متولی درگاہ نے اُس کے ساتھ اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا۔ اُس کی بی بی کو چھ مہینے کا حمل تھا کہ حسن بن ابراہیم نے ۱۰۷۵ھ ہجری میں رحلت کی۔ اُس کے بعد اُس کی بی بی کے لڑکا پیدا ہوا۔ نانا نے اُس کا نام ولی محمد رکھا۔ جب وہ سن شباب کو پہنچا۔ تو اُس کی پھپیری بہن کے ساتھ شادی ہوئی جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ بعد اُس کے ولی محمد بسبب ناچاقی کے جو اُس کے اور اُس کے خسر کے درمیان واقع ہوئی وہاں سے برداشتہ خاطر ہوکر مع اپنے فرزند کے جس کا نام محمد علی تھا شاہ جہان آباد کو چلا گیا۔ چندے وہاں قیام کیا۔ پھر وہاں سے گلبرگہ شریف میں آیا۔ اور یہاں اپنے لڑکے محمد علی کی شادی سید معصوم صاحب (سجادہ نشین سید محمد گیسو دراز) کی لڑکی سے کر دی۔ اور خود وہیں انتقال کیا۔ محمد علی بعد انتقال اپنے والد کے اپنی بی بی کو لیکر بیجاپور۔ کرناٹک۔ بالاگھاٹ ہوتا ہوا قصبہ کولار میں مقیم ہوا ۔

اس کے چار لڑکے پیدا ہوئے :۔

شیخ محمد الیاس۔ شیخ محمد۔ شیخ امام۔ شیخ فتح محمد ۔

محمد علی نے ان کو یادگار چھوڑ کر ۱۱۰۹ھ ہجری میں رحلت کی۔ اُس کا بڑا بیٹا محمد الیاس اپنے چھوٹے بھائیوں کا خبر گیراں رہا۔ بعد چندے فتح محمد وہاں سے برخاستہ خاطر ہوکر کرناٹک کو چلا گیا۔ اور محمد الیاس اپنے

بھائیوں کو مع ایک فرزند کے جس کی عمر چار برس کی تھی اور حیدر صاحب نام تھا وہیں کولار چھوڑ کر تنجاور کو گیا۔ اور ۱۱ ہجری میں انتقال کیا تب شیخ فتح محمد نے جو شہر ارکاٹ میں تھا تنجاور سے برہان الدین پیرزادے کو بلا کر اُس کی لڑکی سے جو ابراہیم صاحب کی بہن تھی اپنا نکاح کیا اور اپنی بی بی کی بھانجی کے ساتھ اپنے بھائی امام صاحب کی شادی کردی۔ بعد از اں دو عورتوں کو کولار میں چھوڑ کر میسور کو چلے گئے وہاں دو سال میں اُن کے دو لڑکے پیدا ہوئے۔ ایک شہباز صاحب دوسرا ولی محمد۔ لیکن ولی محمد نے ایام شیر خوارگی ہی میں انتقال کیا۔ اُس کے صدمہ سے شیخ محمد کا دل وہاں نہ لگا اور بالاپور میں جا رہے۔ اور ۱۱۲۹ ہجری میں بمقام دیون ہلّی اور ایک فرزند فرخ پیدا ہوا اور حیدر علی نام رکھا گیا +

ولادت حیدر علی خاں

واقعات مابعد

حیدر علی کے پیدا ہونے پر نجومیوں نے کہا کہ اگرچہ یہ لڑکا صاحب تخت وتاج ہو کر رہے گا۔ لیکن اس کا باپ جلد مر جائے گا۔ اس زایچہ کو سُن کر عورتوں نے کہا کہ اس لڑکے کو مار ڈالنا چاہیئے۔ لیکن میر فتح علی نے

کہا کہ میں اس سے اپنی جان کو زیادہ عزیز نہیں جانتا اور نہ ایک معصوم کا خون لینا گوارا کرسکتا ہوں۔ اور نہ مشیت ایزدی کے خلاف کچھ ہوسکتا ہے تب اس کی پرورش اور حفاظت بڑی سرگرمی سے ہونے لگی[1]۔

جب درگاہ قلی خاں معزول ہوئے تو نواب عابد خاں حاکم سرا کے وقت میں راجگان میسور و بڈنور نے متفق ہو کر قلعۂ بالاپور کو مسخر کرلینا چاہا۔ اور حیدر صاحب کی معرفت میر فتح علی کو پیغام دیا گیا کہ وہ قلعہ سپرد کردیں۔ میر فتح علی نے کہا کہ جب تک جان میں جان ہے۔ ایسا نہیں ہوسکتا۔ یہ بات شیوۂ نمک حلالی سے دور ہے۔ اور آخر کو میر فتح علی نے آئی ہوئی فوج کو شکست دی اور سردار فوج واپس گیا۔ اور میر فتح علی نے جو سامان اُس کا بذریعہ غنیمت جنگ حاصل کیا تھا وہ صوبہ دار سرا کے پاس بھیج دیا۔ عابد خاں صوبہ دار میر فتح علی کی اس نمک حلالی اور بہادری اور دیانت سے بہت ہی خوش ہوا اور منصب دو ہزار پیادہ اور پانسو سوار مع فیل و نقارہ و علم پر سرفراز کیا۔ اور ان سے ہر باب میں صلاح و مشورہ کرنے لگا۔ جب درگاہ قلی خاں دوسری مرتبہ صوبہ دار مقرر ہوئے۔ تو انہوں نے تمام مہمات صوبہ داری کو میر فتح علی کے سپرد کردیا۔ لیکن وہ مارا گیا۔ تب میر فتح علی اُسکے بیٹے

[1] دکن میں ہندوؤں کی کثرت اختلاط سے نجوم و رمل کا بڑا چرچا تھا۔ عوام میں یہ عقیدہ اب بھی موجود ہے۔ ایک مرتبہ ایک نجومی پنڈت نے کہہ دیا کہ اب کی عید اگر روز مقررہ پر کی جائیگی تو اعلیٰ حضرت پر بھاری ہوگی۔ اُس کے کہنے سے تاریخ بدل دی گئی۔ اور حیدرآباد میں دوسرے دن عید منائی گئی۔ لیکن اب ان خیالات میں کمی ہوتی جاتی ہے+

عبدالرسول خاں کے شریک ہو گئے۔ اور عبدالرسول نو مہینے تک کام
کرتا رہا۔ پھر نواب طاہر محمد خاں صوبہ دار آگئے جو رخصت پر تھے۔ اور
عبدالرسول خاں حیدرآباد چلے گئے۔ اور یہاں ان صوبہ داروں کے
متوسلوں میں ایک دوسرے کے خلاف شورش پیدا ہوئی اور نوبت
بجنگ پہنچی۔ اس دوعملی میں شیخ فتح محمد یا میر فتح علی بھی مارے گئے۔ اور
یہ واقعہ ۱۱۳۷ہجری میں واقع ہوا۔ شیخ فتح محمدؒ کے اہل و عیال وہیں
بالاپور میں تھے۔ جب یہ خبر عباس قلی خاں بن درگاہ قلی خاں کو پہنچی
جو بالاپور کا حاکم تھا اُس شقی و ظالم نے اُن کو اور زیادہ مبتلائے مصیبت
کیا۔ اور تمام سامان ثروت و امارت حتّٰے کہ اجناس و ظروف و پارچہ
ہائے پوشیدنی بھی لوٹ لئے گئے۔ اس ظلم کے علاوہ شیخ فتح محمد کے
دونو صاحبزادوں یعنی شہباز صاحب کو جو آٹھ نو برس کے تھے۔ اور
حیدر علی کو جو تین چار برس کا بچّہ تھا دو بڑے بڑے نقاروں میں قید
کرکے اوپر سے چمڑا منڈھوا دیا۔ ہوا جانے کو نقاروں میں سوراخ کرا
دئے۔ اور وہ نقّارے بجانے کا حکم دیا۔ اہلیہ شریفہ شیخ فتح محمد (مادر
فرزندان موصوف) اس درماندگی اور لاچاری میں اٹھارہ ہزار
روپیہ زر بقایا کی فکر نہ کرسکی جو اُس ظالم حاکم نے باقی بتایا۔ آخرکار
اُس عفیفہ نے یہ خبر حیدر صاحب کے پاس سریرنگ پٹن کو بھیجی۔ وہاں
سے انہوں نے راجہ میسور کی سفارش کرائی اور روپیہ بھیجا اور شہباز
صاحب اور حیدر علی کو مع مادر گرامی کے اپنے پاس سریرنگ پٹن میں

طلب کیا۔ دوسری روایت ہے کہ ارکاٹ کے ایک ساہوکار نے وہ زر تو دیا۔ اور ان دونو لڑکوں کو اُس کے بدلے اپنے پاس بطور رہن کے رکھ کر ارکاٹ لے گیا۔ اور اُن کی والدہ کو حیدر صاحب کے پاس سریرنگ پٹن کو بھیج گیا۔ پھر حیدر صاحب نے وہ اٹھارہ ہزار روپیہ اُس ساہوکار کو ادا کر کے لڑکوں کو اپنے پاس طلب کر لیا۔ اور اپنے بچوں کی طرح اُن کی تعلیم و تربیت میں مشغول ہوا۔ فنون سپہ گری مثل شمشیر زنی۔ کمند افگنی۔ نیزہ بازی۔ اسپ تازی۔ تفنگ اندازی وغیرہ میں ایسا مشاق کر دیا کہ سپاہیوں کی نگاہیں پڑنے لگیں۔ پھر شہباز صاحب اپنے چھوٹے بھائی حیدر علی کو اپنے ساتھ لیکر پایاں گھاٹ چلے گئے اور نواب عبدالوہاب خاں برادر خورد نواب محمد علی خاں والاجاہ کے پاس سرداری ہزار پیادہ اور دو سو سوار پر مامور ہو گئے ✣

اس عرصہ میں راجہ میسور نے سات ہزار سوار اور بیس ہزار پیادہ سے پالیکاران (راجگان) شرقی میسور پر فوجکشی کر کے اُن کے ممالک پر قبضہ کر لیا۔ بلکہ رفتہ رفتہ صوبۂ سرا کے قریب ہی ایک علاقہ پر قابض ہو گیا اور علی صاحب نایک بن حیدر صاحب (کلاں) کو تین سو پیادہ اور شتر سوار مع فیل و نقارہ دیکر اُس طرف کے بندوبست پر مامور کیا۔ اُس وقت حیدر صاحب نے موقع دیکھ کر شہباز صاحب اور حیدر علی کو پھر اپنے پاس طلب کر لیا۔ اور نند راج وزیر میسور سے ملاقات کرائی وزیر مذکور نے شہباز صاحب کو سو پیادہ اور پچاس سوار کی افسری

پر مقرر کر دیا۔ بعد چندے حیدر صاحب دیون ہلّی تعلقہ بالاپور خورد کے محاصرہ کو گئے۔ وہاں زخمی ہوئے۔ اور اُس زخم سے انتقال کیا۔ تب اُن کا منصب اور کاروبار بھی شہباز صاحب کے سپرد ہوا۔ اور بندوبست تعلقۂ مذکور پر مامور رہوئے۔ اور اپنے متعلقوں کو کولار سے وہیں بُلالیا۔ اور حیدر علی نے سرینگ پٹن میں وہ سلامت روی اور خودداری اختیار کی کہ سب ارکان و اعیان خصوصاً نندراج وزیر جو راجہ کا خسر بھی تھا نہایت خوش رہے۔ نندراج ہمیشہ اپنے سامنے رکھتا تھا۔ جب ۱۹ برس کی عمر ہوئی تو پیرزادہ شاہ میاں ساکن صوبہ سرا کی لڑکی سے نکاح کیا۔ اُس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ لیکن بعض بے احتیاطیوں سے ماں کو فالج ہو گیا۔ تب بعد چندے اُس نیک بی بی نے اپنے خاوند حیدر علی کو دوسری شادی کرنے کی اجازت دی۔ اور میر علی رضا خاں کی ہمشیر سے شادی ہو گئی۔ اور حیدر علی نے اپنی بی بی کی لڑکی کو میر علی رضا خاں سے بیاہ دیا ۞

خیر یہ تو ایک درمیانی جملہ تھا۔ اب پھر میسور میں حیدر علی کی ترقیات کا حال سُنئے کہ نندراج کو پایاں گھاٹ (جنوبی میسور) کلی کوٹ کویمبٹور پال گھاٹ ونڈکل وغیرہ کا انتظام پیش آیا۔ کیونکہ وہاں کے نایاروں نے بڑی شورش مچا رکھی تھی۔ اس لئے نندراج حیدر علی خاں کو مع لشکر ساتھ لیکر روانہ ہو گیا۔ وہاں حیدر علی خاں سے ایسے بہادرانہ کام ظہور پذیر ہوئے کہ نندراج نے عام دربار میں تعریف کی اور اُسکے

جلدو میں فیل۔علم۔نقارہ۔پالکی نشان عنایت ہوا۔اور حیدرعلی کو باقاعدہ فوج بھرتی کرنے کا حکم دیا۔چنانچہ حیدرعلی نے چار ہزار سپاہی اور ڈیڑھ ہزار سوار نوکر رکھ کر اُن کو فوج خاص سے نامزد کیا۔اور انگریزی قواعد کا مشّاق بنا دیا +

۲۰۔ ذیحجہ اول ساعت روز شنبہ ۱۱۶۳ھ ہجری قصبہ دیون ہلی میں صاحبزادہ پیدا ہوا۔چونکہ اس سے پہلے ٹیپو مستان درویش سے لڑکا پیدا ہونے کی التجا کی گئی تھی۔اس لئے اس لڑکے کا نام اُن کے نام پر ٹیپو[1] سلطان رکھا گیا +

اسی سال کے آخر میں نواب نظام الملک ناصر جنگ نے نواب انورالدین خاں ناظم آرکاٹ کے قتل کا انتقام لینا چاہا۔جو بے سبب ہدایت محی الدین خاں مظفرالدولہ ہمشیرہ زادۂ نواب موصوف کے دست ظلم سے بہ اغوائے حسین دوست خاں عرف چندا صاحب میدان

[1] لیون۔بی۔بورنگ صاحب چیف کمشنر میسور سی۔ایس آئی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ وضع حمل سے کچھ قبل فخرالنسا (خطاب زوجۂ ثانی) درویش صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئی اور دعا چاہی۔جب لڑکا پیدا ہوا تو درویش صاحب ہی کے نام پر اُس کا نام رکھا گیا۔اُس کے مزار کے کتبہ میں ٹیپو لکھا ہوا ہے درویش صاحب کا نام ٹیپو مستان اولیا تھا۔اُن کا مقبرہ ارکاٹ میں ہے جس پر تاریخ تعمیر ۱۱۴۲ھ ہجری مطابق ۱۷۲۹ء لکھی ہوئی ہے۔یہ مقبرہ نواب سعادت اللہ خاں کا تعمیر کرایا ہوا ہے جس کا ۱۷۳۲ء میں انتقال ہوا +

آمبور گڈھ میں سنہ ۱۱۶۲ ہجری میں قتل ہوا۔ اور چندا صاحب نے فرانسیسوں کی حمایت سے تمام صوبہ آرکاٹ پر قبضہ کر رکھا تھا۔ اور اُس صوبہ کا انتظام خود کرنا قرار دیکر کرناٹک کو روانہ ہوگئے۔ وہاں پہنچ کر بالاگھاٹ کے سب پالیکاروں اور نواب دلاور خاں صوبۂ سرا کو مع سامان جنگی حضور میں طلب فرمایا۔ اُن میں نند راج وزیر میسور بھی تھا۔ جو ایک عمدہ لشکر لیکر مع حیدر علی خاں کے نواب نظام کے سامنے حاضر ہوکر شریک معرکہ ہوگیا۔ لیکن نواب موصوف فتور و سازش افاغنۂ کڑپہ۔ کرنول سے میدان جنگ چنجی میں مارا گیا۔ یہ واقع سنہ ۱۱۶۴ ہجری میں پیش آیا۔ تب سب پالیکار اپنے اپنے مستقر کو لوٹ گئے۔ لیکن حیدر علی خاں نے تھوڑا توقف کرکے تین چار اونٹ خزانہ عامرہ کے لوٹ کر خرچ راہ پیدا کیا۔ اور وہاں سے سرینگ پٹن پہنچ کر وہ رقم اپنے خزانہ میں داخل کی ٭

حیدر علی خاں کی ترقی اقبال کا آغاز

واقعات سنہ ۱۱۶۵ ہجری

چک کرشن راج مسند آرائے میسور کے زمانہ میں راجہ کی غفلت اور بے پروائی اور نند راج کی خود مطلبی اور خویشتن آرائی سے تمام

دربار بیقاعدہ ہورہا تھا۔ اور تمام ممالک میسور میں بدنظمی پھیلی ہوئی تھی ماتحت پالیکاروں نے شورش برپا کر رکھی تھی۔ محاصل ملک کا روپیہ وصول نہ ہوتا تھا۔ پونا کے مرہٹے اور حیدرآباد کے نظام ملک میسور پر دانت لگائے ہوئے تھے۔ دیوراج برادر نندراج نشۂ خودسری میں مست ہورہا تھا۔ وہ راجہ تک کو خیال میں نہ لاتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ اُس نے راجہ کے محل کے سامنے توپ لگاکر نواس میں کئی گولے چھوڑے تھے جس سے رانیوں میں تہلکہ پڑگیا تھا۔ راجہ کی بات نہ مانی جاتی تھی اُس کا کچھ رُعب نہ تھا۔ اکثر بُرائیاں نندراج کی وجہ سے دبا دی جاتی تھیں۔ مگر اس سے بھی لوگ رنجیدہ تھے۔ کیونکہ اکثر فوج کی تنخواہ آٹھ آٹھ نو نو مہینے چڑھ جاتی تھی۔ چنانچہ جب نندراج میدان جنگ جینجی سے لوٹا تو اثنار راہ میں گنگارام فوجدار باغی ہوگیا۔ اور دوسرے کئی پالیکارو اور زمینداروں کو اپنی طرف ملاکر عام بغاوت پھیلادی۔ تب نندراج نے شہباز صاحب اور حیدرعلی خاں کو اُس شورش کے دور کرنے کو روانہ کیا۔ یہ دونو مع فوج کے گئے اور گنگارام کو قید کرلیا۔ اور کتنے فتنہ پرداز قتل کرڈالے۔ اور دو مہینے میں کوبچہ۔ ہولی ورگ۔ چن ورگ۔ زنن گیری رائے کوٹہ۔ ہسور کا انتظام کرکے اپنے تھانے مقرر کردئے۔ اور قلعوں پر معتمد قلعدار مامور کئے۔ اور کئی ہاتھی اور اونٹ روپیوں سے بھر کر لے آئے۔ نندراج اس کارگذاری سے بے انتہا خوش ہوا +

نواب محمد علی خاں کی کمک کو نندراج وزیر میسور کا ترچنا پلی کو جانا اور حیدر علی خاں کا جوہر مردانگی دکھانا

واقع سنہ ۱۱۶۶ ہجری

سراج الدولہ والاجاہ نواب محمد علی خاں بن نواب انورالدین خاں شہید جو اپنے باپ اور نواب نظام ناصر جنگ کے مارے جانے سے قلعہ تھرنگر (عرف ترچناپلی) میں پناہ گزین تھا۔ اور حسین دوست خاں (عرف چنداصاحب) فرانسیسوں کی حمایت سے تمام ملک آرکاٹ پر قبضہ پاچکا تھا۔ اب چنداصاحب کو یہ خیال ہوا کہ نواب محمد علی خاں کو یہاں سے بھی نکال دینا چاہیئے۔ اس ارادہ سے چھ ہزار سوار اور بارہ ہزار پیادہ لیکر مع ایک بدرقہ فوج فرانسیس کے ترچناپلی کو گیا۔ اور قلعہ مذکورہ کا محاصرہ کرلیا۔ تب نواب محمد علی خاں نے اپنے بڑے بھائی نواب محفوظ خاں شہامت جنگ کو نندراج وزیر میسور کے پاس روانہ کیا۔ اور پیغام

دیا کہ اگر تم اس وقت میری مدد کرو گے تو بعد ہزیمت غنیم و بندوبست صوبہ آرکاٹ قلعہ ترچناپلی مع اُس کے متعلقات توابع کے تم کو دیدیا جائے گا۔ اسی طرح انگریزوں کو بصورت کمک کے چند تعلقے دینا قبول کرکے کمک طلب کی۔ راجہ میسور اس زحمت میں نہ پڑنا چاہتا تھا۔ لیکن نندراج وزیر اپنی خود مختاری کے حوصلہ پر سات ہزار سوار اور بارہ ہزار پیادہ مع توپخانہ و سامان حرب و ضرب لیکر روانہ ترچناپلی ہوا حیدر علی خاں کو بھی مع ان کی جمعیت کے ساتھ لے گیا۔ حیدر علی خاں ہر لڑائی میں دوسروں سے آگے ہوتا تھا۔ اور فرانسیسوں کے لشکر اور چندا صاحب کی فوج پر بار بار شبخوں مارتا تھا۔ اور جو ملتا تھا لوٹ لاتا تھا۔ ایک مرتبہ فرانسیسوں سے دو توپیں چھین لایا۔ اس عرصہ میں منکا رانی نام ایک عورت کی بابت چنداصاحب قتل کردیا گیا۔ جس سے اُس کی سب آرزؤں کا خاتمہ ہوگیا۔ اور نواب محمد علی خاں کی بن پڑی۔ فرانسیس پھلچری کو چلے گئے +

لیکن حیدر علی خاں نے بطور خود اُن کو اپنا دوست بنا لیا تھا۔ اب نندراج وزیر میسور نے نواب محمد علی خاں سے اُس کے اقرار کے موافق قلعہ ترچناپلی خالی کردینے کی درخواست کی۔ محمد علی خاں دوسرے پیرایہ میں اُس سے انحراف کرنے لگا۔ اُس سے طرفین میں رنج پیدا ہوا۔ اور ایک دوسرے کے دشمن ہوگئے۔ اس وقت نندراج کو بڑی خجالت پیدا ہوئی کیونکہ اس نے راجہ کے خلاف تین لاکھ ہوُن (سکۂ طلاء)

خرچ کر دئے۔ اور کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ اس شرم سے وہ میسور کو نہ گیا۔ ستی منگل میں جا بیٹھا۔ راجہ نندراج کی خودسرانہ کارروائی سے سخت ناخوش ہوا کیونکہ اُس نے نو مہینے سے فوج کی تنخواہ نہ بھیجی تھی۔ اس لئے فوج اپنی تنخواہ کے لئے بیچین تھی +

انہیں دنوں میں بالاجی راؤ نانا سپہ سالار افواج پونا نے دریائے تنگ بھدرا کے اس طرف آکر صوبہ سرا کا بندوبست کیا۔ اور نواب دلاور خاں کو پرگنہ کولار جاگیر میں دیکر بلونت راؤ مرہٹہ کو صوبہ دار مقرر کیا۔ اور ملک میسور کے تفرقہ کا حال سُنکر میسور کی جانب متوجہ ہوگیا۔ تمام قلعہ جات پر قبضہ کرکے اپنے قلعدار مقرر کر دئے۔ راجہ میسور نے دیکھا کہ غنیم نہایت زبردست ہے۔ اور میری فوج نندراج کے پاس ہے اور اب میرے پاس سوائے قلعہ بنگلور اور ماگری ورگ اور سرینگ پٹن کے کوئی بڑا مقام باقی نہیں۔ تب اُس نے ایک کروڑ روپیہ دینا منظور کرکے اُس بلا کو دور کیا +

ستی منگل میں نندراج کو فوج والوں نے بہت ستایا۔ تب اُس نے حیدرعلی خاں سے اپنی عزت بچنے کی صلاح پوچھی اور اُس سے ایسے وقت میں کچھ کام آنے کی درخواست کی۔ حیدرعلی خاں نے فوج والوں کو شرارت اور گستاخی سے روکا۔ اور لوٹ مار سے کچھ روپیہ فراہم کر کے دیا۔ پھر مع اپنی جمعیت کے چند متموّل اور متمرّد پالیگاروں کے علاقے میں پہنچ کر اُن سے روپیہ وصول کیا۔ اور ایک سال میں اقوام نایمار اور

مالابار کو جو تجارت پیشہ تھیں زیروزبر کرکے زرکثیر حاصل کیا۔ اور چند ممالک کو فتح کرکے اپنا انتظام قایم کیا۔ اور اُن راجوں کے اسباب و خزاین کو ضبط کرکے اُن کو گرفتار کرلایا۔ وقس علےٰ ہذا۔

آخر کو اُن فتوحات کے بعد نندراج کے سامنے آیا۔ نندراج بے انتہا خوش ہوا۔ اور رفع شرم و خجالت کو ایک خط مبارک باد و تسخیر ممالک پالیکاران باغی کا لکھ کر مع ایک کروڑ روپے کے اپنے آقا و داماد راجہ میسور کے نام روانہ کیا اور بعد چندے حیدر علی خاں کو ڈنڈگل اور پال گھاٹ وغیرہ کے انتظام کو مع فوج روانہ کیا۔ جب نندراج کا خط مع کروڑ روپیہ راجہ کے پاس پہنچا تو وہ غصہ فرو ہوا۔ اور نندراج کو دارالریاست میں آنے کے لئے لکھا گیا۔ وہ دو برس کے بعد دارالریاست میں آکر اپنے اہل و عیال سے ملا۔ پھر حیدر علی خاں بھی اپنے کار مفوضہ کو جلد ختم کرکے سرینگ پٹن میں آگیا۔ اور مانامنڈف میں مقیم ہوا۔ اُس وقت میسور کا یہ حال تھا کہ راجہ میسور نے مرہٹوں کو ایک کروڑ روپیہ دینا کہہ کر واپس کردیا تھا۔ لیکن اُن کے تھانے جابجا قایم اور اُنکے قلعدار تمام قلعوں کے حاکم بن رہے تھے۔ اور علاقہ جات کا روپیہ بجبر وصول کرتے تھے۔ اور دربار پونا کی طرف سے بلونت راؤ صوبہ دار صوبۂ سرا موقوف ہوکر اُس کی جگہ گوپال راؤ مرہٹہ ناظم مع کرانتظام صوبہ داری سرا کے لئے مقرر ہوا تھا۔ اور اُس گوپال راؤ نے قلعہ بنگلور کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ لیکن سرینواس راؤ قلعدار بنگلور نمکخوار دولت میسور

کی تندہی سے فتح ہونے میں کچھ دیر باقی تھی۔ جب نندراج اور حیدر علیخان سریرنگ پٹن میں پہنچ گئے تو راجہ اور اہل دربار کو ایک نئی زندگی کی اُمید ہوئی ؛

سواد بنگلور میں گوپال راؤ کا حیدر علی خاں سے شکست پانا

واقعات سنہ ۱۱۶۸ ہجری

راجہ نے حیدر علی خاں کی سرگرم اور بہادرانہ خدمات پر خان بہادر کا خطاب مع خلعت فاخرہ و جواہر گراں بہا عنایت فرما کر گوپال راؤ کی ہزیمت کو روانہ کیا۔ حیدر علی خاں بہادر پانچ ہزار سوار اور بارہ ہزار سپاہی قواعد دان اور سات ضرب توپ مع ساز و سامان لیکر روانہ بنگلور ہوئے۔ اور وہاں جا کر سواد چن پٹن میں ٹھیرے۔ گوپال راؤ پندرہ ہزار سوار سے معرکہ آرا ہوا۔ حیدر علی خاں نے دن کو طرح دیکر رات کو شبخون مارا۔ اس شبخون کا یہ اثر ہوا کہ فوج مرہٹہ کے سوار اپنا اپنا اسباب چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ اور اکثر سامان فوج حیدری کے قبضے میں آیا۔ پھر حیدر علی خاں نے وہاں سے کوچ کر کے سواد بنگلور میں

کیمپ قایم کردیا۔ اور قلعۂ بنگلور سے حیدر علی خاں کے آجانے کی خوشی میں توپیں سر کی گئیں۔ تب گوپال راؤ نے اپنا کیمپ وہاں سے اُٹھا کر کئی میل دور لیجا کر قایم کیا۔ صبح کو حیدر علی خاں نے گولہ باری سے کام لیا۔ نتیجہ یہ کہ وہ بہت سا اسباب چھوڑ کر بھاگ گیا اور حیدر علیخاں وہ سب اسباب اُٹھوا کر اپنے کیمپ میں آگئے۔ اس عرصہ میں پونا سے خبر آئی کہ وسواس راؤ بھاؤ فرزند بالاجی راؤ نانا نے جو تین لاکھ سوار وپیادہ لیکر دلی پر گیا تھا۔ پانی پت کے میدان میں احمد شاہ درانی کی فوج سے شکست پائی اور تمام فوج مقتول ومجروح ہوگئی۔ اس خبر کو سُن کر بالاجی راؤ پیشوا مجنون ہوکر مرگیا۔ تمام پونا میں تہلکہ برپا ہے۔ یہ خبر سنکر گوپال راؤ کے ہوش وحواس جاتے رہے۔ اور مع مابقی لشکر سرا کو مراجعت کی۔ اور ملک میسور سے اپنے سب تھانے اُٹھا لئے۔ اور جس جس قلعہ میں فوج مرہٹہ یا جس جس پرگنہ میں مرہٹہ عامل موجود تھے۔ اُن کو حیدر علی خاں نے کسی کو تہدید سے اور کسی کو جنگ کرکے وہاں سے نکال دیا اور اپنا انتظام قایم کیا۔ اور ایسی نمایاں فتح وکامیابی سے سرینگ پٹن میں واپس آیا۔

نندراج وزیر میسور کی موقوفی اور کھنڈے راؤ برہمن کی ماموری حیدر علی خاں کی معرفت

واقعات سنہ ۱۱۶۹ ہجری

جب حیدر علی خاں نے غنیم کو شکست دیکر گئے ہوئے ملک کو واپس لیا اور انتظام ضروری سے فرصت پائی۔ ایک اندرونی جھگڑا اُٹھ کھڑا ہوا۔ یعنی راجہ میسور نے اپنے وزیر اور خسر نندراج کی تمام بے اعتدالیوں اور اُس کی خودسرانہ کارروائیوں کو یاد کرکے دُہرایا۔ اور ترچناپلی میں لاکھوں روپے بیسود ضایع کردینے کا طعنہ دیا۔ ان معاملات سے نندراج آشفتہ ہوکر دو ہزار پیادہ اور پانسو سوار اور پانسو سپاہی قواعددان لیکر قلعہ میں جا بیٹھا اور عذر کیا کہ اب میں بوڑھا ہوا مجھ سے کام نہیں ہو سکتا۔ اس پر راجہ نے اس سے اسناد وزارت طلب کیں۔ اُن کے دینے میں اُس نے عذر کیا۔ تب راجہ

نے بڑے تملق سے حیدر علی خاں کو اپنا بیٹا کہہ کر اُس کے پاس واپس لانے اسناد کے بھیجا۔ حیدر علی خاں نے اُس کو بہت سمجھایا کر اُسناد میں سوائے کاغذوں کے کیا رکھا ہے تم دیدو۔ آیندہ جب راجہ کا مزاج رُو باصلاح ہو جائیگا پھر تم اپنا کام کرنے لگو گے۔ لیکن نندراج نے نہ مانا۔ حیدر علی خاں نے یہ روداد راجہ سے عرض کی۔ راجہ نے حکم دیا کہ قلعہ کو محصور کر کے جبر سے سب سندیں مع لبتۂ وزارت اُس سے لے لی جائیں۔ چنانچہ بعد ایک جنگ مختصر کے تمام اسناد دیوانی اس سے لے لی گئیں۔ اور وہ شرم سے متاثر ہو کر اپنی جاگیر میں جا رہا۔ اور اسکی جگہ بصلاح ارکان و اعیان و استصواب رائے حیدر علی خاں کھنڈے راؤ برہمن کو جو نمکخوار قدیم تھا اور حیدر علی خاں نے بتدریج اُس کو سپہ سالاری کے درجہ تک پہنچا دیا تھا خلعت وزارت سے سرافراز کیا گیا۔

سرکار حیدر علی خاں میں تعلقہ آنی کل اور بارہ محل کا داخل ہونا واقع ۱۱۶۹ھ ہجری

سراج الدولہ والاجاہ نواب محمد علی خاں نے پھلچری کو مسخر کر لینے

کے لئے انگریزوں کی سازش سے فوجکشی کی۔ تب فرانسیسوں نے ایک وکیل حیدر علی خاں کے پاس بھیجا کہ آپ ہماری کمک کریں معاوضہ کمک میں پرگنہ جینجی اور پرگنہ تیاک گڑہ چھوڑدئے جاتے ہیں حیدر علی خاں نے تین ہزار سوار اور چھ ہزار پیادہ قواعددان اور دو ہزار پیادہ کرناٹکی بسرداری سید مخدوم (برادر نسبتی) مع سامان حرب وآذوقہ روانہ پھلچری کئے۔ راستہ میں دریافت ہوا کہ پالیکار آنی کل نے رعایا کو سخت ستا رکھا ہے اور اپنے نوکروں بھی زیادتی کرتا ہے جس سے وہ ناخوش ہیں۔ سید صاحب نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر اس پر تاخت کی اور پالیکار کو گرفتار کر کے دارالریاست کو روانہ کر دیا پھر راہ چلتے اور ایک شکار مل گیا یعنی بارہ محل کی رعایا عزیز خاں حاکم کے ظلم سے سخت نالاں اور سب ملازم سخت پریشان تھے۔ اُن لوگوں نے سید صاحب سے استغاثہ بھی کیا۔ سید صاحب نے خان مذکور پر حملہ کر دیا۔ وہ بغیر جنگ کے کڑپہ کو بھاگ گیا۔ اور سید صاحب نے قلعہ جات بارہ محل میں اپنے تھانے قایم کر کے اسد خاں مہکری کو وہاں کا فوجدار مقرر کر دیا اور خود کوچ در کوچ پھلچری پہنچے۔ اور انگریزی فوج پر شبخون مار کر داخل قلعہ ہو گئے لیکن پرگنہ جینجی نواب محمد علی خاں کی ضبطی میں تھا اور تیاک گڑہ مسافت بعید پر واقع تھا۔ اس سبب لشکر کو گھاس لکڑی وغلہ وغیرہ کی تکلیف ہونے لگی جس کو لشکر نے جفاکشی سے برداشت کیا ٭

کھنڈے راؤ برہمن وزیر جدید میسور کی نمک حرامی اور حیدر علی خاں کی مردانہ کارگزاری مع واقعات متعلقہ

۱۱۷۰ھ ہجری

کھنڈے راؤ برہمن وزیر جدید میسور بہت ہی بد باطن محسن کش احسان فراموش۔عیار۔مکار۔دغاباز۔فتنہ پرداز شخص تھا جس نے اپنی خباثت نفس کو مدتوں تک چھپائے رکھا۔سچ کہا ہے:۔

کہ خبث نفس نگردد بسالہا معلوم

جب اُس کو وزارت کا موقع ملا تو وہ ایک طرف حیدر علی خاں سے ملاوٹ کی باتیں کرتا تھا۔دوسری طرف رانیوں کو بھڑکاتا تھا۔تیسری طرف راجہ کو ورغلاتا تھا۔چوتھی طرف مرہٹوں سے ساز باز رکھتا تھا۔ایک روز خلوت میں راجہ سے عرض کی کہ حیدر علی نایک ایک بے مقدور شخص تھا۔آپ کی بدولت اس درجہ پر پہنچ کر آپ کا

ہمسر بنتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ایک اجنبی مسلمان سارے ملک کا مالک بن بیٹھے۔ اس لیئے اگر آپ اجازت دیں تو اس کے استیصال کی فکر کی جائے۔ ناعاقبت اندیش اور کم عقل راجہ نے کہہ دیا کہ اچھا۔ اتنی اجازت پاکر اُس نے دربار پونا کو خط لکھا کہ ایک ادنےٰ مسلمان ریاست میسور پر متصرف ہو رہا ہے۔ اگر آپ اس وقت ہماری مدد کریں تو دو لاکھ روپیہ سالانہ نذر اور پانچ لاکھ روپیہ صرف لشکر کا دیا جائیگا ؎

مرہٹوں کو کیا دیر تھی۔ وہاں سے مادھوراؤ بن نانا نے ایساجی پنڈت بینی کو چالیس ہزار سوار اور بیس ہزار پیادہ اور توپخانہ کا سردار بناکر روانہ کردیا۔ یہ وہ وقت ہے جبکہ حیدر علی خاں کی فوج پھلچری و بارہ محل وغیرہ میں پھیلی ہوئی تھی۔ جب ایساجی کا مع فوج روانہ ہونا معلوم ہوا تو کھنڈے راؤ نمکحرام نے قلعہ کے اوپر سے توپوں کا رُخ حیدر علی خاں کی فرودگاہ کی جانب پھروا دیا۔ اور توپوں سے چند گولے سر ہوئے۔ تب تو حیدر علی خاں دریاے حیرت میں ڈوب گیا کہ اس نمکحرام نے خلاف امید کیا کیا۔ لیکن تدبیر و استقلال کو ہاتھ سے نہ دیا۔ اور وہاں سے شب کو اپنا تمام سامان مع فوج کے اٹھاکر صبح ہوتے سواد آنی کل میں داخل ہوگیا اور وہاں سے بنگلور میں جاکر تمام ملازمان قلعہ اور قلعدار کو جو پہلے سے موافق تھے گانٹھ لیا اور قلعہ بنگلور میں اپنا انتظام جدید قایم کرکے بنگلور کے ساہوکاروں کو بلایا اور اُن سے پچاس لاکھ روپیہ قرض لیا۔ اور فی الفور میر علی رضا

اور سید مخدوم علی خاں کو جو پھلچری میں تھے مع افواج طلب کیا۔ چنانچہ سید صاحب مع دو ہزار سپاہی قواعد دان اور تین سو سوار اور ایکہزار پیادہ اور پانچ ضرب توپ کے آپہنچے۔ اس عرصہ میں ایساجی بھی آگیا۔ اور کھنڈے راؤ نے تسخیر قلعہ بنگلور اور گرفتاری حیدر علی خاں کی شکایت کی۔ آیساجی بنگلور کو روانہ ہوا۔ اس کے بعد خود بھی نو ہزار سوار اور چودہ ہزار پیادہ کے ساتھ اتواپ قلعہ شکن لیکر روانہ ہوگیا۔ سواد بنگلو میں پہنچ کر ان فوجوں نے اپنے ظلم و ستم سے تمام آس پاس کے گاؤں بیچراغ کردئے۔ بڑی بڑی توپوں سے قلعہ پر گولہ باری کرنے لگے لیکن اس کا کوئی اثر مرتب نہ ہوا۔ اس اثنا میں مخدوم علی خاں بھی اپنی فوج اور درمیان سے سامان حرب و ضرب لیکر یلغار کرتے ہوئے آنی کل تک پہنچے۔ وہاں مرہٹوں کی فوج نے گھیر لیا۔ یہاں کوہ اجنٹی ورگ میں نندراج سابق وزیر کا تھانہ تھا۔ حیدر علی خاں نے اس واقع سے نندراج کو خبر دی۔ نندراج نے اپنے رفیق قدیم کا خیال کرکے جان لیا کہ میرے ساتھ جو معاملہ ہوا یہ بھی اسی نمکحرام کے سبب سے پیش آیا۔ اور اپنے قلعدار کو ہر طرح کی اعانت کی تاکید کی۔ قصہ مختصر میر مخدوم علی نے بڑی جوانمردی اور استقلال سے دو روز لڑ بھڑ کر کاٹے اور تیسری شب کو قلعدار نندراج کی کمک پاکر تین طرف سے شبخون مارا۔ جس سے فوج غنیم میں سخت انتشار پھیل گیا۔ اور ہر صف نے ایک طرف کو بھاگ چلنے کی راہ نکالی اور آیساجی پتی اور کھنڈے راؤ شتی جو

فتح کے متمنی ہو رہے تھے۔ سر و پا برہنہ بھاگ گئے۔ اور دونو کے ارباب لشکر جو سو رہے تھے اُن میں اُس فوری خبر نے یہ تہلکہ ڈال دیا کہ وہ تلوار و تفنگ لیکر بھاگے اور آپس میں اکثروں کو ایکدوسرے نے مار لیا۔ صبح ہوتے ہی میر صاحب نے تو دہ تو دہ سامان و اسلحہ و اموال جو فراری چھوڑ گئے تھے اپنی فرودگاہ میں اٹھوا لیا۔ اُدھر وہ دونو سردار اپنے بڑے خیمے میں جا کر پھر کوئی مشورہ کرنے لگے۔ اس عرصہ میں نندراج نے آیساجی کے پاس قاصد بھیجا اور اس مضمون کا خط لکھا کہ کیا آپ حیدر علی خاں کو نہیں جانتے۔ وہ اس ریاست کا محسن اور نوکر نہیں بلکہ مالک ہے اور کھنڈے راؤ برہمن اُسی کی مہربانی و عنایت سے اس درجہ تک پہنچا ہے۔ آپ کو ہرگز زیبا نہیں کہ ایک ایسے نمک حرام و محسن کش کے کہنے سے حیدر علی خاں کے متابعت اور ریاست کی بدنظمی اور انتشار رعایا اور ہلاکت بندگان خدا کے روادار ہوں۔ اس لئے میں دوستانہ اور خیرخواہانہ صلاح دیتا ہوں کہ آپ اُس مکار کے فریب میں نہ آئیں اور اپنی فوج واپس لے جائیں۔ اور اگر کچھ روپیہ درکار ہے تو اُس کی کچھ تدبیر کر دی جائے گی۔ آیساجی یہ خط دیکھ کر حقیقت حال سمجھ گیا۔ اور کئی لاکھ روپے کا طالب ہوا۔

لہ ایسا خیال کریں کہ جب اُسکے ایک سردار نے راستہ چلتے اپنی تھکی ہوئی اور محاصرہ میں گھری ہوئی فوج کا یہ کام کیا تو حیدر علی خاں اپنی قواعد دان اور مجموعی فوج سے کیا کچھ نہیں کر سکتا ؛

حیدر علی خاں نے جواب دیا کہ ایسی حالت میں میرے پاس روپیہ کہاں میں نے خود قرض لیکر تیاری کی ہے۔ تب ایساجی نے کہا کہ نہ اچھا نقد نہیں ہوسکتا۔ تو بارہ محال دیدو۔ اس پر حیدر علی خاں نے قلعہ دار بارہ محال کو ایک خط بلالفافہ لکھ کر ایساجی کو دیدیا۔ اس میں بارہ محال تفویض ایساجی کر دینے کو لکھا۔ ایساجی نے وہ خط خوش ہوکر رکھ لیا اور وہاں سے کوچ کر کے قبضہ کرنے کے لئے بارہ محال جا پہنچا۔ ادھر حیدر علی خاں نے اُس سے پہلے قلعدار کو مطلع کر دیا کہ میں نے ایک خط بلالفافہ اُس کو دیا ہے اگر وہ اس کے موافق تم سے قبضہ چاہے تو تم کہہ دینا کہ یہ خط ضابطہ کے موافق سربمہر نہیں ہے۔ اگر وہ نہ مانے تو تم اس کو مقابلہ کی دھمکی دینا۔ میں بھی پیچھے سے آتا ہوں۔ اور جب ایساجی بارہ محال کو روانہ ہوا۔ تو گھنٹے راؤ برہمن نہایت شرمندگی مایوسی کے ساتھ سرینگ پٹن میں واپس آیا اور چپ کر بیٹھ رہا۔

جب ایساجی نے بارہ محال پہنچ کر وہ خط اپنے معتمد کے ہاتھ قلعدار کے پاس بھیجا اور قلعدار سے قبضہ چاہا تو اس نے جواب دیا کہ یہ خط باضابطہ نہیں۔ اور یہ اتنا بڑا معاملہ ہے کہ جب تک اس خط کا لفافہ نواب حیدر علی خاں بہادر کی مُہر سے مزین نہ ہو اس کی تعمیل ناممکن ہے۔ اس پر ایساجی نے قلعدار سے وہ اصل خط طلب کیا تو قلعدار نے کہا کہ میں اپنے نام کا کاغذ آپ کو نہیں دے سکتا۔ ان باتوں سے ایساجی بہت چکرایا +

اس عرصہ میں جاسوس خبر لائے کہ حیدر علی خاں نے بنگلور کے باہر میدان میں اپنی تمام فوج آراستہ کی اور تمام سازو سامان حرب و ضرب و آذوقہ لشکر بار کرا کر مع افواج میر رضا علی خاں و سید مخدوم علیخاں باتوپخانہ آتشبار تیار بیٹھا ہے کہ بارہ محل میں آکر فوج مرہٹہ پر تاخت کرے اور شبخون مارے اور اُس کا تمام اسباب لوٹ کر واپس جائے۔ اس خبر نے ایساجی کو سخت پریشان کیا۔ اور وہ نے الفور وہاں سے مع فوج کوچ کر گیا۔

ادھر حیدر علی خاں نے مع فوج ضروری کوچ کر کے ماکڑی درگ۔ پاتری درگ۔ چن راج پٹن۔ چن پٹن وغیرہ میں اپنے تھانے قایم کر دئے۔ پھر موتی تالاب کے اوپر سے چرکولی ہوتا ہوا پریاپٹن میں اپنے شفیق قدیم نندراج کے پاس گیا۔ اور بعد مشورہ اُس کے آگے کو روانہ ہوا۔ اس درمیان میں راجہ میسور کی دادی کا مخفی خط معہ دوسری رانیوں کے خفیہ خطوط کے نواب حیدر علی خاں کے پاس اس مضمون کا پہنچا کہ

آج کل یہ ریاست بے تمیزی اور نفاق اعیان وارکان سے ایسی متزلزل اور بے انتظام ہو رہی ہے کہ اکثر لوگ بغاوت پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ بعض اس ریاست کا چھین لینا چاہتے ہیں۔ اس لئے میں تم کو اپنا فرزند سعادت مند جانکر یہ لکھتی ہوں کہ تم یہاں آؤ اور ہماری بے کسی اور بے بسی کا حال دیکھو۔ اور ہم کو ایک ٹھکانے بٹھا کر ملک و مال کے انتظام کو اپنے ہاتھ میں لو اور رعایا

کو اس زحمت اور تباہی سے پناہ دو۔

نواب نے یہ خط دیکھ کر اپنی جیب میں رکھا۔ اور راجہ کی جدّہ ماجدہ کو تسلّی و تشفی اور اپنے حاضر ہونے کا جواب لکھ بھیجا اور سرینگ پٹن کے قریب پہنچ کر مانامنڈف میں قیام کیا۔ دوسرے روز ایک بڑی توپ کو دمدمہ پر رکھوا کر چند گولے راجہ کے دیوان خانۂ خاص اور محلسرائے زنانہ پر اُتار دئے۔ وہاں ہل چل مچ گئی۔ راجہ نے اپنا چوبدار بھیج کر حیدر علی خاں سے دریافت کیا کہ آپ کے مرکوز خاطر کیا ہے۔ حیدر علیخاں نے جواب دیا کہ میں آپ کا ویسا ہی خیر طلب اور ریاست کا ویسا ہی ترقی خواہ ہوں لیکن آپ نے میری خدمات کو فراموش کرکے میرے دشمن کو پناہ دی۔ اس لئے بدرجۂ لاچاری ایسا کرنا پڑا۔ آپ اُسکو میرے حوالہ کر دیں پھر مجھ سے ایسی بے ادبی نہ ہوگی۔ راجہ نے کھنڈے راؤ کی پاسداری سے کئی دفعہ پیام سلام بھیجے لیکن حیدر علی خاں اپنی بات کے پورا کرنے پر اڑا رہا۔ آخر کار راجہ نے اُس سے جان بخشی کا اقرار لیکر کھنڈے راؤ کو اُس کے حوالہ کیا۔ حیدر علی نے ایک لوہے کے کٹہرے میں بند کرا کر قلعہ بنگلور پر بھیج دیا۔

لہ لیون بی بورنگ صاحب اس روایت کو یوں بیان کرتے ہیں کہ میسور کا راجہ کرشن اپنے وزیر ننجراج کی غلامی سے بہت تنگ تھا۔ اور حیدر علی نے ننجراج کو ملا لیا تھا۔ اس لئے بڑی رانی نے کھانڈے راؤ کی طرف خیال دوڑایا۔ کھانڈے راؤ برہمن مرہٹہ ایک چالاک ہوشیار لکھا پڑھا آدمی تھا

بندوبست قلعۂ دار الریاست و علیحدگی راجہ میسور و حکمرانی نواب حیدر علی خاں

واقع ۱۱۷۱ھ ہجری

جب حیدر علی خاں اس فتح و کامیابی کے بعد چین سے بیٹھا تو چند راس اسپ مع جواہر و تحائف راجہ کی نذر کو قلعہ میں بھیجے۔ اور خود اپنے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اسکو حیدر علی نے معمولی درجہ سے ترقی دیتے دیتے ایک بڑی فوج کا افسر کر دیا تھا۔ اور حیدر علی اُس پر خاص بھروسہ کرتا تھا۔ اس کو رانی نے توڑ لیا۔ اور مرہٹوں سے امداد مانگی تاکہ حیدر علی پر حملہ کیا جائے۔ اس خیال کے موافق دغاباز کھانڈے راؤ جو صرف حیدر علی کی عنایتوں سے اس مرتبہ پر پہنچا تھا۔ حیدر علی کے مقابلہ پر آمادہ ہو بیٹھا اور اُس نے حیدر علی کو بہت تکلیف دی لیکن آخرکار حیدر علی نے اُس پر فتح پائی۔ اور اُس کی سب توپیں اور سامان اپنے قبضہ میں کر لیا۔ پھر حیدر علی نے ایسی سخت دغابازی کا انتقام لینے کو

آنکی پروانگی مانگی۔ بعد اجازت دوسرے روز صبح کو اپنی فوج سے سردار اور سوار و پیادہ منتخب کرکے اپنے ساتھ لئیے اور قلعہ پر پہنچ کر ہر دروازہ اور کھڑکی پر مامور کیئے۔ اسی طرح ڈیوڑھی دیوانخانہ اور محل زنانہ پر پہرے بٹھلا دئے کہ کوئی چیز بلا اطلاع اندر سے باہر اور باہر سے اندر نہ جانے پائے۔ صاحب نشان حیدری اس موقع پر لکھتے ہیں کہ:۔

چرا چنیں نخواہد کرد کہ دولت نیم جان میسور را از سر نو زندہ ساختہ بارہا محض بطرفداری آں دولت از مرہٹہ و دیگر باغیان جنگہا کردہ بزور بازوے تدابیر عدو ماں شکستہا داد۔ و ملک از دست رفتہ را بہ نفس نفیس باتیرہ صاحبہ باز بقبضۂ اقتدار خود آورد۔ باوصف ایں بدلحاظاں کور باطن در شکست آں دولتخواہ حیلہا انگیختند و خران راجۂ سادہ منش را از اں جناب والا شورانیدہ فتنہ و فساد برپا ساختند و ایں ہمہ محنت ہا و صعوبتہا راکہ درامر ملکداری بظہور رسانیدہ بود مفت ضایع و

(بقیہ صفحہ گذشتہ) سرنگپٹن پر لشکرکشی کی اور راجہ کے مصارف کا انتظام کرکے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ راجا کو لکھا کہ اُس کا مکرم دوست کھانڈے راؤ اُس کے حوالہ کیا جائے۔ راجہ کے ایوان کی مستورات نے اُس کی بہت سفارش کی اُس پر حیدر علی نے جوابدیا کہ وہ مارا نہیں جائیگا بلکہ طوطے کی طرح پرورش کیا جائیگا تب وہ اسکے پاس بھیج دیا گیا۔ وہ وعدہ اس طرح پر پورا ہوا کہ ایک لوہے کا پنجرا بنوایا گیا اور کھانڈے راؤ کو اس میں بند کیا گیا اور تمام عمر اُس کو دودھ چاول کھلائے گئے۔

برباد کردن مے خواستند لہذا آں ہمہ را زیر کردہ راجہ را از کشمکش ملکداری بساحل نجات رسانیدہ - وخود متوجہ انتظام ملکداری شُد +

القصہ جب قلعہ کا اندرونی انتظام ہو گیا تو راجہ کو کام سے سبکدوش کر دیا گیا - اور حیدر علی خاں نے بہ نفس نفیس ایک مدت تک درستی انتظام وتنبیہ سرکشاں منافقت پیشہ اور جریمانۂ متصدیان بسیار خوار اور فراہمی سپاہ جدیدہ مزید اور تعلیم قواعد اور عدل و انصاف میں رات دن کوشش کی - اُس کی عام فیاضی اور سپاہیوں کی قدر دانی کا شہرہ بہت جلد چاروں طرف پھیل گیا - اور سرینگ پٹن اور اُس کے اطراف جو پامل مظالم ہو رہے تھے اور اُن میں ایک باغ خزاں دیدہ کی کیفیت نظر آتی تھی اُن کو لہلہاتا ہوا باغ بنا دیا - اور ہر پیشہ وفن کی قدر کرنے لگا جس سے ہر پیشہ وفن کے آدمی چاروں طرف سے آآ کر وہاں جمع ہو گئے - اُس کی فوج کثیر کا حساب دشوار ہو گیا +

زاں بعد حیدر علی خاں نے علاقہ جات جنوبی میسور یعنی مابین گھاٹ کوئمبٹور وغیرہ میں شور وشر سُنکر سید اسمعیل صاحب (برادر نسبتی) کو مع فوج ضروری وہاں کا انتظام قایم رکھنے کو روانہ کیا - اور اپنے شفیق قدردان نندراج کو مع متعلقات وزن وفرزند طلب کر کے ایک حویلی خاص میں نہایت عزت واحترام سے جگہ دی - اور ایسے غیر متوقع فتوحات اور ایسی غیر معمولی کامیابی پر خدا کا شکر بجالایا

میر مخدوم علیخاں کو قلعہ سریرنگ پٹن کا قلعدار مقرر کیا۔ پھر ایک روز راجہ مسند نشین اور نندراج کی محلسرائوں پر جاکر چند طبق جواہر پیش کیے اور رانیوں اور عورتوں کی بہت کچھ تشفی کی۔ اور اُن کے حسب دلخواہ تمام مصارف مقرر کردئے +

پھر نواب نے بنگلور جاکر ساہوکاروں کا وہ پچاس لاکھ روپیہ ادا کر دیا جو جنگ ایساجی کے متعلق قرض لیا تھا +

حیدر علی کا عروج اقبال حسب تاریخ حملات حیدری

حیدر علی خاں کی ترقی اقبال کا مقدمہ تاریخ نشان حیدری[1] کے موافق اوپر لکھا گیا۔ مگر صاحب تاریخ حملات حیدری[2] اس کی تفصیل

---

[1] تاریخ نشان حیدری فارسی میر حسین کرمانی کی لکھی ہوئی ہے۔ یہ صاحب ٹیپو سلطان کے سرکاری نوکر بھی رہے ہیں اور ٹیپو سلطان نے انتظام سلطنت کے تھوڑے روز بعد تاریخ کا لگا لگا دیا۔ اور سنہ ۱۲۰۲ ہجری میں اپنا یہ فرض نہایت اختصار و امانت سے پورا کیا +

[2] حملات حیدری ٹیپو سلطان کے ایک شاہزادہ موسوم بہ شاہزادہ سلطان کے نام کلکتہ میں تاریخ مذکور کو دیکھ کر سنہ ۱۲۶۳ ہجری مطابق سنہ ۱۸۴۷ء میں لکھی گئی۔ اور اس میں کچھ واقعات بھی بڑھائے گئے +

یوں کرتے ہیں :-

میر فتح علی کے بعد باپ کا ترکہ ان کے دونو بیٹوں (شہباز خاں اور حیدر علی خاں) میں تقسیم ہوا اور دونو اپنے اپنے حصۂ فوج کے سپہ سالار رہے۔ بعد چندے تقدیر نے چاہا کہ یہ متفرق طاقت ایک جگہ جمع کردے شہباز خاں کا انتقال ہوگیا اور حیدر علی نایک تمام متروکۂ آبائی پر قابض اور متصرف ہو کر تمام فوج پر حکومت کرنے لگا۔ اور میسور کے سب سردار اور سپہ سالاروں میں سربرآوردہ ممتاز سمجھا جانے لگا۔ تمام فوج اس کے برتاؤ سے خوش تھی۔ خصوصاً مسلمان سپاہی تو اسکے پسینے پر خون بہانے کے لئے تیار رہتے تھے۔ وزیر بالکل اُس کی مٹھی میں تھا۔ کوئی خاص کام بغیر اُس کے مشورے کے نہ کرتا تھا۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ بیجانگر کا انتظام سیاست درہم و برہم ہو چکا تھا۔ معمولی درجہ کے زیندار خود سر راجہ بن رہے تھے۔ بنگلور کا راجہ لچھمن راج سب میں مالدار اور نشۂ غرور و نخوت میں سرشار تھا۔ اُس کے پاس فوج تھی مگر اتنی نہ تھی جو علاوہ انتظام ملکی کے کسی غنیم کے مقابلہ میں کام آسکے۔ اور جو تھی وہ بھی متفرق اور منتشر تھی۔ حیدر علی نایک نے وزیر میسور کو سمجھایا کہ یہ وقت بنگلور کو حاصل کرنے کا ہے۔ اور میں ہر طرح کی بجاآوری خدمت کو حاضر ہوں۔ وزیر نے اُس کا کہنا مان لیا۔ راجہ میسور بھی راضی ہوگیا۔ اور حیدر علی نایک نے ۱۷۴۶ء میں بیس ہزار پیادہ و سوار کی جمعیت لے کر سرینگ پٹن سے واسطے تسخیر بنگلور کے

کوچ کیا۔ اُدھر جاسوسوں نے راجا کو خبر دی کہ بلائے ناگہانی سر پر آرہی ہے جو کرنا ہو کیجئے۔ راجہ اپنی بے سروسامانی سے مجبور ہو کر "سیورن ورگ" کے قلعہ میں جو اُس کی عملداری میں نہایت مضبوط قلعہ تھا جا بیٹھا۔ حیدر علی نایک کی فوج نے چاروں طرف سے اُسکو گھیر لیا۔ اور آمد ورفت کا راستہ بند کر دیا۔ ایک مہینے کے بعد اس شرط پر محاصرہ اٹھانا چاہا کہ راجہ بنگلور چار لاکھ روپے اُس وقت دے اور آٹھ لاکھ روپے سالانہ کا خراج راجہ میسور کو ادا کرتا رہے۔ راجہ بنگلور نے اُس کو غنیمت سمجھ کر منظور کر لیا۔ اور چار لاکھ روپے فی الفور ادا کر دئے۔ تب حیدر علی نایک نے سنبھوناتھ نامی اپنے ایک معتمد کو اپنا نایب مقرر کر کے بنگلور میں چھوڑا اور خود مع فوج نقارہ فتح بجاتا ہوا سرینگ پٹن میں واپس آیا۔ راجہ میسور حیدر علی نایک کی اس کارگذاری سے بہت خوش ہوا۔ بڑے جاہ و احتشام سے اس کا استقبال کیا۔ اور "فرزند ارجمند" کا خطاب مرحمت فرمایا۔ اب اس طرف کا حال سُنیئے کہ جب راجہ بنگلور کو حیدر علی نایک سے ہزیمت پانے پر شرمندگی ہوئی اور اُس کے ناعاقبت اندیش رفیقوں نے اُسکو بدلا لینے پر اُبھارا تو اُس نے حیدر علی کے نایب سنبوناتھ کو قید کر دیا اور اپنی فوج کو جمع کر کے آمادۂ بغاوت ہوا۔ جب یہ خبر میسور میں پہنچی تو حیدر علی بیس ہزار پیادہ و سوار نیزہ گزار لے کر سرکوبی کو جا پہنچا۔ ۶ صفر ۱۱۶۰ھ ہجری مطابق ۱۷۴۷ء کو بنگلور سے بیس میل ادھر ایک

میدان میں راجہ بنگلور کی فوج سے مقابلہ ہوا۔ راجہ کی ناآزمودہ کار جمعیت حیدر علی کی مشاق و پختہ کار فوج سے سر بر نہ ہو سکی۔ اس لئے پسپا ہونے پر مجبور ہوئی۔ اور راجہ بنگلور اسیر ہو گیا۔ تب حیدر علی نایک نے شہر بنگلور کا محاصرہ کیا۔ شرفا شہر نے شہر حیدر علی کو سپرد کر دیا۔ اور اُس کی اطاعت قبول کر لی۔ اُس کے متعلق جو قلعے اور پرگنے تھے اُن پر بھی فوجی قبضہ کیا گیا۔ سنبھوناتھ نایب کو قید سے مخلصی دیکر اپنی طرف سے حاکم بنگلو مقرر کیا۔ اور راجہ میسور کو فتح بنگلور کی اطلاع دی۔ اور بنگلور پر باقاعدہ حکومت کرنے کے لئے وہاں کے رسم ورواج اور رضامندی رعایا کے مناسب حال ایک دستور العمل بنایا اور سنبھوناتھ کو دیا کہ تحصیل محاصل اور پابندی ضابطہ میں اس کے خلاف نہ ہونے پائے۔ اُس کی ایک نقل وزیر میسور کے پاس روانہ کی۔ وزیر میسور حیدر علی نایک کی اس فتحمندی اور لیاقت سے بہت خوش ہوا۔ لیکن دل میں سوچا کہ کہیں ایسا نہ ہو جو راجہ بنگلور کے عزیز و اقربا اور فوجی سردار اتفاق کر کے شورش پیدا کریں جس سے میسور کو ایک مشکل میں پھنسنا پڑے۔ اس لئے اس چالاک وزیر نے وہ ریاست مفتوحہ حیدر علیخاں نایک کی سپاہ کے معاوضہ تنخواہ میں لکھ دی

عطائے تو بہ لقائے تو

حیدر علی اس رمز کو سمجھ گیا اور اُس نے خوشی سے قبول کر کے اپنی فوج کو دوچند تک بڑھا دیا۔ جس سے سب پر اُس کی دھاک بیٹھ گئی اور

کسی کو سر اٹھانے کی مجال نہ ہوتی۔ اور آہستہ آہستہ چاروں طرف کے راجوں اور زمینداروں کو اپنا مطیع کرنے لگا جس سے اُس کا ملک اور احاطۂ اثر اور زیادہ وسیع ہو گیا[۱]۔

سنہ ۱۷۵۱ء میں چندا صاحب اور فرانسیسوں کی فوج نے محمد علیخاں نواب کرناٹک کو بہت دق کیا۔ اور ترچناپلی کے قلعہ میں محصور کر لیا۔ تب نواب کرناٹک نے اپنا ایک سفیر باتوقیر نندراج وزیر میسور کے پاس بھیجا اور درخواست کی کہ اگر میں تمہاری کمک سے کامیاب ہو جاؤں تو قلعہ ترچناپلی مع اُس کے پرگنات متعلقہ کے تم کو دیدونگا۔ چنانچہ وزیر مذکور نے جنوری سنہ ۱۷۵۳ء میں بارہ ہزار سوار اور آٹھ ہزار پیادہ لیکر کرناٹک کی طرف کوچ کیا اور ۶ فروری سنہ ۱۷۵۳ء کو اپنی کار آزمودہ فوج کے ساتھ سواد ترچناپلی میں داخل ہوا۔ جو فوج قلعۂ ترچناپلی کو گھیرے تھی اُس سے سخت مقابلہ ہوا۔ طرفین سے کئی ہزار آدمی کام آئے۔ آخر میں فوج میسور نے میدان جیتا۔ حیدر علی خاں سپہ سالار میسور بھی مع اپنی جمیعت کے اس جنگ میں شریک تھے۔ اور انہوں نے اس موقع پر ایسی بہادری دکھائی کہ بڑے بڑے مردان کارزار اُن کا لوہا مان گئے کئی مرتبہ مخالف کی فوج میں گھوڑا اڑا کر گھس گئے اور کئی سرداروں اور افسروں کے سر کاٹ لائے آخر کو چندا صاحب مارا گیا اور فرانسیسوں کی

---

[۱] اس سے پہلے جو گوپال راؤ کے مختارۂ میسور کا حال لکھا وہ واقعہ اس کے بعد واقع ہوا ہے جبکہ بنگلور میسور میں شامل ہو گیا۔

کی جمیعت نے شکست کھائی اور بھاگ پڑ گئی۔ زاں بعد وزیر میسور نے نواب محمد علی خاں[1] سے تفویض قلعہ کا مطالبہ کیا تو نواب کرناٹک اُسکے بدلے مدرا کا قلعہ مع پرگنات متعلقہ اور زر خطیر کے دینے لگے جو وزیر میسور نے منظور نہ کیا۔ اور اب دونو کی دوستی دشمنی سے مبدل ہو گئی اور نئی چالیں شروع ہو گئیں ؛

[1] لیون۔ بی۔ بورنگ صاحب سی ایس آئی سابق چیف کمشنر میسور اپنی کتاب "حیدر علی و ٹیپو سلطان" میں لکھتے ہیں کہ سنہ ۱۷۵۱ء میں حیدر علی نے بڑی چالاق و چست خدمات انجام دیں۔ میسور کی فوج کے ہمراہ وہ رسالہ کا افسر تھا۔ محمد علی نے وعدہ کیا تھا کہ ترچناپلی اور جنوب کا ملک مشرق میں گھاٹ تک وہ میسور کو دے دے گا۔ میسور کے کمانڈر تیج راج نے دو رُخا کام کیا۔ یعنی انگریزوں اور فرانسیسوں دونو سے سازش کرتا رہا۔ لیکن آخر کار فرانسیسوں کا شریک ہو گیا۔ چونکہ محمد علی کی دغابازی سے تیج راج کو ترچناپلی پر قبضہ نہ ملا تھا۔ اس لئے ناچار سنہ ۱۷۵۵ء میں وہ میسور لوٹ آیا اور اس مہم میں بہت روپیہ صرف ہوا ؛

[2] صاحب موصوف نے وزیر کا نام تیج راج لکھا ہے۔ حالانکہ تیج راج میسور کے راجہ کا نام ہے۔ جو سنہ ۱۷۶۶ء میں مسند نشین ہوا۔ اور یہ معرکہ سنہ ۱۷۵۵ء کا ہے جب چکا کرشن راج میسور کا راجہ تھا۔ اور حسب تحریر مورخ حملات حیدری "گوراجی نند راج" وزیر با اختیار تھا (دیکھو صفحہ ۵۹ حملات حیدری) ؛

نندراج وزیر میسور جس کو نواب محمد علی خاں کی بدعہدی نے ناراض کر دیا تھا۔ اُس نے قلعۂ ترچناپلی کو بزور شمشیر حاصل کرنے کی نیت سے اُس کا محاصرہ کیا۔ لیکن چند اصاحب کے انتقال سے فرانسیس نواب محمد علی خاں سے مل گئے اس لئے وزیر میسور کی مشکلات بڑھ گئیں۔ اور محاصرہ کا کوئی مفید نتیجہ دیکھنے میں نہ آیا۔ اس میں وزیر کے پاس میسور سے یہ خبر پہنچی کہ مرہٹوں نے سرحد میسور پر تاخت تاراج کا طریق اختیار کیا ہے۔ اور اُن کا ارادہ میسور پر بڑھ کر میسور سے خراج لینے کا ہے تم جلد آؤ۔ اور اس کام کو سب پر مقدم جانو۔ وزیر نے فی الفور قلعہ مذکور کا محاصرہ اٹھا کر مع لشکر دارالریاست میسور کی طرف مراجعت کی۔ اور کوچ درکوچ داخل میسور ہوا۔ راجۂ میسور داخلۂ وزیر سے خوش ہوا۔ میسور میں فوج کی تعداد بھی بڑھ گئی۔ ایک روز سب سرداروں کے مشورہ سے یہ صلاح ٹھیری کہ مرہٹوں کی مدافعت کو فوج بھیجی جائے۔ لیکن فوج نے اپنا جانا منظور نہ کیا۔ کیونکہ اُس نے کئی مہینے سے تنخواہ نہیں پائی تھی۔ تب وزیر اور حیدر علی خاں نے نہایت حُسن تدبیر سے فی الفور تقسیم تنخواہ کا بندوبست شروع کیا۔ اور تالیف قلوب سپاہیان فوج کی راہ نکالی۔ اور تمام سردارا میسور کو جمع کرکے استفسار کیا کہ آپ صاحبوں میں مرہٹوں کی مدافعت کو کون آمادہ ہوتا ہے۔ سب جانتے تھے کہ مرہٹوں نے بڑی تعداد فوج سے چڑھائی کی ہے۔ اُن سے مقابلہ کرنا آسان کام نہیں۔

اس لئے کوئی سردار حوصلہ مندانہ طور سے اُن کے مقابلہ اور مدافعت کے لئے آمادہ نہ ہوتا تھا۔ آخرکار حیدر علی خاں کو جو اُس وقت حفاظت سرحد ملک جنوبی میں مصروف تھے۔ طلب کیا گیا لیکن قبل اس کے کہ فوج میسور کو فوج مرہٹہ سے مقابلہ کا اتفاق ہو اور مرہٹہ سردار حیدر علی خاں کی تیغ آتشبار کا معاینہ کریں ماہ اپریل سنہ ۱۷۵۶ء میں ارکان دولت میسوریہ نے مرہٹوں کو قریب دارالسلطنت کے پہنچا ہوا دیکھ کر اس شرط پر فیصلہ کر لیا کہ وہ بیس لاکھ روپیہ لیکر واپس جائیں۔ اس لئے اب اس شرط کے خلاف ہنگامہ آرائی کا موقع نہ رہا۔ اور وہ بلا بیس لاکھ روپیہ لے کر میسور سے دفعہ ہو گئے۔

ماہ اکتوبر سنہ ۱۷۵۶ء میں حیدر علی خاں اپنی فوج لیکر محال ڈنڈیگل میں پہنچے۔ ایک مہینہ وہاں رہ کر قلعہ شولاوندن کو لے لیا جو محال مذکور اس قریب محال ٹینوالی کے جانب شمال واقع تھا لیکن اس مقام میں محمد یوسف کمیدان لشکر انگریزی نے مقابلہ کرکے حیدر علی خاں کو ڈنڈیگل واپس کیا۔ حیدر علی خاں نے ڈنڈیگل

لہ لیون بی بورنگ صاحب سی۔ یس۔ آئی چیف کمشنر میسور لکھتے ہیں کہ مارچ سنہ ۱۷۵۷ء میں بالاجی باجی راؤ پیشوا یکایک سرنگاپٹم کے سامنے ظاہر ہوا۔ اور اُس نے ... سا روپیہ جبر سے وصول کر لیا منجملہ اس رقم کے پانچ لاکھ روپیہ تو نقد دیا گیا۔ اور بقایا ۲۷ لاکھ کی ضمانت میں چند اضلاع حوالہ کر دئے گئے۔

پہنچ کر ایک سال تک فرانسیسوں کی فوج کے آنے کا انتظار کیا۔ جب وہ جماعت[1] جمعیت میسور کے ساتھ آملی تو دونو نے ملکر شہر درا اور اس کے مضاف پر تاخت کی ہنوز حسب مقصود کوئی بڑا نتیجہ حاصل نہ ہوا تھا کہ دولت میسوریہ کی جانب سے حیدر علی خاں کے نام یہ خط پہنچا کہ غارتگر مرہٹوں نے لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا ہے اور پھر اس ملک میں داخل ہو کر طرح طرح کے ظلم کر رہے ہیں اور میسور سے چوتھ[2] طلب کرتے ہیں۔ اس لئے تم ممالک بعیدہ کی تسخیر چھوڑ کر جلد سریرنگ پٹن میں داخل ہو۔ اور ان کے ہاتھوں سے ملک کو بچانے اور ان کو ملک سے نکالنے کی تدبیر کرو۔ حیدر علیخاں اس خط کو دیکھتے ہی قصد تسخیر ممالک سے باز آئے اور مع اپنی فوج کے سرینگ پٹن کو روانہ ہوئے۔ فرانسیسی جماعت بھی ساتھ ہوئی۔ اس لئے کہ یہ جماعت اپنی اُس جماعت سے ملنا چاہتی تھی جو قلعہ ترچناپلی کو گھیری ہوئے تھے لیکن نواب حیدر علیخان کے سرینگ پٹن میں پہنچنے سے پہلے ارکان دولت میسوریہ نے مرہٹوں کو روپیہ دیکر ٹال دیا تھا۔ اسلئے حیدر علیخاں نے اپنا بیکار پڑا رہنا فضول سمجھا اور اپنی جاگیداد بنگلور کے ظلم ونسق اور اُسکی دیکھ بھال کے لئے روانہ ہوئے +

---

[1] یہ جماعت فرانسیس آخر جنوری ۱۷۵۸ء میں باختی مونسیر شہر دنڈیگل میں پہنچی تھی [2] رقم محاصل کی چوتھائی +

[3] مسٹر لیون بی بورنگ صاحب سی ایس آئی چیف کمشنر میسور اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ اسی سال ۱۷۵۵ء میں جبکہ میسور کی افواج مہم سے واپس طلب کی گئیں حیدر علی وندیگل کا فوجدار مقرر کیا گیا یہ وندیگل اب ضلع مدورا احاطہ مدراس میں واقع ہے

پانڈیچری کے واقعات

سنہ ۱۷۶۰ء میں پانڈیچری پر انگریز اپنا اثر ڈال رہے تھے یہ مقام فرانسیسوں کا ایک صدر مقام تھا۔ تب موسیٔر لالی نے جو فرانسیسوں کی طرف سے پانڈی چری کا حاکم تھا حیدر علی خاں سے مدد چاہی۔ حیدر علی خاں نے سات ہزار سوار اور پیادے مع توپخانہ اپنے برادر نسبتی میر مخدوم علی خاں کی سرکردگی میں روانہ کئے۔ میر مخدوم علی خاں دو مہینے تک وہاں ٹھیرے اور کئی مرتبہ موسیٔر لالی سے کہا کہ فرانسیسی فوج کو قلعہ سے باہر لاکر انگریزوں کے ساتھ میدانی جنگ کرے لیکن اُس پر انگریزی فوج کا رعب غالب ہوچکا تھا اس لئے وہ باہر نکلنے سے خایف رہا۔ اور آخرکار وہ مضبوط قلعہ انگریزی فوج کے افسروں کو سپرد کرکے چلاگیا۔ اور تمام فرانسیسی سوار۔ اور اہل حرفہ و پیشہ ور جو وہاں رہتے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۸۵) اس قلعہ پر میسور نے ۱۷۵۵ء میں قبضہ کیا تھا۔ یہاں حیدر علی نے فرانسیسی افسروں کی نگرانی میں جن کو اُس نے پانڈیچری سے بولایا تھا۔ ایک سلح خانہ قائم کیا اور اُس نے اپنی فوج کی تعداد کو بھی بڑھالیا۔ اور قرب و جوار کے سرداروں کو لوٹ کر اُس نے ایک بڑا خزانہ بھی قایم کرلیا اور یہی رتبہ جواب حیدر علی کو حاصل ہوا۔ اُس کے آنے والے اقتدار کا آغاز تھا۔

تھے میر مخدوم علی خاں کی فوج سے آملے۔ اور وہ میر مخدوم علیخاں کے ساتھ بنگلور کو آ گئے۔ ان میں توپ ڈھالنے والے زرہ جوشن بنانے والے لوہار۔ بڑھئی۔ قواعد دان ہر قسم کے آدمی تھے۔ حیدر علی خاں نے ان کو دولت غیر مترقبہ سمجھا۔ اور جو جس کام کے لائق تھا۔ اُس کو اُس کام میں لگایا۔ لیکن میر مخدوم علی خاں کی نسبت اس بات پر بڑی خفگی ظاہر کی کہ وہ بغیر لڑے کیوں واپس آ گئے۔ اس پر اُن کا درجہ بھی گھٹا دیا۔ آخر کو جب معلوم ہوا کہ وہ موشیر لالی کی بزدلی سے مجبور رہے تو تمام فوج کے سامنے اُن سے معذرت چاہی اور اُن کے جاہ و منصب میں ترقی کی۔ فوج والوں کے لئے یہ ایک تازیانہ تھا۔

نواب حیدر علیخاں کی حکمرانی میسور پر

حملات حیدری کا اقتباس مع فتوح دیگر

واقع سنہ ۱۱۷۱ہجری[1]

معنف حملات حیدری کا بیان ہے کہ:۔

۱۷۵۸ء میں جب بسواجی پنڈت فوج مرہٹہ لیکر حسب تحریر سابق

[1] یہ عدد کتاب نشان حیدری سے کہا گیا ہے۔

سریرنگ پٹن کے نواح میں داخل ہوا تاکہ قرار داد کے موافق
چوتھائی حصہ خراج میسور کا وصول کرے۔ تو راجہ میسور نے اخفا
کے ساتھ اپنا ایک سفیر اُس کے پاس بھیجا تھا۔ اور بسواجی پر
ظاہر کیا تھا کہ میں اس موذی مسلمان (حیدرعلیخاں) کے ہاتھوں
بڑی ذلت سے زندگی بسر کر رہا ہوں۔ تم مجھ پر رحم اور مذہب
کا خیال کرکے اس کے چنگل سے مجھ کو چھڑاؤ میں معقول رقم
پیش کرونگا۔ اس پر بسواجی مع اپنی تمام فوج کے سریرنگ
پٹن میں داخل ہوا۔ اب تک حیدرعلی خاں کو اس بات کی خبر
نہ تھی کہ وہ میری گرفتاری کے قصد سے آیا ہے۔ اُس میں اتفاقیہ
اُس کو ایک درباری دوست نے اس راز سے آگاہ کیا لیکن
اس موقع پر عجلت کے ساتھ وہ کوئی زبردست تیاری نہ کرسکتا
تھا۔ اور خیال تھا کہ شاید ایسی شہرت ہونے سے لوگ بسواجی
سے مل جائیں اس لئے وہ مع اپنے چند رفقاء کے چپ چاپ
بنگلور کو روانہ ہوگیا جہاں اُس کی اعتباری سپاہ موجود
تھی۔ اُس کے چلے جانے کے بعد بسواجی کو معلوم ہوا تو اُسکے
سواروں نے پیچھا کیا۔ لیکن شکار ہاتھ نہ آیا۔ اور وہ بنگلور جا پہنچا
اور وہاں پہنچتے ہی فراہمی سامان جنگ و جمعیت میں مصروف ہوگیا
میر مخدوم علی خاں مع اُس فوج کے جو پانڈیچری گئی تھی اندنوں
ارکاٹ میں مقیم تھے۔ ان کو لکھا کہ تم مع فوج کے جلد آ جاؤ۔ ادھر

میسور کے راجہ نے اس خیال سے کہ حیدر علی خاں کو جمعیت سپاہ کی زیادہ مہلت نہ دینا چاہیئے۔ بنگلور پر فوجکشی کا عزم کرلیا۔ اور کناری راؤ کو اپنی فوج موجودہ سرینگ پٹن سپرد کرکے حکم دیا کر دہ بنگلور پہنچ کر قلعہ بنگلور کا سخت محاصرہ کرے جو حیدر علی کا صدرمقام بن رہا ہے۔ جب کناری راؤ پہنچا تو حیدر علی نے اُس کو محاصرہ کا موقع ہی نہ دیا۔ اور اپنی فوج کو باہر لاکر ایسے پُرشوکت حملے کئے کہ فوج میسور کو شکست ہوئی۔ اور بعد معرکہ جدال وقتال کناری راؤ پکڑا گیا۔ راجہ میسور کو اس خبر کے سُننے سے سخت پریشانی اور پشیمانی ہوئی۔ چندروز کے بعد میر مخدوم علی خاں بھی مع فوج قاہرہ بنگلور پہونچ گئے۔ اب تو حیدر علی خاں کا دل بہت بڑھ گیا اور اپنی سب فوج کو درست کرکے سرینگ پٹن کو روانہ ہوا۔ اور بغیر مقابلہ و مجادلہ کے راجہ میسور کو حرم سرا میں قید کرلیا۔ اور سپہ سالار میسور کو لوہے کے پنجرے میں بند کردیا۔ قلعہ میسور پر قابض و متصرف ہوکر خود حکمران ریاست بن گیا۔ حیدر علی خاں کو یہ عظیم الشان کامیابی ۱۷۶۱ء میں حاصل ہوئی ۔

اسی کے ضمن میں دوسری بہت بڑی خداداد کامیابی کا حال سُنئے کہ اس سے چند ماہ پیشتر موشیرلالی حاکم پانڈیچری نے اپنا ایک باقتدار سفیر موشیر آیین نام بسواجی پنڈت

سپہ سالار افواج مرہٹہ کے پاس بھیجا تھا جو اُن دنوں ارکاٹ پر زور ڈال رہا تھا اور اپنی شان وشکوہ کی نمایش کو تین ہزار سپاہی فرنگی موشیر آلین کے ساتھ کردئے تھے۔ اور بسواجی سے کمک طلب کی تھی۔ لیکن بسواجی نے خشک جواب دیکر ٹال دیا۔ اس عرصہ میں موشیر آلین کو خبر پہنچی کہ پانڈیچری پر انگریزوں نے قبضہ کرلیا۔ اور موشیر لالی نکل گیا تو اس کا جی چھوٹ گیا اور وہ پانڈیچری واپس جانے کے بدلے مع جمیعت مذکور سرنگ پٹن میں آگیا۔ یہاں نواب حیدر علی خاں نے اُن سب کو نوکر رکھ لیا۔ ان لوگوں کے ذریعہ سے اُس کو اپنی فوج کو قواعد داں بنانے اور توپخانے کو آراستہ کرنے میں غیر معمولی مدد پہنچی اور اُس نے نہایت مستعدی سے اپنی تمام فوج کو درست اور تمام سپاہ کو چاق وچُست بنالیا اور خود بھی تمام قواعد جنگ سے واقف ہوکر پورا جنرل بن گیا۔

حیدر علی خاں کی فوجی تعلیم

یوں تو حیدر علی خاں بہادر قوم کی نسل بہادر باپ کا بیٹا تھا۔ گہوارۂ شجاعت میں جھولا۔ بہادری کی لوریاں سنیں۔ نیزہ وشمشیر کے کھیل کھیلا۔ مردانِ کارزار کے ساتھ رہا۔ اخلاق وادب کی

تعلیم پائی۔ باپ کے ساتھ رہ کر بچپن سے قوانین سیاست کا مطالعہ کرتا رہا۔ قدرت نے اُس کی صورت بھی سپاہیانہ بنائی تھی۔ صورت سے رعب و جلال ظاہر ہوتا تھا۔ اُس کا اخلاق سپاہیوں کے ساتھ برتاؤ کرنے میں خاص قسم کا تھا جس سے ہر فرقہ و ملت کا سپاہی اُس کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔ وہ جابجا کی خبریں لینے میں غیر معمولی قابلیت رکھتا تھا۔ شجاعت کے اظہار میں اُس کے اوصاف رُستمانہ تھے جنوبی دکن کی تاریخیں اُسکی رستخیز سے مملو ہیں۔ اُس کا نام تاریخ میں ایک خاص حصہ لیتا ہے لیکن افسوس کہ مشرقی تاریخوں میں بیوگرفی لکھنے پر بہت کم توجہ ظاہر کی گئی ہے۔ اور جب تک پوشیدہ واقعات معلوم نہ ہوں فلسفۂ تاریخ کی روشنی نہیں پڑتی۔ منجملہ اور باتوں کے ایک بڑی بات یہ ہے کہ اُس نے انگریزی قواعد کی مشق کہاں کی جو انگریزوں کے ساتھ معرکہ جنگ میں اُس نے برابر کی قابلیت ظاہر کی۔ بلکہ بعض موقع پہ اُن سے بڑھ گیا۔ اُس وقت کی فارسی تاریخوں میں اس کا ذکر نہیں۔ ہاں مُلا فیروز[۱] مصنف جارج نامہ کے اشعار سے یہ پتہ ملتا ہے کہ حیدر علی خاں تیس برس کی عمر میں انہے

[۱] مُلا فیروز نے فتوحات برطانیہ کے متعلق نظم میں یہ کتاب تصنیف کی ہے جو معتبر تاریخوں میں شمار ہوتی ہے۔ اور حیدر علی کا فلچری جاتا لکھا ہے۔ لیکن لیون بی بورنگ صاحب سی ایس آئی چیف کمشنر میسور کی کتاب میں پانڈیچری لکھا ہے اور فرانسیسوں کے ہیڈ کوارٹر کا بھی نام مشہور ہے۔

باپ کے کہنے سے پچاس سوار اور دو سَو پیادہ لے کر فلچری گئے۔ وہاں فرانسیسوں کے قواعد جنگ انگریزی معلوم کئے۔ اور وہیں فوج کے زرق برق آلات اور قواعد جنگ کے روزانہ مشق کا معاینہ کر کے ہر بات کو دل میں جگہ دی۔ آیندہ اُسی اصول پر کاربند ہونے سے اُن کی بہادری آگ سے بجلی بن گئی۔ ہم اس موقع کے چند اشعار نقل کرتے ہیں۔

نظم مُلّا فیروز مصنف جارجنامہ

چو مے تافت زو فرّۂ بہادری ۔۔ ورا نام بنہاد حیدر علی
بپرورد تا شد ز خوردی بزرگ ۔۔ بہ رزم و بہ پیکار گردن سترگ
دہ و بیست سال چو شد نامور ۔۔ سوئے فلچری شد بہ گفت پدر
بہمراہ او بود پنجہ سوار ۔۔ دو صد ہم پیادہ ورا بود یار
کہ بود فرانسیس را یادِ جنگ ۔۔ پدید آورد رسم و راہِ پلنگ
رسیدہ بد انجا یگہ سرفراز ۔۔ بیاسود از رنج و راہ دراز
بدیدار آن شہر بنہادہ پئے ۔۔ بدیدہ دژ و بارۂ و شہر و کوئے
ز ہر گونہ گوں ساز و سامان جنگ ۔۔ ہماں راہ و آئین جنگِ فرنگ
سپہ دیدہ ہر روز در مشق کبر ۔۔ فراواں شگفتید و کرد آفریں
درخشاں چو آئینہ آلات حرب ۔۔ ہماں راہ و آئین پیکار و ضرب

چو بیدار بدبخت ہشیار مرد | پسندید آں رسم و راہ نبرد
خود و لشکر خویشتن نامور | دل و جاں بپرداخت از خواب و خور
ہنرہا کہ آید گہ کارزار | دلیران بیکار جو را بکار
یکایک بیاموختہ آں ہنر | بہ پیش فرانسیس پرخاش خر
چناں شد کہ در ہند از ہند یاں | نہ بد کس کہ باد بہ بند و میاں

اقوال دیگر

ملا فیروز مصنف جارجنامہ کے بعد انگلش مورخین کی تصنیف سے پتہ لگایا گیا۔ تو مسٹر چارلس اسٹوارٹ تذکرۂ نواب حیدر علیخاں اور ٹیپو سلطان میں لکھتے ہیں کہ نواب حیدر علی خاں نے انگریزی قواعد کے فنون جنگ مسٹر لارنس اور کلیو کی پہلی لڑائیوں سے سیکھے تھے جن کے ساتھ اُس کو معرکہ آرائی کا اتفاق ہوا۔ اس کے بعد وہ ان اصول کو ترقی دیتا رہا جو بڑے بڑے معرکوں میں اُس کی کامیابی اور تفاخر کا ذریعہ ثابت ہوئے۔ +

لہ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ فارسی تاریخوں میں حیدر علی خاں کی تعلیم کے ایسے مبسوط حالات تحریر نہیں جن سے نتائج کا استنباط کیا جائے۔ لیکن میں ملا فیروز یا مسٹر چارلس اسٹوارٹ کے اس بیان کو بھی حیدر علی کی تمام فتوحات کی علت قرار نہیں دے سکتا کہ صرف فرانسیسی تعلیم یا مسٹر لارنس (ملاحظہ ہو صفحہ ۹۴)

چارلس اسٹوارٹ لکھتے ہیں۔ کہ حیدر علی نے ایک مرتبہ انگریزی فوج کی دو پلٹنیں یکبارگی جنگ میں نیست نابود کردیں۔ اور جب کوئی انگریزی فوج اُس کے مقابلہ میں آئی وہی سر برا اور چہرہ دست نظر آیا۔

۱۷۔ اگست سنہ ۱۸۵۴ء کو ترچناپلی کے پاس انگریزوں اور فرانسیسیوں میں جنگ عظیم واقع ہوئی۔ اس جنگ میں طرفین نے اپنے اپنے دوستوں کو بھی اپنی حمایت کے لئے یاد کیا تھا۔ فرانسیسوں کی کمک

(بقیہ نوٹ ص۹۳) اور کلیو کی لڑائیوں سے استنباط قواعد کرنے پر حیدر علی خاں کو لاثانی سپہ سالار بننے کا موقع ملا۔ بلکہ یہ خیال ایسا ہی ہے جیسے مغربی مصنف اکبرآباد کے لاثانی روضۂ تاج گنج کو اٹالین انجینیر کی طرف کھینچ لیجاتے ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو انگریزوں کے متعدد نامی افسروں کو۔ بحالت موجودی فوج کثیر کے ایک وقت میں شکست دینا اور فرانسیسوں کا مغلوب کرنا (جس کے واقعات آئندہ سامنے آئیں گے) اُس کی طاقت سے باہر ہوتا۔ بلکہ اُسکی فتوحات کا اصلی راز اُس کی معلومات مشرقی و مغربی دونو سے وابستہ ہے۔ اور مغربی اور مشرقی اوصاف نے ملکر اُس کی بہادرانہ طبیعت اور پولٹیکل دماغ میں ملک گیری اور ملکداری کا ملکہ خاص پیدا کردیا تھا۔ یہی سبب ہے جو اس کی مکمل طاقتوں کے سامنے کسی سردار و افسر یا راجا و نواب یا افسران فوج انگریزی و فرنچ کی نامکمل طاقتیں جو اُس وقت میں اُنکو حاصل نہ تھیں مغلوب ہوجاتی تھیں۔

کو حیدر علی خاں میسور کی طرف سے آئے تھے۔ انہوں نے پہلے اپنی فوج کو باقاعدہ انداز سے ایک مناسب موقع پر جمایا۔ انگلش افسران فوج کی نگاہیں خصوصیت سے اُن کی جانب متوجہ تھیں۔ اس میں اُس مشاق سپہ سالار نے اپنے سواروں کے ایک حصہ کو انگریزی سواروں کے بڑھے ہوئے لشکر ہراول پر آپڑنے کا حکم دیا۔ یہ سوار انگریزی فوج میں آکر غٹ پٹ ہو گئے۔ تلواروں کی بجلیاں چمکنے لگیں۔ انگریزی فوج کے سب افسر اس طرف متوجہ تھے کہ حیدر علیخاں اپنی جگہ دوسرے کو چھوڑ کر ایک کارآزمودہ رسالہ کے ساتھ پیچھے ہٹتے تا معلوم ہو کہ یہ اپنی فوج کے کسی انتظام میں مصروف ہیں اور پیچھے سے راستہ کترا کر حیدر اول فوج انگریزی پر اچانک یوں آپڑے کہ انگریزی فوج کو باقاعدہ پھرنے اور مقابل ہونے کی مہلت نہ ملی۔ اور افسروں نے فوج کو بدحواسی کی حالت میں دیکھا۔ اور حیدر علیخاں کے دستۂ فوج ہمراہی نے صف بندی کے قاعدہ کو توڑ کر ایسی ہل چل برپا کی کہ انگریزی فوج کو میدان چھوڑنا پڑا۔ حیدر علی پینتیس ۳۵ چھکڑے ہتھیار مع ساز و سامان جنگ کے فوج انگریزی کے قبضہ سے نکال لے گیا۔ جو اُس وقت اُسکی فوج کیلئے بیحد غنیمت تھے[1]+

[1] اس زمانہ کی دیسی فوجوں میں اکثر بلبی نال کی توڑہ دار یا چانپ دار پتھر کلا بندوق کا رواج تھا۔ انگریزی یا فرنچ توڑی دار بندوق ایسی سمجھی جاتی تھی جیسی آج کل ہنری مارٹینی رائیفل کی قدر ہے اُس لیئے انگریزی ہتھیار جو ہاتھ لگے۔ وہ اس وقت میں بڑی قدر کے لائق سمجھے گئے ہونگے +

تسخیر صوبہ سرا

واقعہ ۱۱۷۱ ہجری

جب حیدر علی خاں میسور کے مستقل حکمران ہو گئے تو تمام محالات اُن پرگنے جو بہ سبب بدنظمی ریاست اور غفلت راجہ اور وزیر میسور کے دوسروں نے دبا لئے تھے وہ اُن سے پھیر کر شامل ریاست کئے۔ اور کانور و کرپہ و شانور کو بھی افغانوں کے قبضہ سے نکال کر ممالک محروسہ میسور میں شامل کیا۔ زاں بعد نواب بسالت جنگ برادر نظام علیخاں صوبہ دار دکن نے جو خطہ آدھونی کے حاکم تھے حیدر علی خاں کی شرکت سے فایدہ اُٹھانا چاہا۔ وہ ان دنوں صوبہ سرا کی تسخیر میں مشغول تھے جو پہلے حیدر آباد میں داخل تھا پھر بالاجی راؤ پیشوا کے پاس چلا گیا تھا۔ اب جو بالاجی کے بیٹے بسواس راؤ نے پانی پت کے میدان میں احمد شاہ دُرّانی سے نہایت سخت شکست پائی اور اُس سے مرہٹوں کی طاقت بالکل ٹوٹ گئی تو بسالت جنگ اُسکے واپس لینے کی کوشش کر رہا تھا لیکن قلعہ کشائی کے ڈھنگ سے ناواقف تھا اسلئے اُسکی کوشش کامیاب نہ ہوتی تھی تب اُس نے حیدر علیخاں کو یاد کیا۔ حیدر علیخاں نے مع فوج کار آزمودہ و لشکر فرانسیس و توپخانہ آتشبار وہاں پہنچ کر تھوڑے عرصے میں قلعہ کوٹہ کو فتح کر لیا۔ اور معاہدہ کے موافق اُس کا

سامان و آلات جنگ وغیرہ جو اُس قلعہ میں بھرے ہوئے تھے نواب بسالت جنگ کو دیکر قلعہ پر مع اُس کے پرگنات متعلقہ کے اپنا قبضہ کیا نواب بسالت جنگ نے حیدر علی خاں سے آیندہ دوستی و اتفاق کا اقرار کرکے وعدہ کیا کہ وہ بادشاہ دہلی کے حضور میں عرضداشت لکھ کر حیدر علی خاں کی بنیاد اخلاص قایم کریگا۔ چنانچہ بعد گزرنے چند روز کے محمد شاہ بادشاہ دہلی کا سفیر مع اتحاد نامہ کے آیا اور سپر اور شمشیر مرصع کار اور پالکی جھالردار اور چتر جواہر نگار اور ماہی مراتب اور نقارہ ونشان اور انواع واقسام کے ہدیے اور نادر چیزیں حیدر علی خاں کے لئے لایا۔ اور اب سے حیدر علی خاں نواب حیدر علی خاں لکھا جانے لگا۔ اور بعد تسخیر قلعہ ہکوٹہ مرہٹوں سے لڑبھڑ کر قلعہ مرگسرا اور گجیری کو جو صوبہ سرا کے بڑے بھاگ تھے بزور چھین لیا۔ اور نیز آبتگر کے خطے کو جسے باسا بھی کہتے ہیں اپنے قبضے میں کر لیا۔ صاحب تاریخ نشان حیدری لکھتے ہیں۔ کہ سامان قلعہ مفتوحہ میں سے تین توپ کلاں نواب بسالت جنگ نے لے لیں۔ باقی سب سامان حیدر علی خاں کو دیدیا۔ اور نواب حیدر علی خاں بہادر چقماق جنگ سے مخاطب کیا۔ اور سند نظامت تمام صوبہ سرا کی مع خراج پانیکاران ماتحت نواب حیدر علی خاں کے نام لکھ دی بلکہ ضلع گرم کنڈہ مع قلعہ اُس پر اور اضافہ کیا اور سند دیتے وقت کہا کہ تم اس ملک کی سرداری اور حکومت

کے لایق ہو۔ خدا یہ ملک و دولت تم کو مبارک کرے۔ زاں بعد واب بسالت جنگ روانہ ادھونی ہو گئے۔ اور حیدر علی خاں نے چقماق جنگ کے خطاب کو تو اپنے نام کے ساتھ شامل نہیں کیا۔ لیکن نواب کا لفظ نام سے پہلے لکھنے لگا اور پندرہ بیس روز قلعہ میں رہ کر میر اسمعیل حسین کو وہ صوبہ اپنی طرف سے سپرد کر کے مراجعت کی

نوٹ لیون۔ بی۔ بورنگ صاحب اس واقعہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ نظام سلابت جنگ کے دو بھائی تھے۔ یعنی بسالت جنگ اور نظام علیخاں نظام علیخاں نے صلابت جنگ کو معزول کر کے قید کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۷۶۱ء کا ہے۔ دوسرے بھائی بسالت جنگ نے جس کی سپرد میسور کی سرحد پر ادونی کا ضلع تھا اس موقع کو غنیمت سمجھا۔ کہ اپنے مقبوضات کو بڑھاوے۔ اس لئے اس نے سیرا کے فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن اس مقام کو مرہٹوں کے قبضہ میں پایا جنہوں نے چند سال قبل سیرا پر قبضہ کیا تھا۔ ہوس کوٹ پر جو بنگلور سے زیادہ دور نہ تھا یورش کی۔ حیدر علی نے یہ یقین کر کے کہ بسالت جنگ اس مقام کو فتح نہیں کر سکتا اس سے خط و کتابت کی۔ اور یہ نتیجہ ہوا کہ تین لاکھ روپیہ سالانہ ادا کرنے کے معاوضہ میں وہ سیرا کا نواب مقرر ہوا اور اپنے تئیں نواب حیدر علی خاں بہادر مشتہر کیا۔ یہ خطاب ایسا نہ تھا جس کے عطا کرنے کا بسالت جنگ کو اختیار ہو لیکن اس کو حیدر علی نے بطور خود

علانیہ اختیار کیا۔

بسالت جنگ کے چلے جانے پر حیدر علی نے تیرا پر قبضہ کیا اور پھر چکّا بلّا پور رائے دروگ۔ ہرپن ہلّی اور چیتل درگ کے پالی گر سرداروں کی طرف عنان پھیری۔ اور یہ سب حیدر علی کی اطاعت قبول کر لینے اور خراج ادا کرتے رہنے پر مجبور ہوئے۔

تسخیر بالاپور خورد و کوہ سرا ے و نیوکنڈہ وغیرہ

۱۱۷۲ھ

جب نواب حیدر علی خاں نے صوبہ سرا کے بندوبست سے فرصت پائی۔ آٹھ ہزار سوار اور دس ہزار فوج باقاعدہ اور بارہ ہزار پیادہ کرناٹکی مع توپخانہ و دیگر سامان جنگ لیکر بالاپور خورد کی جانب کوچ کیا۔ پالیگار بالاپور خورد لشکر حیدر علی کے آنے کی خبر سُنکر قلعہ نشین ہوگیا۔ اور مرار راؤ گھوڑپا کو اپنی کمک کے لئے طلب کیا۔ وہ بارہ ہزار سوار و پیادہ لیکر آیا اور میدان غربی ندی گڑھ میں لڑائی ہوئی نواب حیدر علی خاں کی فوج نے پہلے ہی حملہ میں شکست دی۔ اور

دو ہزار گھوڑے چھین لئے۔ پھر قلعہ پر گولہ باری کرکے دروازہ توڑ دیا۔ تب راجہ نے صلح کا پیغام دیا اور سات لاکھ روپیہ پیشکش پر صلح قرار پاگئی۔ لیکن مرار راؤ کے غرور و حماقت نے اُس کو اس سے باز رکھ کر یہ صلاح دی کہ اپنے ناموس اور خزانہ اور زر و جواہر کو قلعہ سے نکال کر کوہ نندی میں چھپ جانا چاہیئے۔ اور جو روپیہ نواب کو دیتے ہو۔ وہ مجھے دو تاکہ میں نئی فوج نوکر رکھ کر نواب کو شکست دوں۔ چنانچہ چار پانچ لاکھ روپیہ جو اُس نے نواب کے دینے کو رکھا تھا وہ مرار راؤ کو دیدیا۔ اور قلعہ بھی اُس کی حفاظت میں چھوڑ کر خود کوہ نندی کو چلتا ہوا جب نواب کو یہ حال معلوم ہوا تو بہت زیادہ سختی سے گولہ باری کی گئی۔ اور بعد قتل و خونریزی وہ قلعہ فتح کرلیا۔ اور میر علی رضا خاں کو وہاں کا ناظم مقرر کرکے کوہ نندی کی طرف روانہ کیا اور خود مرار راؤ کی سرکوبی پر متوجہ ہوا۔ مرار راؤ اپنے علاقہ گوٹی بنڈہ میں بھاگ گیا۔ نواب نے تعاقب کرکے سات روز کی لڑائی میں گوٹی بنڈہ کو بھی فتح کرلیا پھر نوکنڈہ کو روانہ ہوا جہاں مرار راؤ کا ایک بڑا قلعہ اور تھانہ تھا۔ اُس کو ایک مہینے میں فتح کر پایا۔ یہاں قلعہ اور پہاڑ کے استحکام اور جانبازی و مستعدی فوج مخالف سے نواب کے گولہ اندازوں کو بڑی زحمت پیش آئی۔ لیکن آخر میں قلعہ دار نے لاچار و مایوس ہوکر وہ قلعہ نواب کے معتمدین کو سپرد کر دیا اور اُن کی آڑ میں پناہ لی۔ اُدھر میر

علی رضا خاں جو کوہ نندی کا محاصرہ کئے ہوئے تھے اپنی تدبیرات صایب اور کوشش مردانہ سے اس فراری راجہ اور جمعیت محصور پر غالب آئے اور نواب حیدر علیخاں کے حکم کے موافق راجہ کو مع متعلقات اسیر کر کے بنگلور کو روانہ کیا۔ راجہ کے لڑکوں میں سے دو لڑکے مسلمان ہو گئے۔ اُن میں سے ایک مر گیا۔ دوسرے کی نسبت جس کا نام صفدر علی خاں رکھا گیا۔ صاحب تاریخ نشان حیدری لکھتے ہیں کہ اب تک زندہ ہے۔ اور بدر الزماں کو قلعہ نو تسخیر کی قلعداری پر مامور کیا گیا +

اِس فتح و انتظام کے بعد نواب حیدر علی خاں صوبۂ سرا کے انتظام مزید کو واپس آئے +

مرہٹوں کا دوسرا حملہ

جب نواب حیدر علی خاں نے صوبہ سرا پر قبضہ پا لیا۔ اور نواب بسالت جنگ کی کارروائی سے خود مختار نواب بن گیا۔ اور مرہٹوں کے کئی مقام چھین لئے۔ تو مادھو راؤ پیشوا اس توہین کو برداشت نہ کر سکا۔ اور اُس نے چاہا کہ حیدر علی کو وہ ملک واپس دینے پر مجبور کرے +

لیون بی۔ بورنگ صاحب سی ایس آئی چیف کمشنر میسور اپنی

تاریخ میں لکھتے ہیں کہ جب حیدر علی نے ساوانور اور دھاڑواڑ کا قلعہ بھی لے لیا جو دریائے تنگ بھدرا کے دوسرے کنارہ پر واقع ہے تو حیدر علی کی ترقی کو روکنے کے لئے مادھوراؤ نے گوپال راؤ کو آگے بڑھایا جو میرج کا سردار تھا کہ ایک بڑی فوج سے حیدر علی پر حملہ کرے۔ لیکن حیدر علی نے اپنی تھوڑی فوج سے اُسکو شکست دی۔ اس میں مرہٹوں کی تمام فوج حیدر علی کے مقابلہ کو آ پہنچی اور رتی ہلی کے قریب جو ساوانور کے جنوب میں ہے بڑی خونریز جنگ واقع ہوئی جس میں حیدر علی مغلوب ہو گیا۔ اور اُس کی فوج کا بہترین حصہ کام آیا۔ اور وہ بدنور کے جنگل میں بھاگ کر اپنی جان بچا سکا لیکن مادھوراؤ نے دریائے تنگ بھدرا کو عبور کر کے بڑے شدّ و مد سے اس کا تعاقب کیا۔ اور چاروں طرف سے حیدر علی کو گھیر لیا۔ اور حیدر علی صلح کی درخواست پر مجبور ہوا۔ تب مادھوراؤ اس شرط سے صلح پر راضی ہوا کہ وہ تمامی علاقہ جو پہلے مراری راؤ والئے گُٹی کے قبضہ میں تھا واپس کر دیا جائے اور ساوانور مرہٹوں کو دے دیا جائے اور ۳۲ لاکھ روپیہ خرچہ جنگ ادا کیا جائے لیکن مادھوراؤ نے صوبہ سرا یا اُن علاقوں کی بابت جو اُس نے پالی گاروں سے چھینے تھے کوئی تعرض نہیں کیا۔ مگر دوسری تاریخ یا بورنگ صاحب کی اسی تاریخ سے کچھ پتہ نہیں ملتا کہ معاہدہ مصالحت کے بعد حیدر علی نے کیا عملدرآمد کیا اور نہ دوسری تاریخوں میں حیدر علی کی ایسی

قلعی شکست کا چند سطروں میں بیان مذکور ہے۔

فتح بڈنور کے دلچسپ واقعات

سنہ ۱۱۷۳ ہجری[۱]

یہاں تک نواب حیدر علی خاں نے کئی فتوح عظیمہ پر دسترس حاصل کیا۔ اور بتدریج قلاع و پرگنات صوبہ سرا بھی مرہٹوں سے لڑ بھڑ کر نکال لئے۔ اب اُس کی یاوری قسمت نے شہر بڈنور دار الحکومت ملک کنٹرہ کو فتح کرنے کی بھی راہ پیدا کی۔ جو صوبۂ سرا کے مضافات میں واقع تھا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ نواب حیدر علی خاں قلعۂ ہس درگ یا آبنگر (متعلق صوبۂ سرا) میں فروکش تھا۔ اس میں ایک نوعمر لڑکا اُس کے سامنے آیا۔ اور کہنے لگا۔ میرا قصہ عجیب ہے۔ میں بیڈر سنبھو راجہ بڈنور دار الملک کنٹرہ کا متبنےٰ ہوں۔ راجا مر گیا (یہ راجہ سنہ ۱۷۶۲ء میں فوت ہوا) اس کے ملک پر اُس کی شہوت پرست اور جوان رانی حکمرانی کرتی ہے۔ اُس کے بطن سے کوئی لڑکا نہیں دونو کو اپنے عیش کے سوا ملک کی پروا نہیں۔ برہمن دیوان سے چھنی ہوئی ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ملک برباد ہو رہا ہے

[۱] یہ سن کتاب نشان حیدری سے لکھا گیا ہے۔

میں نے رانی سے عرض کی کہ ایسی حالت میں آپ کی بدنامی متصور ہے۔ اور ملک کی بے بندوبستی کا حال سُن کر ممکن ہے کہ کوئی غنیم اس پر حملہ کرے اور اس ملک پر قبضہ کرلے۔ رانی میری ان باتوں سے کھٹک گئی۔ اور اپنے آشنا کے مشورہ سے میرے مار ڈالنے کی تدبیر کی۔ اور اپنے معتمد رازدار آدمیوں کو حکم دیا کہ اس چھوکرے کا گلا گھونٹ کر قلعہ کے باہر فلاں منہ رمیں دفن کردیں۔ اُن آدمیوں نے مجھ کو سوتے میں آدبایا۔ اور رات کے وقت جلدی جلدی میرا گلا گھونٹنے لگے۔ میں دم سادہ کر رہ گیا۔ گویا مر گیا ہوں۔ تب انہوں نے ایک کمل میں مجھ کو بطور گٹھری کے باندھا اور اُس مندر میں جہاں پہلے سے گڑھا کھود لیا تھا مجھے ڈال کر اوپر سے مٹی ڈال دی۔ اور چلے گئے۔ وہاں کا جوگی اس راز سے واقف تھا۔ یا اُس وقت یہ ماجرا دیکھ کر چُپ چاپ ہوگیا۔ اور جب وہ چلے گئے۔ تو اُس نے مٹی ہٹا کر مجھ کو نکالا۔ اور اُس کے حکم سے اُس کے چیلے نے میری گردن کی مالش کی۔ تب میں کئی دن میں بات کرنے کے لایق ہوا۔ جوگی نے میرا افسانہ سُنکر مجھ سے کہا۔ کہ تیرا یہاں رہنا مناسب نہیں۔ تو یہاں سے فقیرانہ بھیس بدلکر رات کو نکل جا۔ چنانچہ میں اُس رحمدل جوگی کا شکرگزار ہو کر رات کو وہاں سے چل دیا۔ کئی روز میں آپ کے پاس پہنچا ہوں۔ اور اب آپ سے اپنا انصاف چاہتا ہوں کہ راجا متوفی کی جگہ مجھ کو دلائی جائے۔ تھا نہی میرا

نام ہے۔ نواب حیدر علی خاں نے ان حالات کو بڑی دلچسپی سے سنا۔ اور کسی بہانہ سے ایلچی بھیج کر رانی کو طلب کیا۔ اُس نے جواب دیا کہ حیدر علی اپنے ملک کا نواب ہے۔ میں اپنے ملک کی رانی ہوں۔ وہ مسلمان ہے میں ہندو۔ میں اُس کے سامنے نہ جاؤنگی۔ جب ایلچی یہ جواب لایا تو حیدر علی خاں نے رانی کی اس سرکشی و تمرد سے برافروختہ ہو کر بڈنور پر فوجکشی کا ارادہ کیا اور

لہ بڈنور کی نسبت مصنف حملات حیدری نے اپنی تحقیق میں لکھا ہے۔ کہ بڈنور دارالحکومت کنڑہ کا مشہور شہر ہے۔ اُس زمانہ میں پچاس ہزار آدمی رہتے تھے مگر اُس کا دَور تین فرسنگ سے زیادہ ہے۔ اس مناسبت سے یہ آبادی کم معلوم ہوتی ہے لیکن اکثر کوچے بہت لمبے اور مکانات بہت وسیع بنے ہیں۔ اُن مکانات کے اندر باغ اور باغوں میں حوض اور تالاب واقع ہیں۔ اور سڑکوں پر اقسام سایہ دار درخت لگے ہوئے ہیں۔ تمام شہر میں کوچوں کے دونو طرف میٹھے پانی کی نہریں جاری ہیں۔ اور تمام کوچوں میں سنگین یا سنگریزوں کا فرش ہے ٭
یہ شہر ایک پہاڑ کے دامن میں واقع ہے جسکی چوٹی پر نہایت مضبوط اور دشوار گزار قلعہ بنا ہوا ہے۔ جو چاروں طرف بیس بیس فرسنگ جھاڑی جنگل سے گھرا ہے۔ صرف ایک تنگ راستہ قلعہ کو جانے کا ہے۔ اُس کے دونو طرف بھی چھوٹے چھوٹے قلعے غنیم کے روکنے کو بنے ہوئے ہیں۔ اور چاروں طرف کوسوں تک بانس کی جھاڑی ہے جس کا کاٹنا بہت ہی دشوار ہے۔ اور وہاں کے تنگ راستوں اور پک ڈنڈیوں کو سوائے واقفکار لوگوں کے ہر شخص نہیں جان سکتا۔

ایک ہزار سوار مع تجربہ کار فوج پیادہ کے جو دشوار گزار مقامات کو آسانی سے طے کر سکیں ہمراہ لیکر آبسنگر سے بڈنور کی طرف کوچ کیا۔ مہابدھی ساتھ تھا۔ جب یہ جمیعت سرحد بڈنور میں داخل ہوئی اور وہاں کے لوگوں نے معلوم کیا۔ کہ ہمارا متبنٰے راجہ نواب حیدر علیخاں کے ساتھ ہے اور نواب اُس کی عقدہ کشائی کو آیا ہے تو اُن سبنے راستہ دیدیا بلکہ ہر طرح اُس کی خدمات پر آمادہ ہو گئے۔ جب حیدر علیخاں سواد بڈنور میں پہنچا۔ تو رانی اپنی فوج لیکر سامنے آئی۔ طرفین کی فوجوں سے لڑائی ہوئی۔ لیکن نواب کی پختہ کار فوج نے اُس فوج کو جلد مغلوب کر لیا۔ اور رانی گرفتار ہو کر نواب کے سامنے لائی گئی ۔

دوسری روایت یہ ہے کہ رانی اُس قلعہ میں پناہ گزین ہو گئی اور ۲۷ روز کے محاصرہ سے تنگ آکر نواب کے سامنے حاضر ہوئی۔ اور اپنی جگہ مہابدھی کو حکمران کرنا منظور کر لیا۔ جب مہابدھی گدی نشین ہو گیا تو نواب حیدر علی خاں نے اپنی تھوڑی فوج واسطے بندوبست و انتظام کے وہاں چھوڑی باقی جمیعت کے ساتھ منگلور کو روانہ ہو گیا اور کہہ گیا کہ مراجعت کے وقت پھر یہاں رہ کر جائے گا۔ مہابدھی نے لڑائی سے پہلے نواب سے یہ اقرار کر لیا تھا کہ وہ مسندنشینی کے بعد اس امداد کے شکریہ میں بندر منگلور کو مع اُس حصہ ملک کے جو مملکت میسور کے متصل ہے نواب کو حوالہ کریگا ۔

رانی نے بعد چلے جانے نواب حیدر علی خاں کے مہابدھی کو اپنے

جال میں پھانسا اور اُس سے کہا۔ اے بے وقوف لڑکے تو نے
غضب کیا جو حیدر علی کو یہ موقع دیا۔ تو نہیں جانتا کہ وہ مسلمان ہمارے
مذہب کا دشمن ملک گیری کی ہوس رکھتا ہے۔ آج تجھ کو مسند پر
بٹھایا ہے۔ کل تجھ سے ملک چھین لیگا۔ اور اس طرح یہ ملک مسلمانوں
کے قبضہ میں چلا جائے گا۔ اس سے بہتر ہے کہ جب نواب منگلور
سے واپس آئے تو اُس کا کام تمام کر دیا جائے۔ مہابدھی نے کہا
کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ رانی نے جواب دیا کہ نواب راجہ کی دولتسرا
میں ٹھیرا تھا اور جب واپس آئے گا تب بھی وہیں ٹھیرے گا۔ اُس
دولتسرا کے اندر سے بڑے مندر کو راستہ گیا ہے جس سے کوئی
واقف نہیں۔ اُس کو بارود سے بھروا دیا جائے۔ اور جب نواب آرام
میں مصروف ہو تو ایک دم اُڑا دیا جائے۔ بدنصیب مہابدھی نے
اس کو مان لیا۔ تب اُس رانی نے اپنے آشنا پنڈت کے ذریعہ
سے یہ منصوبہ پورا کیا۔ لیکن جب نواب واپس آیا تو قبل داخلۂ
مکان ایک رازدار پنڈت نے اُس کو اس راز مخفی سے آگاہ
کر دیا۔ نواب نے اُس کے محاصرہ و تحقیقات کا حکم دیا۔ جب معلوم
ہوا کہ یہ بات صحیح ہے۔ تو اُس نے رانی اور اُس کے آشنا
برہمن کو وہیں قتل کرا دیا۔ اور مہابدھی کو گرفتار کر کے قلعہ مگھیری
میں بھیج دیا۔ اور سارے ملک پر قبضہ کر لیا۔ مُلا فیروز صاحب مصنف
جارجنامہ نے اس واقعہ کو نظم میں لکھا ہے۔ اس میں رانی کی

اُس سفاکی کا ذکر نہیں جو مہابد جی نے اپنی تدبیر ہلاکت کی نسبت نواب حیدر علی خاں سے بیان کی باقی اور تمام واقعہ اس صراحت سے درج ہے :-

اشعار جارجنامہ

شگفتے زکردار حیدر شنو
نوائے نو آئینِ دیگر شنو

چو آورد بوم سرا[1] را بدست
سر سرکشاں کردہ یکبار پست

کنار[2] اک بدکشورے بس بزرگ
نشیمنگہِ راجگانِ سترگ

درختش ہمہ صندل و ساج و عود
کشیدہ ہمہ سر بچرخ کبود

پُر از میخک و فلفل و جوز و ہیل
ہمہ بیشہ و دشت و راغ سبیل

درانجا یکے رائے بد کدخدائے
چو زیں خاکدان شد بدیگر سرائے

بجایش یکے خورد کودک گذاشت
بجز وے دگر جانشینے نداشت

پسر نارسیدہ بدہ زانش مام
گرفتہ بکف کارہا را زمام

رسیدہ چو شد کودکِ نارسیدہ
دلش مہر پیوند شاہی گزید

نشستن بجائے پدر کرد رائے
زمادر نشد آرزویش روائے

چو زن از ہوائی سر شاہی کشید
بجز خود سزاوار شاہی ندید

سخن بود زور راستی ناپدید
زمادر چو فرزند شد ناامید

---

[1] قلاع و محالات صوبۂ سرا جو مرہٹوں سے لڑ بھڑ کر حاصل کئے +

[2] کنارا یعنی کنڑہ جس کو مصنف نے فارسی تلفظ میں کنارا لکھا +

بیازرد از مام و پژمرده روے — ز حیدر از آن درد شد چاره جوے
بگفت آے ز بردی به بندی کمر — مرا بر نشانی بجاے پدر
سپاس ترا پاس دارم بجان — بگنج پدر آنچه باشد نهان
سپارم فراوان ازان خواسته — بگو هر همه چیز آراسته
جدا کرده از کشورم منگلور — به بخشم نباشم ز فرمانت دور
مر آن شهر باشد. بفرمان تو — کسے سر نه پیچد ز پیمان تو
چو بشنید حیدر سپه بر نشاند — بسوے کنارا به تندی براند
به نزد دژ آمد چو از دور راه — زن رانی آمد برون با سپاه
دو لشکر چپ و راست سر بر زده — زمیں گل شد از خونِ هر دو رده
پس از آنکه بسیار پیکار شد — زن از بختِ واژون گرفتار شد
بر خویشتن خواندش آن سرفراز — نه کرده دمے دست بر وے دراز
پسر را بیاورد نزدیک مام — سوے آشتی نیز بسپرده گام
دل هر دو از کینه پرداخته — دو سینه ز کینه تهی ساخته
دلِ مام خوشنود شد از پسر — بآئین بدو داد جاے پدر
نشیمن شدش جایگاهِ مهی — گشاده دو دستش ز فرماندهی
ز بازوے حیدر رسید او بکام — همش مهربان گشت آشفته مام
چو شد رانے زاده به راے بلند — به عهد و پیمان شد کاربند
وفا پیش خواند و جفا کرد دور — سپردش دژ و بارهٔ منگلور
جدا گشته زو حیدر نامجوے — بدانسوے با لشکر آورد روے

که آن جایگه را بگیرد بدست — بد انسان که شاید دهد بند و بست
نشاند ز خود مرزبان جابجا — گمارد ز نزدیک خود پیشوا
چو شد حیدر از زاده رای دور — بر غمش سخن راند مادر بپور
چگفتش بگفته که ای پور خام — ندانسته از سروری جز که نام
نبایست با او ترا گشت دوست — ترا در جهان بدترین دشمن اوست
بود او مسلمان و بیگانه دین — به بیگانه دینان بود پر ز کین
مسلمان اگر چون فرشته به خواست — چو وابنگری بدتر از دیو اوست
بگیرد همه کشورت را بدست — به کیش نیاکانت آرد شکست
شود زنده نه کشور و دین ما — برافتد از و نام و آئین ما
اگر تو بگردون برائی بلند — کشد بر زمینت به خم کمند
شوی گر بدریا زبیمش نهان — چو ماهی بشست اردت بیگمان
چو او باز گردد بدین جایگاه — ورا ساخت باید نهانی تباه
وگرنه تو مر خویشتن را مرده گیر — سر و تن بخون اندر آورده گیر
جوان چون ز مادر شنید این سخن — نژند شد به اندیشه سرتا به بن
بگفت ز مادر نهاده دو گوش — سپرده روان و دل و جان و هوش
سگالیده با هم دگر مام و پور — که چون وا رسد حیدر از منگلور
بکاخی بر آورده اورا فرود — گسسته نهان کاخ را تار و پود
فرود آوریم آن سرا بر سرش — بخاک اندر آید سر و افسرش
سگالش بدینگونه آمد بجای — میان زن و پور ناپخته رای

کنون حال زن بشنو اے نیکوے   که چون بود کارش پس از مرگ جے
چو جو بندهٔ کام بود و هوا   چنان چون بود در ره ناپارسا
گزیده بکامش یکے برهمن   از و شاد زان سان که از بت شمن
ورا خواند نزدیکش آن چاره‌گر   بگفت آنچه بودش بدل سربسر
برهمن پرستار بتخانه بود   بنزدش یکے خانه شاهانه بود
فراوان بآذین بیاراسته   بزینت چو فردوس پیراسته
پئے حیدر آن خانه کرد پسند   که بر جانش آرد بدانجا گزند
بگفتش ز بتخانه تا آن سرا   نماید زمین را تهی جا بجا
کشاید بزیر زمین ره فراخ   رساند سرِ نقب تا زیر کاخ
بدان سان که فرمود آن شوم زن   بانجام آورد آن برهمن
چو حیدر بپرداخت از منگلور   بیامد بجائے که بد مام و پور
پذیره شده پور و مام و سپاه   دران کاخش آورد از گرد راه
بپیوسته با او ز هرگون سخن   همی جست هنگام آن خیره زن
که ایوان ز مردم چو ماند تهی   بحیدر فرود آرد از ابلهی
کسے را که ایزد بدارد نگاه   نگردد ز دستانِ دشمن تباه
بفرمانِ دارندهٔ جان و تن   بکاخ اندر آمد یکے برهمن
نشسته دران جا بدر رائے نو   همان مادرِ کشور آرائے نو
جز ایشان سرانِ سپه سربسر   نشسته یکے ایستاده دگر
بحیدر سخن گفتن آغاز کرد   سرِ راز پوشیده را باز کرد

نهان بخیه افگند بر روی کار / براو نقب پنهان نمود آشکار
شنید و روانش بر آشفت سخت / بر آن مادر دیو بے گم کرده بخت
کسانیکه بودند انباز کار / بفرموده بستند وکشتند زار
بماندم زن ور انبازداران او / در آن کار انباز و یاران او
به دژخیم فرمود کز تیغ تیز / برانگیزد از جان شان رستخیز
به بسته به بند گران پاے راے / فرستاده در شهر و بوم سراے
بروکرده زندان یکے از حصار / نشانده بپایش بسے استوار
سوے شهر بڈنور شد با سپاه / کز آن شهر بد را تخت گاه
شدان شهر و کشور مراو را رهی / فرهمند را شد فزون فرهی
بدست آمدش خواسته بیشمار / ز رایان و نام آوران یادگار
کز آن را کران وکناره نبود / شمردے اگر کس شماره نبود
ز زر و سیم آموده انبار ها / ز هرگون گهر بود خروار ها
طرائف ز هرگوں به انبوه بود / نفائس بسے توده چون کوه بود
نگاور هیونان و پیلان مست / ز زر گوهر آموده جائے نشست
چو الماس شمشیر زرین نیام / ز زرین و سیمین رکیب ستام
زره وز خنجر ز خفتان و خود / بکس هیچ اندازه پیدا نبود
زبس کس گنج اندوخته / بماند و همی تن در جگر سوخته
چو فرخنده بدر روز فیروز مرد / بدستش بیفتاد بے رنج و درد
ازان کشور و گنج و آن خواسته / فراوان بشد کارش آراسته

زگردون ورا بود چون یاوری	رسانندہ بہ شاہان سرِ ہمسری
مہانِ جہاں زو گرفتہ شمار	زنامش ہراسان بسے نامدار
چو زان بوم آمد بدستش زمام	بگرداندہ از رانہ بڈ نور نام
بفرمود تا مردمان سر بسر	مر آن شہر خوانند حیدر نگر

الغرض حیدر علی خاں کو یہ خداداد فتح ایسی حاصل ہوئی کہ اُس نے حیدر علی خاں کو دفعتہً کُرسی سے تخت پر بٹھا دیا +

ملک انواع برکات سے بھرا ہوا پایا۔ علاوہ پیداوار چاول کے مرچ سیاہ دارچینی۔ جاے فل۔ لونگ۔ الایچی۔ موتی۔ مونگا صندل عود۔ ہاتھی دانت کا معدن تھا۔ ملک کے پہاڑ۔ سونے۔ الماس۔ یاقوت کی جھولیاں بھرے کھڑے تھے۔ قلعہ بڈنور کے خزاین کی حد نہ تھی سونے چاندی کی اینٹیں۔ مرصع پتلیاں۔ زیورات۔ موتی اور جواہرات کے اتنے بڑے بڑے ڈھیر لگائے گئے تھے کہ اس طرف کا سوار اُس طرف سے نظر نہ آتا تھا۔ اور یہ زر و جواہر بطور غلّہ کے منوں اور پنسیریوں سے تولے گئے۔ حیدر علی خاں نے اس لاانتہاہی خزانہ سے اپنی تمام فوج اور اپنے سب ملازموں کو ڈیڑھ ڈیڑھ برس کی تنخواہ بطور انعام عنایت کی۔ اور نام منگلور کا کوڑیال یا شاہ بندر اور بڈنور کا حیدر نگر رکھا۔ اور اپنے آپ کو بادشاہ کنڑہ و کارگس

ا۔ کارگس بھی ایک ریاست سرحد کنڑہ پر واقع تھی۔ اُس کے پہاڑ اسکو ملکت کنڑہ اور میسور اور ملک ملیبار سے جدا کرتے ہیں +

کارگس کے لقب سے ملقب کیا۔

تحقیق مزید از تاریخ بورنگ صاحب

یون۔ بی۔ بورنگ صاحب سی۔ ایس۔ آئی چیف کمشنر میسور اپنی تاریخ "حیدر علی اور ٹیپو سلطان" میں لکھتے ہیں کہ :۔

موضع کلادی[1] میں دو بھائیوں نے سنہ ۱۵۶۰ء میں ایک خزانہ پایا تھا۔ وہ خود کو نایک کہتے تھے۔ انہوں نے موضع ایکیری میں حکومت کی بنیاد ڈالی۔ پھر ان کے جانشینوں میں سوآپا نایک نے سنہ ۱۶۴۰ء میں ایکیری کو محفوظ خیال نہ کرکے بڈنور یا بدرور کو جس کے معنی بانسوں کا شہر ہے۔ اپنا مستقر قرار دیا۔ یہ مقام دشوار گزار پہاڑوں میں واقع اور جنگل جھاڑی سے گھرا ہوا تھا۔ اور خود اس نے اس کو اور زیادہ مستحکم بنالیا۔ اس سردار کے قبضہ میں صرف بڈنور کا کوہستانی ملک ہی نہ تھا بلکہ پہاڑوں کے نیچے کا میدان بھی تھا جو مغربی ساحل تک پھیلا ہوا تھا اور اب اس کا نام کنارا (کنڑہ) ہے۔ اس ملک میں بشک و شبہ دس ہزار میل زمین شامل تھی۔ اور سترھویں صدی کے شروع میں یہ نایک میسور کے راجاؤں سے زیادہ قوی تھے۔ اس محفوظ مقام پر نایک دو سو برس سے زیادہ با اطمینان حکومت

---

[1] یہ گاؤں میسور کے شمال و مغرب میں واقع ہے۔

کرتے رہے۔ لیکن سواپا نایک کے انتقال کے بعد کوئی اولعزم حکمران پیدا نہیں ہوا۔ اس لیئے اس کے جانشینوں نے اُسی قدر ملک پر قناعت کی جو سواپانایک نے چھوڑا اور فتح کیا تھا۔ ۱۷۵۵ء میں بسواپانایک نے جو اُس وقت حکمران تھا انتقال کیا۔ اور اپنے متبنےٰ بیٹے چینابسویا کو جو کم عمر تھا اپنی رانی ورماجی کے سپرد کر گیا۔ تاکہ اس کے جوان ہونے تک اس کی پرداخت کرے اور ملک کے کاروبار کی نگراں رہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ مبتلائے عیش ہوگئی اور اُس نے اپنے آشنا کے اتفاق سے چینا بسویا کو قتل کرادیا۔ لیکن نو دعویدار جو حیدرعلی کے سامنے پیش ہوا یہی کہتا تھا۔ کہ وہ خود چینا بسویا ہے۔ اور ورماجی اور اُس کے آشنا کے ظلم سے بچنے کے لئے وہ فرار ہو کر آپ کے سامنے حاضر ہوا ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ بعد فتح سرا و افعہ نواب بسالت جنگ چیتل دروگ کے قریب حیدرعلی کا لشکر پڑا ہوا تھا۔ اس میں ایک شخص آیا اور اُس نے خود کو متوفی راجا کا متبنےٰ اور مستحق ریاست بدنور قرار دیا اور اپنی ماں کی ناجائز حرکات کا اظہار کیا اور حیدرعلی سے امداد کا طالب ہوا۔ حیدرعلی نے اُس کو گدّی نشین کرنے کے بہانہ سے ۱۷۶۳ء میں بدنور پر حملہ کر دیا۔ اور چینا بسویا کو ساتھ لیا۔ آگے بڑھ کر کوسمی کے ویران ملک میں راجہ متوفی کے اگلے وزیر کو مقید پایا جس کو غالباً رانی کے آشنا نے قید کرادیا ہوگا۔ حیدرعلی نے اس وزیر کو رہائی دیکر اپنا رہبر بنایا۔ اُس کی رہبری نے

اُس کو جنگل جھاڑی کے بیچ ہو کر ایک خفیہ راستہ بتادیا۔ وہ اُس راستے سے ایکدم شہر بدنور کے سر پر جا پہنچا۔ تھوڑی دیر میں ایک تلاطم برپا ہو گیا۔ شہر کے آدمی شہر چھوڑ کر جنگل کو بھاگے اور رانی کا گارد خوف سے مقابلہ کی تاب نہ لا سکا اور محل میں آگ لگا دی۔ حیدر علی نے فوراً یہ آگ بجھوائی۔ اور تمام محلات سرکاری کو مقفل کرادیا۔ اور پہرے بٹھلا دئے ✦

کہا جاتا ہے کہ یہاں حیدر علی کے ہاتھ بارہ ملین پونڈ یعنی ایک کروڑ بیس لاکھ پونڈ کی دولت ہاتھ لگی۔ اور حیدر علی نے رانی کے متبنے بیٹے سوماسک ہر اور جھوٹے دعویدار کو مع رانی اور اُس کے آشنا کے مدگری کے کوہی قلعہ میں جو میسور کے مشرقی حصہ میں واقع ہے بھیج دیا۔ آگے چلکر لکھتے ہیں کہ حیدر علی کو ایک بڑی سازش دریافت ہوئی۔ سازش کے شرکاء میں سے تین کو پھانسی دی گئی ✦

لہ ہم بیون۔ بی۔ بورنگ صاحب کی اس تحقیق کو مورخ محلات حیدری اور مصنف جارجنامہ کے خلاف اور نیز حیدر علی کی مناسب وقت سیاست کے مقابلہ میں صحیح تسلیم نہیں کر سکتے اور جو صاحب موصوف نے رانی کا مع آشنا و متبنے کے مدگری کے قلعہ میں بھیجا جانا۔ اور پھر اجمالاً بلا اظہار نام تین شخصوں کو پھانسی دیا جانا لکھا ہے۔ صاحب موصوف کی تحقیق پر صحیح روشنی نہیں ڈالتا ہے۔ ہمارے نزدیک وہی روایت صحیح ہے۔ جس کے موافق رانی اور اُس کے آشنا کو قتل کرادیا گیا۔ اور متبنے کو قلعہ میں قید کیا گیا ✦

پرتگیزوں سے معاملہ

جب نواب حیدر علی خاں نے ممالک کنٹرہ کے ضروری انتظاموں سے فرصت پائی۔ اُن کو خیال ہوا کہ پرتگیزوں نے ممالک کنٹرہ میں سے کچھ قلعے اور پرگنے چھین لئے ہیں وہ اُن سے واپس لینے چاہئیں تب نواب موصوف نے اُن پر فوجکشی کر دی۔ اور آگے بڑھ کر علاقہ کاڑواڑ اور اُس کے قلعہ کو جو پہلے مملکت کنٹرہ میں داخل اور اب پرتگیزوں کے علاقہ ہند میں شامل تھا عاملان پرتگیز کے قبضہ سے نکال کر اپنا انتظام قایم کر دیا۔ اور قلعہ رآمہ کی طرف بڑھے۔ یہ قلعہ پرتگیزوں کے صدر مقام گوا کے راستے پر واقع تھا جو دشمن کو گوا پر چڑھنے سے روکتا تھا۔ اُس موقع پر انگریز اور فرانسیسوں نے پرتگیزوں کی طرفداری میں نواب حیدر علی خاں کو مدد دینے سے عذر کیا۔ تب مصلحت اندیش نواب نے مصالحت کا ڈول ڈالا۔ پرتگیزوں نے بھی مصالحت کو مصلحت وقت سمجھا اور کاڑواڑ کا علاقہ نواب حیدر علی خاں کے حق میں چھوڑ کر جان بچائی۔ اور نواب موصوف کامیابی کے ساتھ مراجعت فرمائے منگلور ہوئے۔

قوم ماپلہ کا مطیع ہونا اور قوم نایر پر فتح پانا

ماپلہ قوم ماپلہ خود کو عربی النسل کہتی ہے۔ اور تمام سواحل ملیبار پر لاکھوں کی تعداد میں پھیلی ہوئی ہے۔ خشکی اور تری کی تجارت پر قابض ہے۔ سود بہت زیادہ مقدار میں لیتی ہے۔ اس لیے اُس کا تمول بہت زیادہ بڑھ گیا تھا۔ دوسری قوم

نایر سواحل ملیبار کے قدیم باشندوں سے مرکب ہے۔ ان کی قومی رسمیات عجیب ہیں بیٹے کی جگہ بھانجے کو اپنا وارث کرتے ہیں۔ اور جیسے مسلمان مردوں کو چار نکاح جائز ہیں ویسے ہی اُن کی ایک عورت چار مرد اختیار کرتی ہے۔ جب ایک مرد اندر جاتا ہے تو دروازہ پر آدمی کو بٹھا دیتا یا اپنے جوتے یا کوئی ہتھیار چھوڑ دیتا ہے تاکہ دوسرا مرد آئے تو اندر جانے کا قصد نہ کرے۔ ہفتہ میں ایک روز چاروں مرد عورت کے گھر میں جمع ہوتے اور ایک جگہ کھانا کھاتے ہیں۔ اور ہر مرد اپنی حیثیت کے موافق ہفتہ کا خرچ عورت کو دیدیتا ہے۔ اولاد کی پرورش عورت کے ذمہ ہے۔ جب لڑکا پیدا ہوتا ہے تو وہ ماموں کو باپ بناتا ہے اور عورت کے چاروں شوہر

کو باپ کہتا ہے۔ یہ قوم بھی لاکھوں کی تعداد میں بستی ہے۔ اتفاق سے
کاتانور کے نایر راجہ کی لڑکی علی راجہ پر عاشق ہو گئی جو قوم ماپلہ کا نوجوان
اور خوب صورت سردار تھا۔ جب اُس کا عشق ظاہر ہوا تو نایر راجہ
نے باوصف اختلاف دین و مذہب اپنی خوشی اور رضامندی سے اُس
لڑکی کی شادی علی راجہ سے کر دی۔ اور مرتے وقت علی راجہ کو اپنا جانشین
بنایا۔ اور کاتانور کی حکومت اُس کو سپرد کر دی۔ اس پر قوم نایر کے
دوسرے سردار برافروختہ ہوئے۔ اور قوم ماپلہ کے ادائے قرضہ میں
تساہل اور تجاہل کرنے لگے جو قوم ماپلہ کے سخت نقصان کا باعث تھا
علی راجہ کی شادی قوم نایر کی عام برافروختگی کا سبب ہوئی۔ اور
قوم نایر کے لوگ قوم ماپلہ کے ساتھ زیادہ شرارتیں کرنے لگے۔ تب
قوم ماپلہ کے سرداروں نے علی راجہ کو متفق کر کے اپنا ایک سفیر نواب
حیدر علی خاں کے پاس روانہ کیا۔ اور عرضداشت میں لکھا۔ کہ ہم
مسلمان ہیں۔ ہماری حمایت کا خیال رہے۔ ہم سب اطاعت کو حاضر ہیں
حیدر علیخاں نے اس سفارت کو بڑی خوشی سے قبول اور سفیروں کو
خلعت فاخرہ دیکر رخصت کیا۔ اور قوم ماپلہ کو اپنی حمایت کا یقین دلایا۔
ماپلے جہازرانی کے کام سے بخوبی واقف تھے۔ خشکی اور تری میں
اُن کی تجارت ترقی پر تھی۔ اور علی راجہ کے تجارتی جہاز مال لیکر ادھر
اُدھر جایا کرتے اور دوسری جگہ کا مال وہاں لایا کرتے تھے۔ اس لئے
حیدر علی نے علی راجہ کو اپنا امیر البحر مقرر کیا۔ اور اُس کے بھائی شیخ

علی کو اپنے ملک کے بندروں اور دریائی تجارت کا سربراہ کار بنایا اور نئے جہاز بنانے کے لئے زر کثیر عنایت کیا ۔

علی راجہ نے ایک بیڑہ جہازوں کا جمع کر کے اُن پر نواب حیدر علیخاں کے نام کا باوٹا چڑھایا۔ اور مناسب سپاہ لیکر روانہ ہوا۔ دریا کے راستے سے جہاں جاتا وہاں کے لوگ اُس سے بہ تعظیم پیش آتے۔ آخر کو وہ جزائر مالدیوہ میں داخل ہوا۔ یہاں بھی موپلے تجارت کرتے تھے۔ یہاں اس نے اس بہانہ سے کہ جزایر کے لوگ موپلوں پر ظلم کرتے ہیں جزایر مالدیوہ کے راجہ کو گرفتار کر لیا اور اُس کی دونو آنکھیں نکلوا ڈالیں۔ اور نواب حیدر علی خاں کی حکمرانی کا نشان بلند کیا۔ پھر جزایر کے راجہ کو جہاز پر چڑھا کر نواب حیدر علی خاں کے حضور میں منگلور پہنچا تاکہ اپنی اس کارگزاری پر شاباش کا مستحق ہو ۔

نواب حیدر علیخاں نے بے قصور راجہ کی روئداد سنکر اور اُس کو دونو آنکھوں سے اندھا دیکھ کر علی راجہ کو سخت ملامت سے یاد کیا۔ اور منصب امیر البحر اُس سے واپس لیا۔ اور راجۂ جزایر مالدیوہ سے معافی چاہی۔ اور مکانات شاہی میں سے ایک مکان سکونت راجہ کے لئے خالی کرا دیا۔ اور ایک جاگیر معقول اُس کی بقائے عزت اور مصارف ضروری کے لئے مقرر کر دی ۔

قوم نایر جو قوم موپلہ کی زیادہ ستانی و سخت گیری سے تنگ اور علی راجہ کی ترقیات سے خون در جگر تھی۔ اُس نے جب سُنا کہ علی راجہ

کو امیر البحر کی خدمت سے معزول کیا گیا ہے۔ تو اُس نے قوم ماپلہ کے برباد کر دینے کا عزم کیا۔ یہ نہ سمجھی کہ علی راجہ کا منصب امیر البحری سے معزول ہونا اور بات ہے۔ اور قوم ماپلہ سے نواب حیدر علیخاں کا معاہدۂ حمایت کرنا دوسری چیز ہے۔ اور بلا لحاظ پس و پیش نایروں نے موپلو ں کا قتل عام شروع کر دیا۔ اور جا بجا ہزاروں موپلوں کو مار ڈالا۔ اُن کے گھروں کو آگ لگا دی اور لوٹ لیا۔ جب موپلوں نے یہ آفت برپا دیکھی۔ اُن کے چند سردار کپڑے پھاڑ کر روتے پیٹتے نواب حیدر علی خاں کے پاس منگلور میں حاضر ہوئے۔ اور اپنی قوم کی رویداد غم بیان کی۔ نواب نے اُن کو تسلی دی۔ اور فی الفور بیس ہزار سوار و پیادہ لیکر روانہ ہوا +

اثناء راہ میں علی راجہ نے استقبال کیا۔ اور پیادہ ہو کر اُس کی رکاب کو بوسہ دیا۔ نواب نے اُس کی عزت کی۔ اور سواری کے ساتھ لے لیا۔ جب شہر کنانور کے قریب پہنچا۔ ندی کے کنارے کیمپ قائم کیا۔ ندی کے دوسری طرف نایروں نے صف آرائی کی۔ دوسرے دن صبح سے لڑائی شروع ہوئی۔ نایروں کی کیا طاقت تھی جو نواب کی فوج سے معرکہ آرا ہوتے۔ اس لئے ان کی سپاہ و جمعیت بہت جلد بھاگ جانے پر مجبور ہوئی۔ اور بہتوں کو نواب کی سپاہ نے قتل کر کے نقارہ فتح بجا دیا۔ اور نواب حیدر علی خاں نے موپلوں کا دل ٹھنڈا کر کے مراجعت فرمائی۔ لیکن نایروں کی قوم میں جوش انتقام

آقدر زیادہ بڑھ گیا۔ اور وہ بڑے پیمانہ پر اپنا بدلہ لینے کی تدبیروں میں مصروف ہوئے۔

کلیکوٹ کی تسخیر

۱۱۸۱ھ ہجری

نواب حیدر علیخاں نایروں سے موپلوں کا انتقام لیکر کنانور سے کلیکوٹ (پایہ تخت ملک ملیبار) کو روانہ ہوئے۔ یہاں نایروں کا راجہ حکومت کرتا تھا۔ ساموری اُس کا لقب تھا۔ جب نواب کلیکوٹ کے قریب پہنچے تو ساموری اس خیال سے کہ تمام ملک ملیبار تو نواب کے قبضہ میں آہی گیا ہے۔ اب صرف یہ شہر میرے پاس رہ گیا ہے۔ ایسی حالت میں مجھے سوائے اطاعت کے اور کیا ہوسکتا ہے نواب کے استقبال پر آمادہ ہوا۔ اور شہر سے باہر نکل کر نواب کا استقبال کیا۔ اور نواب کو بڑی تعظیم وتکریم سے شہر میں لاکر نہایت آراستہ مکان میں فروکش کیا۔ اور بہت سے قیمتی تحائف نواب کے حضور میں بطور اظہار نیازمندی پیش کئے۔ نواب ساموری کے اس طرز عمل سے بہت خوش ہوئے۔ اور راجہ کے ساتھ بتعظیم تمام پیش آئے۔ لیکن جب راجہ (ساموری) اپنے گھر گیا تو اُس کے ایک کمبخت برہمن نے اُس کو سخت لعنت ملامت

کی اور کہا کہ تو ایک گائے کھانے والے مسلمان کے ساتھ اس فروتنی سے کیوں پیش آیا۔ اب تمام قوم نایر جیتے جی تیری شریک نہ ہوگی۔ اور نہ مرنے کے بعد تیرا کریاکرم کریگی۔ اور ساموری کے دو بھانجوں نے بھی ایسی ہی باتیں کیں۔ ساموری ان باتوں سے بہت متاثر ہوا اور اس نے رات کو مکان بند کرکے مکان میں آگ لگادی اور بی بی بچوں سمیت جل مرا۔ جب شعلے نکلے اور دھواں بلند ہوا۔ لوگ دوڑے اور خواب گاہ کی طرف گئے۔ راجہ کو خاکستر پایا۔ پھر تو رونے پیٹنے والوں نے ایک قیامت برپا کردی۔ نواب حیدر علی خاں بھی اس واقع کو سنکر بہت بیچین ہوا۔ اور ساموری کی افسوسناک موت پر سخت افسوس کیا۔ اور اُس ملعون برہمن اور ساموری کے دونو بھانجوں پر جو ساموری کو ایسی سخت غیرت دلانے کا باعث ہوئے تھے نہایت غضبناک ہوا۔

نوٹ:۔ تحریر حملات حیدری کے موافق:۔

کلیکوٹ کے راجہ ساموری کا یوں جل کر مرنا عقل قبول نہیں کرتی۔ کیا راجہ کا محل کوئی خس پوش جھونپڑا تھا جو یوں جل گیا۔ یا راجہ کے محل میں اور کوئی نہ رہتا تھا جو راجہ کو محل جلا دینے اور خود جل جانے کا کافی موقع مل گیا اور کسی کو خبر نہ ہوئی۔ اور راجہ اور اسکی رانی اور بچوں نے چُپ چُپاتے جلنا قبول کرلیا۔ اس لئے جب اُسکی تحقیق مزید سے کام لیا گیا۔ تو اس واقعہ کی دوسری صورت معلوم ہوئی۔ نواب حیدر علی خاں کی ایک دوسری تاریخ فتوحات حیدری میں لکھا

ہے کہ جب حیدر علی کالیکوٹ میں داخل ہوا تو راجہ چر کل اور قوم
نایر نے مخالفت اور مزاحمت کی۔ اُس نے راجہ اور اکثر نایروں
کو قتل کیا۔ پھر متوجہ کلیکوٹ کا ہوا۔ راجہ نے ایک وکیل ہوشیار
مع تحایف گراں بہا کے اُس کے حضور میں بھیج کر جان کی امان
طلب کی۔ نواب نے اُس کے پچھلے قصور معاف کر دئے اور ملازمت
حضوری سے اعزاز بخشا۔ پھر ملک ملیبار سے گزرتا ہوا کویمباتور کو
واپس گیا۔ ممکن ہے کہ راجہ چر کل کو راجہ کلیکوٹ سمجھا گیا ہو۔
مورخ حملات حیدری نے آگے بڑھ کر جہاں اس بیان کو حسب
تاریخ فتوحات حیدری کے دُہرایا ہے یہ فقرہ لکھا ہے کہ:۔
راجہ چر کل مانند پروانہ کے شمع پر شمشیر درخشاں کے آگے
آگرا اور جل کر خاکستر ہو گیا۔
پس عجب نہیں کہ اس استعارہ کلام نے جل کر خاکستر ہو جانے
سے وہ روایت تصنیف کرا دی ہو۔

اُدھر قوم نایر اپنے راجہ کے اس واقعہ سے سخت متغیر اور متاثر ہوئی
اور چاروں طرف سے کلیکوٹ میں آکر جمع ہونے لگی۔ اور کلیکوٹ کے
سرداروں نے ٹراونکور اور کوچین کے راجہ پر اپنی بیکسی کا حال
ظاہر کیا۔ اور اُن سے مدد لے کر ایک بڑی جمعیت اور سپاہ
پانیانی ندی کے کنارے جو کلیکوت سے بارہ فرسنگ ہے جمع کی
اور نواب پر ہجوم کرنا چاہا۔ تب نواب نے اپنی فوج لے کر اُن پر حملہ

کیا۔ تلوار کے سامنے وہ سب اپنا جوش و خروش بھول گئے اور تھوڑے مقابلہ کے بعد بھاگ نکلے۔ اسی حالت میں نواب نے ندی کو عبور کر قلعۂ پانیانی پر حملہ کیا اور قلعہ والوں نے بغیر جنگ کے اطاعت اختیار کر لی زاں بعد نواب حیدر علی خاں نے کوچین کی طرف رُخ کیا۔ راجہ کوچین نے اطاعت قبول کی۔ پھر تو سب نایر دل شکستہ ہو کر نواب کے مطیع ہو گئے۔ اور نواب کو خراج دینا قبول کر لیا۔ نواب نے سالانہ خراج منظور کر کے جو ملک اُن سے چھینا تھا اُن کو واپس کر دیا۔ اور کلیکوٹ اور قلعہ پانیانی میں اپنی مناسب فوج متعین کی۔ اور چونکہ بارش کا زمانہ شروع ہو گیا تھا۔ اور سواحل ملیبار میں کثرت سے بارش ہوتی اور سیلاب رہتا ہے۔ اور نواب اس جدید فتح اور اندیشۂ بغاوت نایران سے زیادہ دور جا کر رہنا مناسب نہ جانتا تھا اس لئے کوئمباٹور پہنچ کر راجہ کوئمباٹور کی دولتسرا میں فروکش ہوا (یہ راجہ ذات کا برہمن نواب کا خیر خواہ اور ایک ریاست واقع مضاف میسور کا حاکم تھا) تاکہ وہاں بیٹھ کر ہر طرف کی خبر رکھ سکے۔ اور کلیکوٹ کا جو علاقہ فتح کیا تھا وہ اس کے زیر اثر کر دیا تاکہ وہ راجہ اپنی حکومت سے رعایا کو راضی اور ملک پر قابو رکھے۔ نواب کو خیال تھا کہ اب نایر سر نہ اُٹھائیں گے۔ لیکن اُن کے دلوں میں جوش انتقام باقی تھا۔ اور راجہ ٹراونکور اور ساموری متوفی کے بھانجوں نے تمام نایروں کے سرداروں کو بھڑکایا اور خود کو آمادہ حمایت ظاہر کیا۔ اُدھر ماپلوں نے اُن کو اور زیادہ ستانا

شروع کیا جس پر وہ برافروختہ ہوکر "ہر کہ تنگ آمد بجنگ آمد" پر آمادہ ہوگئے
اور سب نایروں نے صلاح کی۔ کہ یہ بارش کا زمانہ ہے۔ ہم لوگ ہر طرح
کے کاروبار میں اس موسم کی حالتوں میں واقف اور تکلیفات کے خوگر
ہیں۔ نواب کی فوجیں ایسی حالت میں نہیں آسکتیں۔ اور آئیں تو ہم
اُن کو بڑی مشکل میں ڈال سکیں گے۔ اس خیال پر نازاں ہوکر اُنہوں
نے نواب کے کئی عاملوں کو مار ڈالا اور شہر کلیکوٹ اور قلعہ پاینانی کا محاصرہ
کرلیا۔ تب قلعدار نے نواب حیدر علیخاں کے پاس پوشیدہ قاصد دوڑایا
اور میر رضا علی خاں کو جو اپنی جمیعت کے ساتھ مادکیھری میں مقیم تھے۔
اطلاع دی۔ میر رضا علی خاں مع اپنی جمیعت کے جو ناکافی تھی بہت
جلد جا پہنچے۔ اور نایراں سے لڑتے اور اپنی حفاظت کرتے رہے۔
اُدھر نواب نے فی الفور سوار بھیج کر سرحد میسور سے فوج طلب کی
اور اپنی فوج ہمراہی کے ساتھ شریک کرکے تین ہزار سوار اور دس ہزار
پیادہ کا لشکر جرار لیکر آندھی کی طرح اُمس طوفانِ آب میں کوچ کیا۔ تمام
سواروں کو حکم دیا کہ گھوڑوں پر زین نہ رکھیں ننگی پیٹھ پر سوار ہوں۔
اور پیادوں کو ایک ایک بارانی۔ اور سپاہ فرنگ کو موم جامے کی
ایک ایک چھتری عنایت ہوئی۔ بارہ توپیں میدانی ہاتھیوں پر لدائی
گئیں۔ یہ لشکر رات دن کی جھڑی میں کوچ کرتا۔ اور جب دھوپ نکلے
تو اس کی سخت گرمی برداشت کرتا۔ کوہستان کے پرزور و شور ندی
نالوں کو عبور کرتا اور اندھیری راتوں میں ویران اور سنسان دہات

میں جن کو وہاں کے رہنے والے خالی کر کے بھاگ گئے تھے۔ٹھیرتا ہوا
نایروں کی جمیعت کے سر پر جا پہنچا۔ نواب بھی ایک سپاہی کی طرح لشکر کے
ساتھ تھا۔ نایروں نے اپنے ایک قصبہ کو جاے پناہ بنایا۔ اور اُس میں
ہر قسم کا سامان جمع کیا تھا۔ اُس کے گرد چاروں طرف بہت چوڑی
اور گہری خندق کھودی تھی۔ اور نیز لشکر کے گرد خندق کھودی اور
مورچے باندھے تھے۔ اور لکڑیوں کا احاطہ بنا کر گولیاں چلانے کے لئے
جھانکیاں بنائی تھیں۔ اور ایک ٹیکری پر توپخانہ جمایا تھا۔ اور نایروں
کے فوجی دستے کئی مقامات پر مضبوطی سے قایم تھے۔ جب نواب کے جاسوسوں
نے نایروں کے مضبوط مورچوں کے حالات بیان کئے تو نواب نے ایک
پرتگیز لفٹنٹ کرنل کو چار ہزار پیادوں کا افسر بنا کر داہنی طرف سے
حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اور دوسری ٹکڑی کو ایک انگریز افسر کی ماتحتی
میں دیکر بائیں طرف سے حملہ کرنے پر مامور کیا اور خود قلب کا سپہ سالار
بنا۔ سپاہ فرانسیس اور اپنے جاں نثار طبقۂ امراو اکابر کو پیچھے رکھا۔
اور سواروں کی جمیعت سب کے بعد رہی۔ کیونکہ اس موقع پر اُس کا کام
نہ تھا۔ پرتگیز سپہدار نے اپنی فوج لیکر داہنی طرف سے حملہ کیا۔ اورخندق
تک جا پہنچا۔ اور فوج کو گولیاں چلانے کا حکم دیا۔ فوج دو گھنٹے تک
گولیاں چلاتی رہی۔ لیکن حصار کے اندر کا کچھ حال معلوم نہ ہوتا تھا۔
کہ ان گولیوں سے نایروں کا کیا نقصان ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے
نایر لوگ جو حصار کی جھانکیوں سے گولیاں چلاتے تھے اُن سے نواب

کے سپاہی زیادہ گرتے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔
نواب ایک بلند مقام سے یہ کیفیت جنگ مشاہدہ کر رہا تھا۔ اور سرداران فوج اُس کے دہنے بائیں حکم کے منتظر تھے۔ نواب کی صورت سے ایک غصہ کی علامت ظاہر ہوتی تھی۔ جیسے وہ اپنی فوج کی تاخیر کامیابی سے متاثر ہو۔ اس میں ایک فرانسیس افسر نے دست بستہ عرض کی کہ اگر حکم ہو تو جاں نثار اپنی جمیعت سے آگے بڑھے۔ نواب نے منظور کر لیا۔ اور وہ افسر اپنی فرانسیسی فوج اور دیسی سپاہ کو لیکر آگے بڑھا۔ اور اپنی فوج کو خندق میں ڈال دیا۔ اور خندق کو عبور کر کے حصار کے نیچے پہنچا۔ اور اُس کی فوج نے حصار کے تختوں کو توڑ ڈالا۔ اور نایروں پر جا پڑی۔ اور نایروں کو قتل کرنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر میں بہت سے نایر قتل کر ڈالے۔ پھر اس گاؤں میں داخل ہو کر گاؤں کو آگ لگا دی۔ اور اُن کا توپخانہ چھین لیا۔ یہ حالت دیکھ کر ہزاروں نایر بھاگ گئے۔ اور جنگل جھاڑی میں جا چھپے۔ اس فتح سے نواب حیدر علیخاں کو بہت بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ اور تمام فوج میں بڑے زور شور سے فتح کے باجے بجائے گئے۔ جن کی آوازوں نے دور دور تک کے نایروں کے دل ہلا دئے۔ اور قدردان نواب نے اُس فرانسیس افسر کو ایکدم دس ہزار سوار کا سپہ سالار اور افسر توپخانہ بنا دیا۔ اور ہر ایک سپاہی کو تیس روپے اور ہر زخمی کو ساٹھ روپے بطور انعام مرحمت

ہوئے ۔

اس فتح سے نواب کی ہیبت اُس ملک کے چاروں طرف چھا گئی۔ اور ہر شخص نواب کے سپاہی سے ڈرنے اور اُس کو ایک خونخوار درندہ سمجھنے لگا۔ مرہٹوں کو بھی نواب کی اس کامیابی پر رشک اور اُس کی فوج تیار ہے اندیشہ پیدا ہوا۔ تمام نایر اپنے گھروں کو خالی کرکے جنگل جھاڑی میں جا چھپے تھے اور اُن کے تمام دہات سنسان حالت میں تھے۔ اور کتنے گاؤں نواب کی فوج نے جلا دئے تھے۔ اُن کے واپس لانے اور از سرِ نو آباد ہونے اور نواب کے زیر اطاعت رہنے کو نواب نے بہت سے برہمن جابجا روانہ کئے۔ لیکن انہوں نے برہمنوں کی بات پر اعتماد نہ کیا۔ اور اپنے گھروں کو واپس آنے پر راضی نہ ہوئے۔ تب نواب نے یہ احکام جاری کئے :-

(۱) نایروں کا درجہ برہمنوں کے بعد تھا لیکن آیندہ سے وہ کمتر درجہ میں دیکھے جائیں گے۔

(۲) پہلے سب ملیباری نایروں کے جلو میں دوڑتے تھے۔ آیندہ نایر اُن کی جلو میں دوڑا کریں۔

(۳) پہلے صرف نایر ہتھیار باندھتے تھے۔ آیندہ سب ہتیار باندھیں مگر نایر لوگ ہتیار نہ باندھیں۔ جو نایر ہتیار بند پایا جائے اُس کو قتل کر دیا جائے۔

یہ احکام نافذ کر کے نواب نے کوئمباٹور کو مع رسالہ مراجعت فرمائی اور کئی رسالے اور پلٹنیں وہاں متعین رکھیں تاکہ نایر پھر اجماع کر کے فتنہ و فساد برپا کرنے نہ پائیں۔ باقی سپاہ پیادہ کو مادیگھری کے قریب رہنے کا حکم دیا۔ جب اس سختی سے بھی کام نہ نکلا تو نواب نے یہ دستور جاری کیا کہ جو نایر مسلمان ہو جائے اُس کے خاندان پر تمام حقوق قدیمہ بحال و برقرار رہیں۔ اس حکم کو سُن کر بہت سے شرفاء نایر مشرف باسلام ہوئے۔ اور بہتوں نے جلا وطنی کو برداشت کیا۔ اور کتنے اپنے گھروں کو واپس آکر شرمگین حالت میں رہنے لگے۔

بورنگ صاحب اس واقعہ کے متعلق یوں داد تحقیق دیتے ہیں کہ مرہٹوں کے دوسرے حملے کے بعد جب میسور کے مشرقی حصہ میں امن قائم ہو گیا تو اس نے فتح ملیبار کی طرف اپنی نگاہ اُٹھائی اور یہ تمہید کی کہ پیشتر ملیبار بدنور کی حکومت سے متعلق تھا۔ اب بھی اس کو اس کے ماتحت ہونا چاہیئے۔

اس ملک ملیبار کو اصل میں کیرلا کہتے تھے۔ اور یہ چیرو مال چیرامان نامی راجہ کی زیر حکومت تھا جو چیرا خاندان کے بادشاہوں کا نائب تھا۔ ان نائبوں میں آخری نائب سنہ ۸۲۹ء میں مسلمان ہو گیا۔ اور حج کو جانے کا ارادہ کیا۔ لیکن حج کو نہ جا سکا۔ اور مرنے سے پہلے اُس نے اپنے ملک کو اپنے سردارو

پریوں تقسیم کردیا +

(۱) چرکل یا کوتری کو اپنا شاہی سامان اور ملک کا شمالی حصہ عنایت کیا۔

(۲) آروتیاور کو جو راجہ ٹراونکور کا مورث ہوتا ہے ملک کا جنوبی حصہ حوالہ کیا +

(۳) پری ماپتا کو جو اُس کا بیٹا خیال کیا گیا ہے۔ ریاست کوچین کا مالک بنایا +

(۴) زمورن کو اپنی تلوار اور اراضی کا اُستقدر حصہ جہاں تک مرغ سحر کی آواز جائے بخشش کیا +

یہاں نایہ۔ لوگوں میں ایک طرفہ رواج ہے کہ سردار کے مرنے پر اُس کے بیٹے حق وراثت سے محروم رہ جاتے ہیں اور بھانجے جانشین ہوتے ہیں۔ اور اگر اولاد نہ ہو تو لڑکی ہی متبنے کیجاتی ہے۔ اور ایک ہی عورت کئی بھائیوں کی بی بی ہوتی ہے +

حیدر علی اس ملک میں علی راجہ کنانور کے بولانے سے اس طور پر داخل ہوا کہ حیدر علی نے زمورن (راجہ ملیبار) سے بہت سا روپیہ بقایائے سابق میسور اور معاوضہ حمایت کا جو ایک وقت میں اُسکی فوج نے زمورن کو دی تھی طلب کیا جب اُس نے نہ دیا تو وہ فوج لیکر چڑھ گیا۔ نایر لوگوں نے بڑی بہادری سے اُس کا مقابلہ کیا۔ اور اُس کی فوج کو جنگل جھاڑی میں بڑی تکلیف اُٹھانا پڑی اور

اُس کا بہت نقصان ہوا۔ لیکن وہ باوجود ایک بھاری نقصان اور بہت بڑی خونریزی کے کلیکوٹ جا پہنچا۔ اور زمورن کو اطاعت قبول کرنا پڑی۔ اور چار لاکھ صرفۂ جنگ دینا منظور کیا۔ حیدر علی اُس کے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آیا۔ لیکن اُس کے واپس آنے سے چند ہی روز بعد زمورن اُس اطاعت سے پھر گیا۔ تب اُس نے خودکشی کر کے کالیکوٹ پر قبضہ کر لیا اور زمورن نے مکان میں آگ لگا لی اور جل کر مر گیا۔ کوچین اور پالی گھاٹ کے راجاؤں نے فاتح کے حضور میں گردن اطاعت جھکا دی۔ اور حیدر علی کالیکوٹ کے قلعہ پر مستحکم قبضہ قایم کر کے کوئمباٹور پر بڑھا۔ لیکن اُس کو گئے ہوئے تین مہینے ہوئے تھے کہ نایر لوگوں نے پھر مفسدہ برپا کر دیا۔ اور حیدر علی کے نایب رضا صاحب کو گھیر لیا۔ جب یہ خبر پہنچی تو بہت سخت بارش کا موسم تھا۔ ملک میں سیلاب آیا ہوا تھا لیکن پھر بھی حیدر علی بڑی دلیری سے ملک کے اندر گھس پڑا۔ اُس کی فوج پر موسلا دھار مینہ برستا تھا اور سیلابی دریا تا بگلو پانی میں پار کرنا پڑتے تھے۔ نایر لوگوں نے خندق کے پار اپنی فوج جمع کی تھی۔ نایروں کی جمعیت نے حیدر علی کی فوج کو بڑا نقصان پہنچایا۔ لیکن ایک فرانسیسی افسر جو حیدر علی کا ملازم تھا ایک حملہ آور گروہ کو بڑی بہادری سے آگے بڑھا لے گیا اور دشمن کا مورچہ فتح ہو گیا۔ پھر حیدر علی نے اُن لوگوں کو جو اُس کے ساتھ پڑے یا تو قتل کروا دیا۔ یا پھانسی دیدی۔ اور بقیہ بدنصیب

لوگوں کو نہدیر کر میسور کے میدانوں میں پہنچا دیا۔ جہاں ہزاروں بیچارے مصیبت کے مارے مر گئے ؎

بڈنور پر مرہٹوں کی لشکر کشی ؎

بڈنور والوں نے دیکھا کہ نواب آج کل نایروں کے جھگڑوں میں اُلجھا ہوا ہے۔ اور نواب کی فوجیں اُس طرف کی جنگ اور انتظام میں مصروف ہیں۔ اس لئے مرہٹوں سے درخواست کی کہ وہ بڈنور کو نواب کے چنگل سے نکال لیں۔ ہم ساتھ دینے کو موجود ہیں۔ مرہٹوں نے ۱۷۶۳ء میں ایک لشکر ساٹھ ہزار سوار اور پندرہ ہزار پیدل کا واسطے تسخیر ممالک مفتوحہ نواب حیدر علی خاں کے روانہ کیا۔ یہ خبر سنکر نواب مع فوج مناسب بڈنور کو روانہ ہوا۔ اور اُس نے بڈنور کی حفاظت کو سب پر مقدم جانا۔ مرہٹوں نے اپنی بیقاعدہ فوج سے بڈنور کو گھیر لیا۔ لیکن اس سے زیادہ ان کی مجال نہ ہوئی۔ اس عرصہ میں بارش کا زمانہ آگیا۔ اور وہ محاصرہ اُٹھا کر چلتے ہوئے ؎

راجہ چینتل ورگ پر فوج کشی ؎

۱۷۶۵ء میں نواب حیدر علی خاں بہادر نے پالیکاروں اور راجہ

چیتل ورگ کے علاقہ جات پر لشکر کشی کی۔ اور اُس نواح کو بہت آسانی سے اپنے تصرف میں لایا۔ لیکن قلعۂ چیتل درگ پانچ مہینے تک محاصرہ کرنے پر فتح نہ ہوسکا اُس کا فتح کرنا دوسرے وقت پر موقوف رکھا گیا۔

واقعات شانور

۱۱۷۵ھ

صاحب تاریخ حملات حیدری بحوالۂ تاریخ فتوحات حیدری تالیف لالہ لکھیم نراین کے رقمطراز ہیں کہ اُس زمانہ میں شانور کے نواب کو اقتدار خاص حاصل تھا۔ اور نواب عبدالحکیم خاں حاکم شانور اپنے زور و طاقت پر مغرور ہو رہا تھا۔ جب نواب حیدر علیخاں نے بڈنور پر لشکر کشی کی تو عبدالحکیم خاں نے بڈنور کی رانی کو دو ہزار سوار اور چار ہزار پیادہ کی کمک بھیجی تھی اور خود بلاری ندی کے کنارے نواب حیدر علیخاں کی رسد روکنے کے لئے مع فوج افغان کے خیمہ زن ہوا تھا۔ نواب حیدر علیخاں کو اپنے مقابلہ میں اُس کی طرف سے رانی کی اعانت ہونا سخت ناگوار گزری تھی اس لئے اُس کے انتقام کو وقت کا منتظر تھا۔ اور اپنے بخشی ہیبت جنگ کو اُس کے پیچھے لگا دیا تھا کہ وہ اُس کو اپنی طرف معروف رکھے۔ ہیبت جنگ نے

لے یہ سن نشان حیدری سے لکھا گیا

دو برس تک اُس کو مصروف جنگ رکھا۔ لیکن بعض دقتوں سے اُن پر فتحیاب نہ ہو سکا۔ جب نواب حیدر علی خاں کو بڈنور کی فتح کے بعد اُسکے انتظام سے فرصت ہوئی۔ تو اُس نے ایک لشکر جرار سوار و پیادہ کا ساتھ لیکر دفعۃً کوچ کر دیا۔ اور ہیبت جنگ کی فوج سے جا ملا۔ پھر تمام فوج کے ساتھ اچانک اُس کے سر پر جا پہنچا۔ اور توپ و تفنگ سے اُس کے لشکر میں ہل چل ڈال دی۔ پھر سواروں نے نیزہ اور شمشیر سے آفت برپا کر دی۔ اور اُس کے لشکر میں بھاگڑ پڑ گئی۔ اور نواب عبدالحکیم خاں اپنا تمام سامان مع توپخانہ کے وہیں چھوڑ کر قلعۂ شانور میں جا چھپا اور قلعہ کا دروازہ بند کرا دیا۔ نواب حیدر علی خاں نے فی الفور اُس کے محاصرہ کا حکم دیا۔ اور توپیں لگانے کے لئے دمدمے بننا شروع ہوئے۔ عبدالحکیم نے دیکھا کہ میری فوج پریشان ہو گئی اور میں بُری طرح اس قلعہ میں محصور ہو چکا ہوں۔ اب اظہار عجز کے بغیر چارہ نہیں۔ چنانچہ اس نے اپنا سفیر بھیج کر اپنی پشیمانی ظاہر کی اور اپنی جان بخشی اور معاوضۂ زحمت نواب کے لئے ایک کروڑ روپیہ دینا منظور کیا۔ لیکن اتنے روپے کی سبیل نہ ہو سکی۔ تب اپنا تمام سامان اور سربلند ہاتھی اور قیمتی گھوڑے اور قلعہ شکن توپیں مع نصف روپے کے نواب حیدر علیخاں کے حضور میں حاضر کیا۔ نواب نے اُس کو قبول فرما کر چند مقامات توابع شانور پر اپنے فوجی دستے مقرر کرنے کے بعد حصۂ غربی حیدرنگر

(بدنور) کی جانب کوچ کیا۔ اور وہاں پہنچ کر انتظام قلاع سواحل دریا متعلق بدنور میں مشغول ہوا اور شاہزادہ کریم شاہ کے بڑے ماموں میرزا حسین علی بیگ کو واسطے تسخیر قلعۂ بسواری درگ کے مع فوج مناسب روانہ کیا۔

تسخیر قلعہ بسواری درگ

جب میرزا حسین علی بیگ مع اپنی فوج کے ساحل پر پہنچا تو دیکھا کہ قلعہ بسواری درگ دریا کے کنارے سے دو میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑ کے اوپر واقع اور اُس کے چاروں طرف سمندر موجیں مارتا ہے۔ اس فوج سے اُس کا فتح ہونا ممکن نہیں اور خالی واپس جانا بھی نواب حیدر علی خاں کی ناراضی کا باعث ہو سکتا ہے اس لئے کشتیاں منگوا کر اپنی فوج کو اُن پر سوار کیا اور قلعہ کے نیچے پہاڑی کے دامن میں جا اُترے۔ اور ایک خط قلعدار کے نام اس مضمون کا لکھا کہ نواب حیدر علیخاں کے نہیب صولت سے تم واقف ہو گے۔ اُن کی فوج نے بڑے بڑے نامی قلعے سر کر ڈالے ہیں۔ اور کتنے راجہ اُن کے مطیع و فرماں بردار ہو چکے ہیں۔ بدنور کی رانی بھی اسیر ہو گئی ہے۔ اور تمام ممالک بدنور پر نواب کا قبضہ ہے۔ اس لئے اب تم یہ قلعہ ہمارے حوالہ کر دو۔ اور تم طبقۂ خیر خواہاں نواب مستطاب میں داخل ہو۔ ورنہ تمہارا بھی وہی

حال ہوتا ہے جو دوسروں کا ہوا۔ یہ خط لکھ کر سفیر کو حوالہ کیا اور سفیر نے قلعدار کو پہنچا کر ہر طرح کے نشیب و فراز سمجھائے۔ آخر کار قلعدار نے وہ قلعہ میرزا حسین علی بیگ کے تفویض کر دیا۔ اور رانی کے متوفی شوہر کا اسباب جو اس قلعہ میں محفوظ تھا۔ بطور پیشکش حاضر کیا:-

یاقوت و مروارید کے بھرے ہوئے صندوق ۱۰ - جڑاؤ زیورات کے صندوق ۱۰- ہاتھی کی زرتار جھولیں ۲ - ہاتھی کے پاؤں کی طلائی زنجیریں ۲- ہاتھی کے گلے کے مرصع گلوبند ۲- گھوڑوں کے مرصع زین ۲ +

میرزا حسین علی بیگ نے قلعدار کو پروانہ خوشنودی کا عنایت کیا۔ اور اپنی طرف سے فوج مناسب اُس قلعہ میں چھوڑ کر مراجعت کی۔ نواب حیدر علیخاں نے میرزا حسین علی بیگ کی اس بہادرانہ اور عاقلانہ کارروائی سے خوش ہو کر عطیہ معقول سے اُن کو سرافراز کیا +

مادھوراؤ پیشوا کی لشکرکشی اور نواب کی فتحمندی

پہلے دو مرتبہ پونا کے پیشواء میسور پر چڑھائی کر چکے ہیں۔ جن کے حالات اوپر بیان ہوئے۔ اب اُن کو حیدر علی خاں کی فتوحات پر

خاص غصہ آرہا ہے۔ اور وہ اس کی فکر میں ہیں۔ تفصیل یہ کہ نواب حیدر علیخاں انتظام ممالک مفتوحہ میں معروف تھے کہ اُن کو ایک نہایت زبردست دشمن سے معرکہ آرائی کے آثار پیدا ہوئے۔ یعنی مادھوراؤ پیشوا (خلف باجی راؤ متوفی) ایک لاکھ سوار مرہٹہ اور ساٹھ ہزار پیادۂ وسواران پنڈارہ اور پچاس ہزار تفنگ اندازان دکھنی اور بہت بڑا توپخانہ لیکر پونا سے اس عزم پر روانہ ہوا کہ نواب حیدر علی خاں نے جو ملک فتح کئے ہیں اُن سے چھین لے۔ پہلے شانور میں آیا۔ شانور کا نواب اُس سے مل گیا پھر سواد چیتل درگ میں خیمہ زن ہوا۔ وہاں کے راجہ نے بھی اطاعت قبول کر لی۔ زاں بعد صوبہ سرا کی طرف رُخ کیا اور قلعہ کو گھیر لیا۔ یہاں نواب حیدر علی خاں کی طرف سے میر علی رضا خاں ناظم تھے۔ اُنہوں نے بارہ روز تک توپ و تفنگ سے مقابلہ کیا۔ پھر وہ قلعہ مادھوراؤ کے سپرد کر کے اُس کی نوکری منظور کر لی۔ پھر مادگیھڑی کی طرف کوچ کیا۔ یہ قلعہ ایک مہینے کے جنگ و محاصرہ کے بعد فتح کر پایا۔

یہ خبریں نواب حیدر علی خاں کو وقتاً فوقتاً پہنچتی تھیں۔ آخر کار نواب نے خدا پر بھروسہ کر کے سرینگ پٹن سے بنگلور کو کوچ کیا اور یہاں کی فوجوں سے جتنی فوج سوار و پیادہ ساتھ لے سکتے تھے وہ ساتھ لی۔ اور بنگلور پہنچ کر وہاں کی فوج کو شریک کر کے ایک کارآزمودہ لشکر تیار کیا۔ جو اُس تعداد کثیر کے مقابلہ میں نہایت کم معلوم ہوتا تھا۔

اور اپنے سواران رسالہ خاص اور سواران پنڈارہ کو حکم دیا کہ تم شیر چیتوں کی طرح ماکڑی درک کے جنگل میں چھپ جاؤ۔ اور وہیں بیٹھے بیٹھے مرہٹوں کے لشکر پر جب موقع پاؤ حملہ کرتے اور فوجی شکار کھیلتے رہو۔ اور خود مع فوج سوار و پیادہ و توپخانہ بنگلور کے قلعہ میں بیٹھ کر دمدموں اور کمین گاہوں کے بنوانے میں مصروف ہوا۔ جب مادھو راؤ ماکڑی درک کے سواد میں پہنچا۔ سردار خاں قلعدار کے نام ایک خط لکھا کہ تم کو میرے لشکر کثیر کا حال معلوم ہو گا۔ بہتر ہے کہ تم قلعہ میرے سپرد کر دو۔ اور یہ خط ایک افسر کے ہاتھ روانہ کیا۔ سردار خاں نے جواب دیا کہ یوں چپ چاپ قلعہ سپرد کر دینا حق نمکخواری و شیوۂ مردانگی سے بعید ہے۔ تب مادھو راؤ نے غضبناک ہو کر افسران فوج کو حکم دیا کہ جو پہاڑی قلعہ کے سامنے ہے اُس پر چڑھ کر توپ و تفنگ سے قلعہ کو فتح کیا جائے۔ افسروں نے اُس پہاڑی پر چڑھنے کے لئے فوج بڑھائی۔ لیکن سردار خاں کی توپوں نے اُن کو پہاڑی پر چڑھنے نہ دیا اور بہت آدمی نشانہ توپ و تفنگ ہوئے۔ دوسرے روز فوج مرہٹہ نے اُس سے زیادہ سرگرمی دکھائی۔ اس وقت سردار خاں نے باہر نکلکر توپ و تفنگ اور نیزہ و شمشیر سے اُس کا مقابلہ کیا۔ اور اس تیزی سے بان مارے کہ لاشوں کے ڈھیر لگ گئے اور افسران فوج مرہٹہ اُس روز بھی ناکام رہے۔ تیسرے روز خود مادھو راؤ پیشوا نے ہاتھی پر چڑھ کر اپنی فوج کو پہاڑ پر چڑھا لیجانے کا ارادہ کیا۔ اور خود

قلب فوج میں رہ کر اگلے حصہ کو پہاڑی پر چڑھ جانے کا حکم دیا۔ اس موقع پر بھی سردار خاں نے حیرت انگیز بہادری اور مستعدی ظاہر کرکے اس سرعت سے گولے گولیاں برسائیں کہ فوج مرہٹہ کو آگے بڑھنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ اور مادھوراؤ اس شرم سے عرق عرق ہوگیا۔ راجہ چیتل درگ نے یہ حال دیکھ کر کئی جنگلی آدمیوں کو جو پوشیدہ راہوں سے واقف تھے پوشیدہ راستوں سے قلعہ تک پہنچ کر نردبان لگانے کی ہدایت کی۔ اُن لوگوں نے اس ہدایت کے موافق ایک پوشیدہ حصہ کی طرف پہنچ کر نردبان لگا دئے۔ اس طور پر سردار خاں کی لاعلمی میں فوج مرہٹہ کے سپاہی قلعہ میں اُتر گئے۔ جب سردار خاں نے دیکھا کہ دشمن کے سپاہی اس دھوکے سے قلعہ میں داخل ہوگئے تو مع رفقاء کے تلوار سے لڑنے لگا۔ یہاں تک کہ اُس کے زخم لگا اور وہ گر گیا۔ اور اُس کے ساتھ کے سب بہادر سپاہی وہیں لڑتے لڑتے مر رہے۔ آخر کو سردار خاں بڑی عزت سے مادھوراؤ کے سامنے لایا گیا۔ مادھوراؤ نے اُس کی بہادری اور نمک حلالی کی بڑی تعریف کرکے اُس کو اپنے کیمپ میں رکھا۔ اور کئی جراحوں کو اُس کے زخموں کی مرہم پٹی پر مامور کیا[1]۔ اور اپنی طرف سے ایک دستہ فوج اُس قلعہ میں مامور کرکے آگے بڑھا ٭

[1] بورنگ صاحب نے اس واقعہ کو مادھوراؤ کے حملہ آئندہ میں لکھا ہے جو آگے آئے گا ٭

اور چونکہ اُس کی بیشمار فوج چاروں طرف دور دور پھیلی ہوئی تھی اس لئے جو فوج پنڈارہ و سواران رسالہ خاص ماکڑی درک کے جنگل میں چھپی پڑی تھی اُس نے کئی مرتبہ تاخت کرکے ہزاروں آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ لیکن ایسی بیشمار فوج میں چند ہزار کے قتل سے کوئی کمی محسوس نہ ہوتی تھی ؛

آخر کار مادھو راؤ بالاپور کلاں۔ بالاپور خورد۔ کڑپہ۔ کولار۔ مرواکل۔ گرم کنڈہ پر قبضہ کرتا ہوا سرینگ پٹن کی طرف سیدھا ہوا تاکہ قلعۂ سرینگ پٹن کا محاصرہ کرے۔ نواب حیدر علی خاں نے یہ خبر پاتے ہی اپنے سب لشکر جرار اور فوج آزمودہ کار کو کوہ ماکڑی کے جنگل میں چھپا دیا۔ اور مادھو راؤ کا افسر فوج ہراول مع پچاس ہزار سوار و پیادہ فوج کے بھاری توپخانہ سمیت نواب کی اس کمینگاہ سے غافل اتری درگ کے قریب خیمہ زن ہوا تاکہ دوسرے روز کوچ کرکے قلعہ سرینگ پٹن کا محاصرہ کرے۔ اور مادھو راؤ چنتامنی میں ٹھیرا۔ تمام اطراف میں مادھو راؤ کی رستخیز سے ہل چل مچی ہوئی تھی۔ اور ہندوؤں میں اُس کی بیشمار فوج کے حالات پر فخر کیا جاتا تھا۔ اب خدا کی قدرت نواب حیدر علی خاں کی جسارت۔ اُس کے سوار و پیادہ کی جانبازی دیکھنے کے قابل ہے کہ نواب حیدر علی خاں نے شام سے سرداران لشکر کو مستعد رہنے کا حکم دیا۔ اور آدھی رات کو مرہٹہ فوج کے پیچھے سے شبخون مارا اور حیدری جوانوں نے مادھو راؤ

کے سوتے اور جاگتے سپاہیوں کو تلواروں پر دھر لیا۔ اور دو ٹکڑیاں دو طرف سے تیر اور گولیاں برسا رہی تھیں۔ اس آفت خیز تہلکہ میں مادھو راؤ ہوش باختہ ہو گیا اور اُس کی فوج سراسیمہ ہو کر بھاگ نکلی۔ جس کو جس طرف راہ ملی اُس طرف کو بھاگا۔ اور فرودگاہ لشکر سے خالی ہو گئی بہت سا سامان اور ہتیار گھوڑے وغیرہ حالت اضطرار میں وہاں چھوٹ گئے۔ صبح کو اذاں ہوتے ہی نواب حیدر علی خاں نے نقارہ فتح بجوایا۔ اور اُس تمام سامان پر قبضہ کیا۔ اُس میں سے جانباز سپاہیوں کو انعام معقول دیا گیا باقی سرینگ پٹن کو روانہ کر دیا تاکہ ملک میں حیدر علی کا رُعب قایم رہے۔ اس فوج کے علاوہ مادھو راؤ نے پانچ ہزار سوار بارا محال کی طرف تاخت کے لئے بھیجے تھے۔ اُن کو حیدر علی خاں کی فوج پنڈارہ و سواران نے جو جنگل میں چھپی ہوئی تھی اپنی تیر اندازی اور گولہ باری و شمشیر زنی سے بہتوں کو مار کر اُن کے ہتیار اور گھوڑے لے لئے باقی بحال خستہ اُفتاں وخیزاں مادھو راؤ تک پہنچے۔ مادھو راؤ نے فوج کی اس بربادی اور سامان کے اتلاف پر سخت افسوس کیا۔ اور چنتا منی سے اُٹھ کر انباجی درگ واقع دامن کوہ میں خیمہ زن ہوا اور رفع ندامت کی تدبیریں سوچنے لگا*

جب نواب حیدر علیخاں کو معلوم ہوا کہ وہ اس معرکہ سے بہت بے دل ہو رہا ہے تو اُس نے خط لکھ کر ایک شایستہ سفیر روانہ کیا۔ اور خط میں لکھا کہ آپ کی فوج کثیر نے تمام کھیتیاں پامال کر ڈالی ہیں۔

گھاس چارہ ڈھونڈھے نہیں ملتا۔ ملک کے مویشی مر رہے ہیں۔ تمام کاروبار رُکے ہوئے ہیں۔ مجھ کو آپ کی فوج سے لڑنے میں دریغ نہیں مجھ کو اپنی بہادر فوج پر پورا بھروسہ اور ہر طرح کا سامان کثیر موجود ہے جب تک مجھ میں اور میری فوج میں دم ہے آپ کی فوج کو دم نہ لینے دینگے۔ لیکن آپ کی فوج نے لوٹ مار کا طریقہ جاری کر رکھا ہے۔ یہ طریقہ پسندیدہ نہیں۔ اور خلق خدا کی خونریزی بڑا گناہ ہے۔ اس لئے میں آپ کو دوستانہ مشورہ دیتا ہوں کہ آپ اپنے دار الملک پونا کو واپس تشریف لے جائیں اور اپنے ملک کی نگہداشت اور انتظام میں مصروف ہوں۔ اگر آپ اُس سے دُور رہے تو اُس میں طرح طرح کے فتنہ وفساد کا اندیشہ ہے۔ اگر آپ کسی معرکہ میں پھنس گئے تو آپ کو جان سلامت لے جانا مشکل ہوگا۔ اور پھر خدا جانے کیا نتایج پیدا ہوں۔ میں حتے الامکان آپ سے اتحاد رکھنا چاہتا ہوں۔ اس لئے سات لاکھ روپے مع چند نفایس امتعہ کے بطور ضیافت پیش کرتا ہوں۔ انکو قبول کیجئے۔

مادھوراؤ تو ایک حیلہ کا منتظر ہی تھا۔ اُس نے اس پیام کو غنیمت جانا اور نواب حیدر علی خاں کے جو لوگ اُس نے قید کر رکھے تھے۔ اُن کو انعام وخلعت دیکر سفیر مذکور کے ہمراہ کر دیا اور خود اپنی فوجیں اُٹھا کر پُونا کو کُوچ کر گیا۔ جب یہ ملک افواج مرہٹہ سے خالی ہوگیا تو نواب اپنے دہات اور محالات کے انتظام میں مصروف ہوا جو مرہٹوں کی رستخیز سے تباہ ہو گئے تھے۔ تقسیم تقاوی سے آ

کی دستگیری کی۔ اور کتنے مقامات پر تین سال کے لئے خراج معاف کر دیا +

انہیں دنوں میں فیض اللہ خاں ہیبت جنگ نواب دلاور خاں سابق صوبہ دار سِرا حصول ملازمت نواب کے لئے آئے ہوئے تھے نواب حیدر علی خاں نے اُن کو نہایت عزت سے لیا اور ہزار روپیہ یومیہ مصارف روزانہ کے لئے مقرر کر دیا۔ پھر نواب دلاور خاں کے بھتیجے نواب نور الابصار خاں کو اپنے دامادی میں قبول فرما کر افتخار مزید بخشا پھر چھ مہینے بنگلور وغیرہ میں رہ کر مستقر حکومت میں رونق افزا ہوا۔ اور یہاں پہنچ کر فوج کو نئی وردی اور نئے ہتھیاروں سے از سر نو آراستہ کیا۔ اور کئی ہزار سوار و پیادہ اور ملازم رکھ کر اُن کو فن سپہ گری سے واقف کیا۔ اور بہت سے ہتیار اور سامان جنگ کا ذخیرہ فراہم کیا گیا

بہ دل؛

اور خطیر

رگھوناتھ راؤ کا پیشوا بنکر دست درازی کرنا اور ناکام جانا

واقع ۱۱۸۳ھ ہجری

اب پونا کا حال سُنئے کہ مادھوراؤ مرگیا۔ پھر نراین راؤ بیٹھا اُس وقت میں اُس کا چچا راگھوراؤ پیشتر سے قید میں تھا۔ اُس نے سازش کرکے نراین راؤ کا قتل کرادیا اور خود ۱۷۹۵ء میں مسندنشین ہو گیا۔ یہ بات مرہٹہ سرداروں کو نہایت ناگوار گزری لیکن راگھوراؤ نے بہتوں کو اپنی طرف ملالیا اور بعد چندے فوج بیشمار اور توپخانہ آتشبار لیکر حیدرآباد کا رُخ کیا اور غنیمی تاخت سے نظام کے علاقہ کو تاراج کرنا شروع کیا۔ نظام کی فوجیں اس وقت آرام طلب ہورہی تھیں اس لئے دشمن کو دفع نہ کرسکیں۔ تب نظام نے عاجز ہوکر بیدر اورنگ آباد۔ احمدآباد۔ برار دیکر رگھناتھ راؤ سے مخلصی حاصل کی۔ اب کیا تھا رگھناتھ کا غرور حد سے زیادہ بڑھ گیا اور علاقہ بالاگھاٹ کی طرف متوجہ ہوا جو نواب حیدرعلی خاں کے قبضہ میں تھا۔

اس عرصہ میں نانا پھرنویس رکن اعظم پونا کا ایک ایک مخفی مراسلہ
نظام حیدرآباد اور نواب حیدرعلی خاں کے نام اس مضمون کا پہنچا
کہ رگھناتھ راؤ دیوانہ ہے وہ مدت سے قید میں تھا۔ آخر کو اُس
نے سازش کے ذریعہ سے اپنے بھتیجے کو قتل کرا کر خود کو پیشوا ظاہر
کیا ہے۔ ہم سب اُس سے ناراض ہیں۔ آپ سے جیسے بنے اُسکو
قتل کر دیں یا گرفتار کر لیں۔ اس پر پونا کی طرف سے شکرگزاری
کے ساتھ معقول معاوضہ دیا جائیگا۔ ہم سب آپ کو مدد دینے کے
لئے آمادہ ہیں۔ اور ایک ایک خط سرداران وافسران ہمراہی
رگھناتھ راؤ کے نام لکھا کہ تم کو ایسے ظالم اور غاصب شخص کی
اطاعت کرنا نہ چاہیئے جو اپنے لائق اور نوجوان بھتیجے کو قتل کرا کر
پیشوا بنا ہے۔ تم اس کو چھوڑ کر یہاں چلے آؤ اور مقتول راجکی
رانی جو حمل سے ہے اُس کی نوکری اختیار کرو۔ ان خطوط کے
آنے سے سب مرہٹہ افسر اور سوار و سپاہی اُس سے طرح طرح
کے بہانے کر کے پونا کو چلے گئے اور صرف دس ہزار بینڈارے جو
اُس نے خود نوکر رکھے تھے اُس کے پاس باقی رہ گئے۔ اُدھر سے
نظام نے اُس کو دبانا چاہا۔ تب اُس نے نواب حیدرعلی خاں
سے التجا کی کہ یہ وقت آپ کی شرکت کا ہے۔ اگر آپ اسوقت
میں دس لاکھ روپے دیدیں تو اُس کے عوض میں تمام صوبہ سرا
اور کشنا ندی کے اُس طرف باڈامی و جالی مال وغیرہ تک کے

ممالک آپ کو تفویض کردئے جائیں گے۔ نواب نے اس کو منظور کرلیا تب رگھناتھ راؤ نے باجی راؤ اپنے برادر نسبتی کو مع تین ہزار سوار اور ایک پروانہ کے باپوجی سیندھیا صوبہ دار سرا کے پاس بھیجا تاکہ قلعہ خالی کردیا جائے۔ اُس نے جواب دیا کہ میں رگھوناتھ راؤ کے حکم کی تعمیل نہ کرونگا۔ وہ ہوتا کون ہے جس کے حکم سے قلعہ خالی کردیا جائے۔ باجی راؤ نے یہ کیفیت نواب سے عرض کی اور نواب سے کمک مانگی۔ نواب نے شاہزادہ فیروز بخت کو فوج شایستہ دیکر واسطے فتح کرنے قلعہ سرا کے روانہ فرمایا۔ تین مہینے کے محاصرہ میں وہ قلعہ فتح ہوگیا۔ پھر شاہزادہ موصوف (ٹیپو سلطان) نے مدگیری۔ بچن راے درگ کے قلعے بھی مرہٹوں کے قبضہ سے نکال لئے۔ یہ خبریں سُنکر اور اپنی حالت دیکھ کر رگھوناتھ راؤ نے ارادہ کیا کہ سولہ ہزار سوار جو اُس کے پاس باقی رہ گئے ہیں۔ اُن کو لیکر ہندوستان کی طرف چلا جائے۔ تین پونا سے آئی ہوئی فوجیں اُس کی نگرانی کررہی تھیں اور نظام کی فوج بھی تعاقب میں لگی ہوئی تھی۔ اس لئے وہ برہان پور۔ خاندیس ہوتا ہوا گجرات کو نکل گیا۔ نواب حیدر علیخاں نے اس موقع کو غنیمت جان کر چند قلعوں اور چند محالات پر قبضہ کرلیا۔ راجہ سرہٹی نے اطاعت اختیار کرلی +

زاں بعد نواب موصوف نے حویلی دھاڑوار پر فوج بڑھائی۔

یہ واقعات ۱۱۸۳ھ ہجری کے بیان کئے گئے ہیں۔

قلعہ حویلی دھاڑواڑ کی تسخیر

پہلے یہ قلعہ اور قطعۂ ملک آصف جاہ حیدر آباد کے تحت تصرف میں تھا۔ پھر آصف جاہ کے قلعدار میر رستم علی خاں نے نواب حیدر علی خاں کو تفویض کر دیا۔ اور نواب کی ملازمت اختیار کر لی۔ زاں بعد مادھوراؤ پیشوا کے تحت تصرف میں آیا۔ اب جو نواب حیدر علی خاں اُس طرف سے نکلے تو اُن کی حمیت نے گوارا نہ کیا کہ اپنا ایک مشہور قلعہ مرہٹوں کے پاس دیکھیں اور لوگ کہیں کہ نواب حیدر علی خاں سے چھینا ہوا قلعہ ہے۔ اس لئے اس کا محاصرہ کم کر دیا۔ لیکن اس کا تسخیر کر لینا آسان نہ تھا۔ اس پر غور کر کے اُس دانشمند نواب نے اپاجی رام کارپرداز نواحی مرچ کی طرف سے بسونت راؤ قلعدار حویلی دھاڑواڑ کے نام ایک خط لکھوایا۔ اُس کا مضمون یہ تھا کہ نواب حیدر علی خاں نے تمہارے قلعہ کا محاصرہ کیا ہے تم اس سے بد دل نہ ہونا۔ ہم تمہاری مدد کے لئے عنقریب فوج بھیجتے ہیں۔ اور دو ملازمان معتمد کو مرہٹی لباس پہنا کر یہ سربمہر خط حوالہ کیا تاکہ بسونت راؤ کو پہنچا دیں۔ جب بسونت راؤ نے یہ خط دیکھا بہت خوش ہوا اور حفاظت قلعہ میں اور زیادہ اظہار مستعدی کرنے لگا۔ چوتھے روز نواب حیدر علی خاں نے رات کے وقت دو ہزار

پیادہ اور تین سَو سوار مرہٹہ اور راجپوت کو اپنے لشکر سے منتخب کر کے تین ضرب توپ کے ساتھ ایک معتمد سپہدار کی ماتحتی میں باہر نکالا۔ اور حکم دیا کہ تم جنگل میں چھپتے ہوئے اُس راستہ پر جا پہنچو جو ملک برج سے قلعہ کی طرف آتا ہے۔ اور ایک رسالہ اُس کے پیچھے لگا دیا۔ اس فوج کا سپہدار جب اُس راستے کے ناکہ پر پہنچا۔ اُس نے حسب ہدایت نواب چند فیر خالی توپ کے سر کئے اور بندوقوں کی ایک باڑہ آسمانی چھوڑ دی۔ بسونت راؤ نے جانا کہ اُس خط کے موافق کمک آگئی اور خوشی خوشی قلعہ کا دروازہ کھُلوا دیا۔ اور سپہدار حیدری مع اپنی فوج کے قلعہ میں داخل ہو گیا۔ اور بسونت راؤ سے کہا کہ تم قلعہ کی فوج کو نواب کے لشکر پر شبخون مارنے کے لئے روانہ کرو۔ ہم قلعہ کی حفاظت کرتے ہیں۔ بدنصیب قلعہ دار رات کے وقت اپنی کچھ خوشی اور کچھ گھبراہٹ میں اپنے پرائے کی تمیز نہ کر سکا اور فی الفور فوج قلعہ کو شبخون مارنے کے لئے ایک افسر کی ماتحتی میں باہر نکالا۔ جیسے ہی وہ باہر نکلی سپہدار فوج حیدری نے دروازہ بند کرا کر بسونت راؤ کو گرفتار کر لیا۔ اور تمام اسباب قلعہ پر قبضہ کر لیا گیا۔ صبح کو نواب داخل قلعہ ہوئے۔ اور اپنی سپاہ کی ایسی کامیابی پر انعام تقسیم کیا۔

مزید توجّہ جانب فوج

یوں تو نوّاب کو ابتدا سے فوج کی آراستگی کا شوق تھا۔ لیکن مرہٹوں کی رستخیز دیکھ کر اور زیادہ بڑھ گیا تھا۔ تاکہ ضرورت کے وقت بڑے سے بڑے لشکر کا مقابلہ کر سکے۔ اور ہر لحاظ سے بھروسہ کرنے کے قابل ہو۔ چنانچہ ہزاروں سوار و پیادہ اپنی نگاہ سے منتخب کرکے جدید بھرتی کی۔ اور تمام فوج کی نئی وردیاں بنوائی گئیں۔ اور ہر قسم کا سامان جنگ اور ہتیار اسلحہ فراہم کئے گئے جن کی تعداد کا حصہ نہیں ہوسکتا۔ اور فوج میں ہر ملک اور ہر قوم کے آدمی نوکر رکھ کر اُن کے رسالہ یا پلٹن کو اُن کی قومیت یا جائے سکونت سے منسوب کیا گیا۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ نواب حیدر علی خاں کی آراستہ فوج جب طرح طرح کی وردیاں پہن کر اور ہتیار لگا کر باہر نکلتی تو ایک خاص قسم کا لالہ زار نظر آتا تھا۔ اور اُس کی فوج کے باجے جنگل کے جانوروں تک کو مست کر دیتے تھے۔ سنہ ۱۱۸۵ ہجری میں اُس کی فوج اس تعداد کو پہنچ چکی تھی:۔ سواران جرار۔ پیادہ پلٹنیں۔ کرناٹکی برق انداز

۵۸ ہزار ۶۰ ہزار ۴۵ ہزار

باندار۔ گولہ انداز و فوج توپخانہ۔ شتران شترنال۔

۵ ہزار ۱۰ ہزار ۲۰ ہزار

مادھوراؤ پیشوا کا مکرر حملہ آور ہونا

جب مادھوراؤ واپس گیا تو صوبہ سرا کے ناظم کو جو مادھوراؤ کی طرف سے مقرر تھا خیال ہوا کہ یہ صوبہ نواب حیدرعلیخاں نے فتح کیا تھا اُن سے مرہٹوں نے لے لیا۔ لیکن ممکن نہیں کہ نواب اس کو واپس لینے کے بغیر دم لے۔ بلکہ وہ بدنور وغیرہ کے انتظام کے بعد ضرور اُسکی تسخیر کا ارادہ کریگا۔ اس وقت مجھ کو سخت آفت میں مبتلا ہونا پڑیگا یہ سب خیالات جمع کرکے اُس نے مادھوراؤ پیشوا کو حفظ ماتقدم کے لئے آگاہ کیا۔ مادھوراؤ نے بھی خیال کیا کہ نواب حیدرعلیخاں چُپ بیٹھنے والا آدمی نہیں۔ وہ ضرور اپنے قلاع و محالات مرہٹوں سے واپس لینے کی کوشش کریگا اس لئے اُس نے حیدرعلی خاں کو ایسا موقع ملنے سے پہلے سوار و پیادہ کا لشکر عظیم جمع کرکے مکرر یورش کی۔ تاکہ قلاع مقبوضہ نواب کو فتح کرلیا جائے اور اُسکی طاقت توڑ دی جائے جس سے وہ مرہٹوں کے ساتھ مقابلہ کرنے کے قابل نہ رہے۔ چیتل ورگ کا راجہ نواب کے ساتھ۔ اور شانور کا نواب مادھوراؤ کے ساتھ تھا۔ نواب نے اس کے آنے کی خبر پاکر تمام فوج پیادہ و سوار کو ساتھ لے اور دریائے تنگ بھدرا کو عبور کر چرملی نوزلی اور چراگی کے مقام پر کیمپ قایم کیا۔ جس کی پُشت پر

ایک بہت بڑا گھنا جنگل تھا۔ اور مادھوراؤ نے دو میل کے فاصلہ پر ڈیرہ ڈالا۔ اُس کی بیشمار فوج کوسوں میں پھیلی تھی۔ چار چھ روز معمولی لڑائیاں ہوتی رہیں۔ اور نامہ و پیغام آتے جاتے رہے۔ پھر مادھوراؤ نے اپنے زبردست توپخانہ کے فیروں سے اُس زمین پر زلزلہ ڈال دیا۔ اور حیدر علی کے لشکر پر گولے اولوں کی طرح برسنے لگے۔ اس سے حیدر علی کی فوج کے بہت لوگ کام آئے تب وہ حجاب شب میں پانچ ہزار بندوقچی اور پندرہ سَو سوار اور چار توپیں میدانی لیکر جنگل کے اندر اپنی کمینگاہ میں پہنچا۔ ارادہ تھا کہ پہلے مادھوراؤ کے توپخانہ پر شبخوں مارا جائے لیکن جنگل سے نکلتے نکلتے رات تمام ہو گئی۔ اور نواب کو ناکامی سے اپنے لشکر میں آجانا پڑا۔ اُدھر صبح ہوتے ہی پھر گولے گولیاں برسنے لگے۔ اور مادھوراؤ کی فوج بڑھتے بڑھتے نواب کی فوج پر آگری۔ نواب نے اپنے گولندازوں کو توپیں مارنے کا حکم دیا۔ لیکن اتفاق سے ایک توپ بھی نہ چلی۔ نواب نے خود مہتاب دکھائی۔ لیکن اُس سے بھی کام نہ نکلا۔ تب بندوقچیوں نے مرہٹہ فوج کو بڑی تیز باڑھیں ماریں لیکن فوج کی یہ کثرت تھی کہ سَو گرتے تھے تو دو سَو آجاتے تھے۔ یہاں تک کہ نواب کے لشکر کا بہت نقصان ہوا اور بہت جانباز کام آئے۔ جو باقی رہے وہ اضطراری طور سے بھاگ نکلے۔ کیونکہ فوج مرہٹہ کے تداخل سے صف بندی ٹوٹ چکی تھی۔ نواب ایک درخت کے نیچے عاجزی سے کھڑا ہوا خدا سے

مندوہنگ رہا تھا۔ اور اپنی فوج کے تتر بتر ہونے سے ناخوش تھا۔ اس میں کچھ طنبورچی اس درخت کے سامنے سے نکلے اور اپنے مالک کو درخت کے نیچے کھڑا دیکھ کر آداب بجا لائے۔ نواب نے فی الفور طنبور بجانے کا حکم دیا۔ طنبورچیوں نے اس غضب کا طنبور بجایا کہ سارے جنگل میں اُس کی آواز گونج گئی۔ مرہٹوں نے جب سُنا کہ پیچھے سے طنبور کی آواز آرہی ہے۔ وہ سمجھے کہ نواب کی اور فوج کمک کو آگئی اس لئے وہ اسی حالت پر قناعت کر کے اپنے لشکر کو لوٹ گئے۔ اور نیز نواب کے لشکر کے سراسیمہ سوار اور سپاہی اُس طنبور کی آواز پر وہاں پہنچنے لگے۔ اسی عرصہ میں حسن اتفاق سے بخشی ہیبت جنگ تازہ دم لشکر اور توپخانہ لیکر بطور ایلغار کے آپہنچا۔ نواب نے فی الفور مخالفوں کی فوج کا پیچھا کیا۔ اور مرہٹوں کے لشکر پر توپوں کے گولے اور بندوقوں کی گولیاں برسنا شروع ہوئیں۔ پھر رفتہ رفتہ تلوار پر نوبت پہنچی اور قتل عام کا حکم دیا گیا۔ اور فوج مرہٹہ کے ہزاروں آدمی کام آئے۔ یہ حالت دیکھ کر مادھوراؤ نے خیال کیا۔ کہ اس بلائے بے درماں سے نجات پانا مشکل ہے ہم ایک طرف سے اُسکو برباد کرنا چاہتے ہیں وہ دوسری طرف سے ہم کو تباہ کرتا ہے۔ اور یوں پونا کو واپس جانا بھی شرم کی بات ہے اس لئے مادھوراؤ نے وہاں اپنا کیمپ اُٹھا کر بنکاپور میں نصب کیا۔ اور نواب نے اُسکے کیمپ کی جگہ اپنا کیمپ قایم کیا۔ اور بنکاپور میں بیٹھ کر مادھوراؤ

نے گوپال راؤ حاکم مرچ کے نام حکم بھیجا کہ جس طرح سے ممکن ہو دریائے تنگ بھدرا کو عبور کر نواب کے ملک کو تاراج کرے۔ گوپال راؤ نے فوج لیکر دریا کو عبور کیا اور نواب کے جو دیہات اور علاقے سامنے آئے اُن کو لوٹا اور جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ اور راجہ ہرپن پلی اور رائے درگ سے بجبر زر کثیر وصول کر کے چیتل ورگ کے علاقہ پر زور ڈالنے لگا جب یہ خبریں نواب حیدر علی خاں کو پہنچیں نواب بہ نفس نفیس چھ ہزار سوار جرار اور چار پلٹن پیادہ اور دو ہزار سواران خاصہ اور چھ ضرب توپ لیکر اُس بارش کے زمانہ میں برق و رعد کی طرح اچانک گوپال راؤ کے سر پر جا پہنچا۔ اور توپخانہ سے آگ برسانا شروع کر دی آخر کار گوپال راؤ اپنا اور دوسرے راجاؤں اور زمینداروں کا لوٹا ہوا سامان وہیں چھوڑ کر مع اپنے رفقا کے بھاگا۔ اور قلعہ سیرا میں پناہ گزین ہوا جو مادھو راؤ کے قبضہ میں تھا۔ یہاں پانچ ہزار گھوڑے انیس ہاتھی نوّے اونٹ مع سامان دیگر نواب کے ہاتھ لگے۔ جب مادھو راؤ نے دیکھا کہ یہ گولی بھی خالی گئی تو صلح پر آمادہ ہوا۔ اور دو لاکھ روپیہ پر مصالحت کر لی۔ اس طرح ایک سال چند ماہ خراب خستہ ہو کر اور اپنی بیشمار فوج اور بھیر و بنگاہ سے دوسرے علاقوں کو پامال کرا کر دارالحکومت پونا کو واپس گیا۔ اور نواب با امن و عافیت حیدر نگر (بدنور) ہوتے ہوئے سرینگ پٹن میں داخل ہوئے۔

لفٹیننٹ ۔ بی ۔ بورنگ صاحب سی ایس آئی سابق چیف کمشنر میسور نے آدھی طرح

اس واقع کو بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ مرہٹوں نے چوتھی مرتبہ زبردست حملہ کی تیاری کی۔ اس وقت حیدر علی نے گورنمنٹ مدراس سے اعانت طلب کی۔ لیکن اُس کو کچھ مدد نہ دی گئی اور وہ مرہٹوں کا صدمہ برداشت کرنے کو تنہا چھوڑ دیا گیا۔ حیدر علی کو خوب معلوم تھا کہ وہ کھلے میدان میں مرہٹوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا اس لئے وہ اپنے پایہ تخت کی طرف ہٹتا گیا۔ اور جیسا ہٹتا گیا ملک کو ویران کرتا گیا اور اپنی حالت نازک دیکھ کر اُس نے صلح کے لئے وکیل بھیجا۔ مادھوراؤ نے اس خیال سے کہ حیدر علی نے لوٹ کا روپیہ خوب جمع کیا ہے۔ اور نیز میسور کے خراج کا بقایا باقی تھا ایک کروڑ روپیہ طلب کیا لیکن اُس نے انکار کیا۔ تب مادھوراؤ ملک پر قبضہ کرنے کو بڑھا۔ اور شمالی اور مشرقی اضلاع کو برباد کر دیا۔ اور ضروری مقامات پر فوجیں متعین کر دیں اور جو کچھ اس کے سامنے آیا سب کچھ فتح کر لیا۔ لیکن نج گل کے مقام پر اس کو شکست فاش ہوئی۔ نج گل کا قلعہ بنگلور کے شمال و مغرب تیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ لیکن تین ماہ کے محاصرہ کے بعد یہ قلعہ بھی چینگی ورکے پائی گر کی رستمانہ شجاعت سے جو اپنے بیدر والوں کے ساتھ زینہ

لہ مصنف حملات حیدری نے نجگل کے نام کی جگہ ماکڑی ورک کے تحت میں سردار قلعدار کی بہادری اور جانبازی کا حال مادھوراؤ کے حملہ گزشتہ میں لکھا ہے جس کو ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔

۶۲۶۹

کر قلعہ کی فصیلوں پر چڑھ گیا تھا فتح ہو گیا۔ قلعہ کی باقیماندہ فوج کو مادھو راؤ نے ناک کان کاٹ ڈالنے کا حکم دیا۔ مگر سردار خاں قلعدار محض اپنی دلیری اور شجاعت کی وجہ سے جو اُس نے اس موقع پر ظاہر کی محفوظ رہا۔ اور مادھو راؤ برابر کامیاب ہوتا رہا۔ لیکن آخر میں بیمار ہو کر پونا کو لوٹ گیا اور اپنے ماموں ترمبک راؤ کو اپنا قائمقام سپہ سالار چھوڑ گیا۔ اس سردار نے کئی مقام جدید فتح کئے۔ لیکن اس اثنا میں حیدر علی نے سواروں اور پیدلوں کی بڑی جرار فوج قایم کر لی تھی۔ اس لئے اُس نے اس یورش کے روکنے کا عزم بالجزم کر لیا۔

سرنگاپٹم سے ۲۰ میل شمال میلوکوٹ ایک تیرتھ گاہ ہے۔ حیدر علی ساون ورگ کے زبردست کوہی قلعہ کے قریب بیفایدہ کوشش کر کے میلوکوٹ کی پہاڑیوں کے مشرقی درہ میں گھس پڑا اور اپنی فوج کو ہلالی وضع سے قایم کیا جس کا مغرب کو رُخ تھا اور اُس کے بازو پر حفاظت کے واسطے نہایت ہی بے گزر پہاڑ واقع تھے۔ مگر اتفاق سے داہنی جانب ایک پہاڑی سب سے علیحدہ کھڑی ہوئی تھی جہاں سے مرہٹوں نے برابر آٹھ روز تک گولے برسائے۔ حیدر علی کے پاس پہاڑی توپیں نہ تھیں وہ اُسکا جواب نہ دے سکا اور آخر میں اُسکو ایسا نقصان پہنچا کہ کوہستان سے [illegible] کر سرنگاپٹم چلے جانے کا عزم کیا اُسکی

فوج نے رات میں کوچ کیا۔ اتفاق سے ایک توپ سر ہو گئی جس سے مرہٹوں کو معلوم ہو گیا کہ میسور کو فوج جاتی ہے۔ اور فوراً تعاقب کا حکم دیا گیا۔ مرہٹہ سواروں نے چند توپوں کی مدد سے جو دشمن کے تعاقب میں ان کے ساتھ تھیں موتی تال سے گولہ باری شروع کر دی اور حیدر علی کی بیدل سپاہ کو پریشان کر دیا۔ اور وہ بڑی دقت سے چرکولی کو پہنچی۔ یہاں بڑی ابتری پھیلی ہوئی تھی اور اسی پریشانی کی حالت میں مرہٹہ سواروں نے فراریوں پر حملہ کر کے اُن کا قتل عام کیا۔ یہ دیکھ کر کھیل سب بگڑ گیا۔ حیدر علی تنہا سرینگ پٹن کو فرار ہو گیا۔ یہاں سے سرینگ پٹن ۱۱ میل تھا۔ یہ واقع ۱۷۷۱ء میں واقع ہوا۔

واقعات تسخیر کوڑگ اور کلیکوٹ

واقع ۱۱۸۰ ہجری[1]

اگلے زمانے میں کوڑک اور کلیکوٹ سلاطین بیجاپور کے ماتحت تھے۔ اُن کے بعد نواب آصفجاہ حیدر آباد (صوبہ دار بادشاہ دہلی) کے خراجگزار رہے۔ جب آصف جاہ پر مرہٹوں نے قابو پایا تو آصفجاہ

[1] نشان حیدری میں یہ واقعات ۱۱۸۱ ہجری میں لکھے ہیں۔

کہ صوبیدار سرا نے رشوت لیکر اس نواح کے راجوں کو بحال خود چھوڑ دیا۔ وہ بطور خود راجہ بن گئے۔ خراج دینا موقوف کر دیا۔ جب یہ ملک نواب حیدرعلی خاں کے قبضہ میں آیا تو حیدرعلی سے اظہار نیازمندی شروع کیا۔ لیکن جب مرہٹوں نے حیدرعلی کو دوسری طرف متوجہ کر دیا تو یہ اس سے منحرف ہو گئے۔ اور سرکشی کا اظہار کرنے لگے۔ نواب حیدرعلی خاں کو یہ بات کیونکر گوارا ہو سکتی تھی۔ اُس نے فوج جمع کر کے تسخیر کورگ اور کلیکوٹ اور سرکوبی زمینداران و راجگان متمرد و سرکش کا عزم بالجزم کر لیا اور فوج پیادہ سوار مع توپخانہ لیکر اسطرف کو روانہ ہوا۔ پہلے بیل کے راجہ کی خبر لی۔ اُس نے اپنے اہل عیال کو مع سامان نقد و جنس قلعہ سے نکال کر جنگل میں بھیج دیا اور اپنی فوج لیکر نواب کا مقابلہ کیا۔ اور کئی روز بہت سختی سے مقابلہ کرتا رہا۔ ہنوز دونو فوجیں لڑ رہی تھیں کہ شاہزادہ ٹیپو سلطان نے جو باپ کے ساتھ تھا اپنی فوج کے ساتھ جنگل میں راجہ بیل کے بھیجے ہوئے اہل عیال اور بدرقہ سپاہ ہمراہی پر تاخت کی۔ اور اچانک اُن کے سر پر پہنچ کر سب کو مع سامان گرفتار کر لیا۔ اور اسی طرح اُن کو نواب کے کیمپ میں باندھ لایا۔ نواب اس کارروائی سے بہت خوش ہوا۔ بیٹے کو جو اُس وقت اٹھارہ برس کا تھا چھاتی سے لگایا۔ جب راجہ بیل نے اپنی عورتوں کی گرفتاری اور تمام مال و متاع کے ہاتھ سے نکل جانے کا حال سنا بیقرار ہو کر لڑائی موقوف کی اور نواب

کے حضور میں حاضر ہو کر معافی چاہی۔ اور اپنی جان بخشی کے عوض میں
پچاس اونٹ خزانہ سے لدے ہوئے پیش کیے۔ نواب نے اُسکی معذرت
قبول فرما کر اُس کے ناموس کو اُس کے حوالہ کیا۔ اور آیندہ کے لیے
عہد اطاعت بہ حلف لیکر اُس کا ملک اُس پر بحال رکھا۔ کوڑک کے راجہ
نے راجہ بیل کا یہ حال سُن کر قبول اطاعت کو مناسب جانا اور بہت
سے تحایف گراں بہا اور زر نقد پیش کر کے پناہ حاصل کی۔ نواب نے
اُس سے قلعۂ بڑگڑا جس سے بہتر اس نواح میں کوئی قلب مقام نہ تھا
لیکر اُس میں مناسب سپاہ تعین کر دی اور آگے بڑھا۔ توکنا نور کے
مقتدر حکمران علی راجہ نے بڑی طمطراق سے اُس کا استقبال کیا۔ نواب
نے اُس کو اس ملک کا واقف حال سمجھ کر اپنے ساتھ لیا۔ اور دو تین
دن سپاہ کو آرام دیکر کلیکوٹ میں داخل ہوا۔ بہت سے نایر جو نہایت
سرکش ہو رہے تھے قتل کیے۔ راجہ چرکل مقابلہ میں آیا اور لڑائی کے
اثناء میں مارا گیا۔ نواب نے اُس کا مال و اسباب ضبط کر کے اُس کے
فرزند ہفت سالہ کو قید کر دیا۔ وہ مسلمان ہو گیا۔ اور ایاز خاں خطاب
دیا گیا۔ اور نواب راجہ مقتول کے ملک کا انتظام کر کے قلعہ کلیکوٹ کے
محاصرہ پر متوجہ ہوئے۔ راجہ کلیکوٹ نے خود کو نواب کے مقابلہ کے لائق
نہ پایا۔ اور نذر و پیشکش بھیج کر طالب امان ہوا۔ نواب نے مجدداً عہد نامہ
کر کے اسکی عزّت افزائی کی اور اپنے دربار میں جگہ دیکر عطاو بخشش سے
شکر گزار کیا۔ نواب کا شہرہ کرم سُنکر قوم ماپلہ اور قوم نایر دونو نے نواب

کی اطاعت اختیار کرلی۔ اور اس طور سے وہ نواح سرکشوں سے بالکل پاک ہوگئی۔ اور نواب نے کنجی بندر تک جاکر بلیار کا عزم کیا۔ وہاں کے حاکم نے اٹھائیس ہاتھی اور سات لاکھ روپے نقد بطور پیشکش حاضر کرکے اپنے ملک کو نواب کی دار و گیر سے بچا لیا۔ تب نواب نے بعض نایروں کو جو کویابور کی طرف پہاڑوں میں چھپ کر شرارتیں کر رہے تھے نیست و نابود کرکے سردار خاں کو وہاں کا صوبہ دار مقرر کیا اور بہت سی فوج انتظام کے واسطے چھوڑی۔ زاں بعد مدکل کے سرکشوں کی تنبیہ و استیصال کو روانہ ہوئے +

لشکرکشی کرنا ترمبک راؤ نانا کا

واقع سنہ ۱۱۸۲ ہجری[۱]

جب مادھو راؤ پیشوا کو ممالک بالاگھاٹ میں دو مرتبہ ناکامی ہوئی اور نواب حیدر علی خاں سے بازی نہ لے جاسکا تو پونا میں واپس جاکر پیچ و تاب کھاتا رہا اور اسی حالت میں اُس کا انتقال ہو گیا۔ اُسکے بعد اُس کا بھائی نارائن راؤ مسند نشین ہو کر پیشوا بنا۔ اور اُس نے ترمبک راؤ نانا کو جو اُس کا ماموں تھا ایک لاکھ بیس ہزار سوار نیزہ گزار اور ساٹھ ہزار پیادہ اور ایک سو ضرب توپ قلعہ شکن کیواسطے

[۱] نشان حیدری میں یہ واقعات سنہ ۱۱۸۷ ہجری میں لکھے ہیں +

تسخیر ملک میسور اور تمام دیار بالاگھاٹ کے روانہ کیا۔ جب وہ سرحد بالاگھاٹ میں پہنچا۔ اُس کے اس جاہ و احتشام کو دیکھ کر راجگان جتیل درگ و رتن گیری و مرگسی و کالستری اور نیز نواب ثنا نور جو مارتے کے پیچھے اور بھاگتے کے آگے رہنے کے خوگر تھے اُس سے مل گئے۔ تب ترمیک راؤ واسطے تسخیر قلعۂ سریرنگ پٹن کے روانہ ہوا۔ جس زمین پر اُس کے لشکر کا گزر ہوا۔ گھاس کا تنکا تک دیکھنے کو باقی نہ رہا۔ اور تمام سرسبز کھیتیاں پامال کر ڈالیں۔ گاؤں کو طرح طرح کے ظلم سے برباد کیا۔ اتفاق سے اُس وقت نواب حیدر علی خاں کی اتنی فوج جو اس ٹڈی دل کو روک سکے اس موقع پر موجود نہ تھی۔ اسلئے نواب نے جلد جلد جا بجا سے فوجیں اور سامان جنگ طلب کر کے چینلپٹن کی راہ سے دامن کوہ مکڑی ورگ میں کیمپ قایم کیا تاکہ جب فوج مرہٹہ دارالحکومت کے محاصرہ میں مشغول ہو تو پیچھے سے حملہ کیا جائے۔ ترمیک راؤ کو اس ارادہ کی اطلاع ہو گئی اور وہ سیدھا نواب کی طرف بڑھا۔ نواب نے اُس کو آتا دیکھ کر اپنے لشکر کو کوہ میلکوٹہ پر چڑھا دیا۔ تب ترمیک راؤ نے اس پہاڑ کا محاصرہ کیا۔ لیکن نواب ہر روز پہاڑ سے اُترتا اور اپنے بہادر سواروں کے ساتھ مرہٹہ فوج کو کانٹ چھانٹ کر واپس جاتا۔ کبھی پہاڑ پر سے گولے اور گولیاں برساتا۔ بیس روز تک یہ حال رہا۔ اس میں سپاہ مرہٹہ کا بہت نقصان ہوا۔ تب ترمیک راؤ نے محاصرہ کے حدود

کو اور بھی تنگ کر دیا۔ اور اس پہاڑ کو اپنے لشکر کی گود میں لے لیا۔ اور چاروں طرف سے رسد بند کر دی۔ جب یہ حال دیکھا۔ تو نواب نے اپنے لشکر سوار و پیادہ کو مع توپخانہ کے پشت کوہ کی طرف سے جنگل کی راہ ہو کر نکال لینا چاہا۔ اور کئی کوس نکل گیا۔ تب ترمیک راؤ کو خبر ہوئی کہ نواب مع فوج کے نکلا جارہا ہے۔ ترمیک راؤ نے فی الفور اپنے توپخانہ کو مع چند رسالہ کے سیدھے راستہ سے جا کر ناکہ روکنے کا حکم دیا۔ اور آگے بڑھ کر آٹھ ضرب توپ موتی تالاب کے بند پر لگا دی گئیں۔ لیکن لشکر حیدری کی یلغار نے کچھ پرواہ نہ کی اور تیر و تفنگ سے فوج مرہٹہ کو تتر بتر کر کے وہ توپیں چھین لیں۔ اور دار الامارہ کی طرف جو تین چار کوس رہ گیا تھا کوچ کر دیا۔ جب یہ خبر ترمیک راؤ کو پہنچی اُس نے فی الفور دوسرا توپخانہ مع فوج سوار و پیادہ کے پاشنہ کوب روانہ کیا۔ اور اس توپخانہ نے نواب کے لشکر پر علے الاتصال گولے برسانا شروع کئے۔ اتفاق سے ایک گولہ نواب حیدر علیخاں کی فوج کے اونٹوں پر آگرا جن پر بان لدے ہوئے تھے اور ایک اونٹ کے بانوں میں آگ لگ گئی پھر کیا تھا۔ ایک سے دوسرے میں اور دوسرے سے تیسرے میں یہ آفتناک سلسلہ ترقی کر گیا۔ اس پر یہ اور غضب ہوا کہ کئی بان اُڑ اُڑ کر بارود کی گاڑیوں پر جا پڑے اور بارود کے اُڑنے سے ہنگامہ محشر برپا ہو گیا۔ اور آن واحد میں کئی ہزار پیادہ و سوار لقمۂ اجل ہوئے۔ پیچھے سے فوج

مرہٹہ کے سواروں نے کئی ہزار آدمیوں کو مار لیا۔ گویا ایک لشکر کا لشکر فنا ہو گیا۔ لالہ میاں داماد شہباز صاحب بھی لڑتے لڑتے کام آئے اور میر علی رضا خاں اور علی زمان خاں جو رفقاے حیدری میں داخل تھے مرہٹوں کے دام کمند میں اسیر ہو گئے۔ یسین خاں نام ایک جاں نثار خاص تھا اور اُس کی صورت نواب کی صورت سے ملتی جلتی تھی۔ وہ زخم کھا کر گرا۔ غنیم کے سوار جو ذی وجاہت صورتوں کے زخمیوں کو ڈھونڈھتے پھرتے تھے جب اُس کے قریب آئے تو اُس کی شکل و صورت دیکھ کر ٹھٹکے اور نام و نشان دریافت کیا۔ اس نے کہا۔ کہ نواب حیدر علیخاں مَیں ہی ہوں پھر وہ تجسس مزید سے باز رہے۔ اور اُس کو ترمبک راؤ کے پاس بھجوا دیا۔ اور خود مال و اسباب کی لوٹ میں مصروف ہوئے۔ اور تمام لشکر کی چیزوں کو لوٹ کر لے گئے۔ نواب اُس اتفاقی حادثہ کو دیکھ کر سخت ملول تھا۔ خصوص اس لئے کہ اس کا بیٹا ٹیپو سلطان جو اُس وقت اُس کے ساتھ تھا۔ اس دھواں دھار تاریکی میں اسکی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ لیکن خدا پر بھروسہ کر کے اس رستخیز سے نکلا اور کوہ چرکولی پر چڑھ گیا۔ یہاں صرف چودہ سوار اُسکے ساتھ تھے۔ ان کو لیکر متصل قلعہ سریرنگ پٹن کے پہنچا اور میر اسمٰعیل قلعدار کو اپنے آنے کی خبر دی اور خود قادر ولی کی درگاہ میں ٹھیر کر خدا سے امداد غیبی چاہنے لگا۔ تھوڑی دیر میں شاہزادہ ٹیپو سلطان مرہٹہ لباس پہنے ہوئے سامنے آیا۔ نواب نے گلے لگایا اور خدا کا

شکراد اکرتا ہوا قلعہ مبارک میں داخل ہوا۔ اور یہاں آتے ہی خزانہ کا دروازہ کھول دیا۔ ہر پیادہ سپاہی کو ایک مٹھی اشرفی اور ہر سوار کو ایک مٹھی اور پانچ مٹھی اشرفی انعام دینا شروع کیں۔ اور جو لوگ اس حادثہ میں کام آئے اُن کے تمام اہل وعیال کی خبرگیری کو احکام نافذ کئے۔ کئی روز تک محتاجوں کو روپے اشرفی تقسیم ہوتے رہے۔ پھر تمام فوجی عہدہ داروں اور ملکی افسروں کی ایک مجلس ترتیب دیکر جو کلمات زبان سے ارشاد فرمائے اُن کو مُلا فیروز نے نظم میں ادا کیا ہے۔ ہم اُن اشعار کو ناظرین کی دلچسپی کے لئے نقل کرتے ہیں ؎

اگر سوخت باروت بان و شتر | ازاں جنس دارم بسے قلعہ پُر
چو باشد بعالم خدا مہرباں | ندارم غم از سوخت باروتِ باں
امیران من نیک خواہ من اند | ہوادار فرق کلاہِ من اند
خواین بمن دادہ حق بیشمار | بیاسیم بفرقِ یلاں وقتِ کار
چو یکدل شنا سیم در روز جنگ | شود دشمن ما دو دل بیدرنگ
چناں رخنہ بندیم بر بدسگال | کہ ترکش چو کرمک شود پایمال
فراہم کنم لشکر تازہ زور | کہ از جان اعدا برآرند شور
بنفروزم آتش ز تیغ و سناں | کہ ترکش چو کرمک بسوزد دراں
نباشد اگر خیمہ ام نیست ننگ | بود خیمہ ام آسماں روز جنگ
دگر فرش نبود ازاں ننگ نیست | بمرداں بسیطِ زمیں تنگ نیست
بحورِ بہشتی مرا نیست کار | عروسِ ظفر بایدم در کنار

اگر تن نیارا ستم نیست غم | بود زینت مرد تیغ و علم
نماید اگر دشمنم خیبری | نمایم باو حملۂ حیدری
سوپاے دشمن بہ بند آورم | بچرخ ار رود در کمند آورم
زاموال رفتہ نہ گردم دژم | زکاتے گراز مال کم شد چہ غم
دگر گنج و گوہر بدست آورم | بزنجیر فیلانِ مست آورم
گران خواب را بر عدو بشکنم | سرنیزہ در چشم او بشکنم
چو اول مدد کردہ اقبالِ من | بہ آخر ہمایوں بود فالِ من

یہ کہہ کر اپنی فوج اور سرداران لشکر سے کہتا ہے ؎

الا اے سواران شمشیر زن | جوانان شیر افگن و پیلتن
سواری بر اسپانِ تازی کنید | زفرق عدو گوے بازی کنید
برآرید شمشیر کیں از نیام | کہ از خصم لازم بود انتقام
بہ نخچیر گر گرم آرید او | بفتراک بندید فرق عدو
بہ بندید بر بارہ برگستواں | بگیرید بر دوش گرز گراں
بپوشید خفتان خود و زرہ | بگیرید پس ناچخ نا گرہ
ببخشید طعمہ ز تیر و سناں | جگر بند دشمن بہ زاغ گماں
حرام است آرام در روز جنگ | برآئید از خانہا چوں خدنگ
سناں ہا بردے خساں برکشید | شرر بہر دفع خساں برکشید
بہ بندید پرچم بہ زین ددرفش | سیاہ و سفید و کبود و بنفش
بفوج عدو تیر باراں کنید | ہوا را چو ابر بہاراں کنید

بہ پیلاں بہ بندید کوس دو در لے — کرتا گاو و ماہی بجنبد زجائے
چو سر برکشد آفتاب بریں — من و ترمک تیغ میدان کیں

نواب کی اس تقریر نے سرداران فوج کے دلوں میں ایک نئی رُوح پھونکدی اور سب نے آگے بڑھ کر دست بستہ عرض کی کہ غلاموں کے تن میں جب تک جان ہے نشان حیدری کے سائے سے ہٹنے والے نہیں۔ اب اُس آفت زدہ لشکر کے پسماندوں کا حال سُنئے جو جلنے مرنے سے بچ رہے تھے۔ اُنھوں نے جیتے جی مرہٹوں کے ہاتھ میں پڑ جانا قبول نہ کیا۔ اور باوصف تین روز کی بھوک اور بے انتہا تکان کے محمد علی کمیدان کے ساتھ پہاڑ پر چڑھ گئے۔ مرہٹوں نے پہاڑ پر چڑھنے کا قصد کیا تو محمد علی نے بندوقوں کی تیز باڑھیں مارنا شروع کیں۔ ترمیک راؤ کو محمد علی کمیدان کی یہ جسارت اور دلیری بہت پسند آئی اور اُس نے اپنی فوج سے اُس کے ہمنام محمد علی اور محمد یوسف کمیدان کو سفیر کے طور پر اُس کے پاس بھیجا تاکہ وہ اس کو مع بہادران ہمراہی عزت سے اپنے ساتھ لے آئے۔ اُن دونوں نے جاکر محمد علی کمیدان کو ترمک راؤ کا پیغام پہنچایا۔ اور محمد علی کمیدان مع سولہ سو سوار کے ترمک راؤ کے سامنے حاضر ہوا۔ ترمک راؤ نے سب کے ہتھیار لیکر اُن کو کھانا تقسیم کیا اور محمد علی کمیدان سے پیشوا بہادر کی ملازمت اختیار کر لینے کو کہا۔ محمد علی نے جواب دیا کہ میں پہلے اپنے اہل وعیال کو سرینگ پٹن سے نکال لاؤں تب کچھ عرض کرسکتا ہوں۔ ترمک راؤ نے اُسکو اجازت

دیدی۔ دوسرے روز محمد علی کمیدان مع سو سو سوار بے ہتھیار کے شام کے وقت سرینگ پٹن کو روانہ ہوا۔ اور مرہٹوں پر ظاہر کیا۔ کہ میں بے ہتیار ہونے کی شرم سے رات کو جارہا ہوں۔ صبح سے پہلے وہ اُس مقام پر پہنچا۔ جہاں مرہٹوں نے دو ہزار سپاہیوں کا بکٹ قایم کر رکھا تھا۔ اُن سپاہیوں نے اپنی اپنی بندوقیں سہ پایہ بنا کر کھڑی کر دی تھیں اور آرام کی نیند سو رہے تھے۔ چند سپاہی برائے نام پہرہ پر اُونگھ رہے تھے۔ محمد علی نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ جھٹ پٹ ان کی بندوقوں پر قبضہ کر کے ان کا کام تمام کر دو۔ چنانچہ وہ فی الفور بندوقوں پر جا پڑے اور بندوقیں ہتیا کر اُن کے فیر داغنا شروع کر دئے۔ ان میں سے جس نے سر اُٹھایا اُسی کے بندوق ماردی یہاں تک کہ اُن سب کو وہیں ڈھیر کر دیا اور اُن کے ہتیار اور اُن کا سامان اپنے ہمراہیوں کو تقسیم کر کے سرینگ پٹن پہنچا اور نواب حیدر علی خاں کے حضور میں حاضر ہوا۔ نواب نے اُس کو عطاے خلعت فاخرہ اور جواہر سے سرافراز کیا۔ اور سب کو نئے ہتیار مع انعام مرحمت ہوئے۔ اور ہر ایک کو شاباش دی کہ بہادر سپاہی ایسے ہی وفادار ہوتے ہیں۔ ان اور محمد علی کمیدان اور فوج کے تمام بخشیوں کو نئی فوج بھرتی کرنے کا حکم دیا۔ اور ہر سوار و پیادہ کو تنخواہ پیشگی دئے جانے اور ہتیار سرکاری سلخانہ سے عطا کئے جانے کا ارشاد فرمایا۔

اس انتظام کے بعد نواب حیدر علیخاں نے گھوڑے پر سوار ہو کر

چاروں طرف سے قلعہ کا معاینہ کیا۔ اور تمام بُرجوں پر توپیں چڑھوادیں اور ہر طرف بندوقوں کی جھانکیاں درست کی گئیں۔ اور ہر مقام پر حرب کا ضروری سامان فراہم کر دیا گیا تاکہ ضرورت پر ہر چیز وہیں میسر آ سکے قلعہ کے اندر کھانے پینے کا سامان بھی ضرورت سے زیادہ بھر لیا گیا۔

اُدھر مادھو راؤ نے محمد علی کمیدان کا حال سُنا کہ اُس نے دو ہزار سپاہیوں کو قتل کر ڈالا۔ اس پر میر علی رضا خاں کو طلب کر کے اُن کے اور محمد علی کی نسبت کلمات ناشایستہ زبان سے نکالے اور کمال غضب سے میر موصوف اور دوسرے اسیران لشکر نواب کو جو اُس کے ہاتھ پڑ گئے تھے پونا کو روانہ کر دیا گیا۔ جب یسین خاں کا نمبر آیا جو نواب سید رعلیخاں سمجھ کر علیحدہ خیمہ میں رکھے گئے تھے اور اُن کے بھیجنے کا بھی حکم دیا اور اُس کے ساتھ ہی یہ معلوم ہوا کہ یہ نواب حیدرعلی خاں نہیں بلکہ اُن کے ہم شکل اُن کا ایک فدوی جاں نثار ہے۔ تب تو وہ شرم ندامت سے پانی پانی ہوگیا۔ اور اپنی حماقت سے متاثر ہو کر دم بخود رہ گیا۔ پھر اپنی تمام فوج قلعہ سرینگ پٹن کے گرد پھیلا دی۔ اور بڑے بڑے دمدمے اور مورچے قایم ہو کر زلزلہ خیز توپ داغی گئی۔ قلعہ پر سے بھی توپ کا جواب دیا گیا۔ کئی روز تک یہ گولہ باری ہوتی رہی۔ اس میں ترمک راؤ کی فوج کے کئی سردار نواب حیدرعلیخاں کی قدر دانی اور بخشش کا حال سُن کر نواب سے آملے اور بارہ ہزار سوار اور بیس ہزار پیدل نئے بھرتی ہو گئے۔ ایک روز محمد علی کمیدان نے

دو ہزار برق انداز لیکر میسور کے دروازہ سے باہر عید گاہ کے متصل راجہ چیتل درگ اور مرار راؤ پر جو دو ہزار پیادہ اور ایک ہزار سوار اور چار ضرب توپ کے ساتھ ناکہ روکے پڑے تھے اچانک ناخت کی اور پہنچتے پہنچتے گولیاں برسانا اور تلواریں مارنا شروع کیں۔ اُن میں اکثر مارے گئے بہتیرے بھاگ نکلے۔ باقیماندوں کو گرفتار کر لیا۔ اور مقتولوں کے ہتیار اور اسباب اُن کے سروں پر رکھوا کر نواب کے حضور میں حاضر کیا۔ اس واقع سے ترمک راؤ نے پیچ و تاب کھا کر کوہ کڑی گڈھ کی طرف دمدمہ وسیع اور بلند بندھوایا اور مورچہ خاص نام رکھا اور بڑی بڑی توپیں چڑھوا کر گولہ باری شروع کی۔ اس گولہ باری سے قلعہ کے اندر نقصان محسوس ہونے لگا۔ تب پھر محمد علی کمیدان پنج ہزار سپاہی بار آور اور ایک ہزار پیادہ کرناٹکی ساتھ لے جنگل کے راستہ سے ہوتا ہوا اس خاص مورچہ کی پشت پر ظاہر ہوا اور افسر مورچہ سے یہ کہا کہ ترمک رائو نے ہم کو واسطے تبادلہ سپاہ کے مورچہ کے بھیجا ہے۔ سپاہ متعینہ مورچہ اس خبر سے بیحد خوش ہوئی۔ کیونکہ وہ ہر وقت توپوں کی زد پر رہتی تھی۔ اور ترمک راؤ کا شکریہ ادا کر کے مورچہ سے باہر نکلی اور مورچہ اس جعلی سپاہ کے حوالہ کر دیا۔ پھر کیا تھا محمد علی کمیدان نے ان سب کو وہیں مار لیا۔ تھوڑے لوگ بھاگ گئے۔ اور اس مورچہ کی بڑی بڑی توپوں کو زمین میں دفن کرا دیا اور اس مورچۂ خاص کو کھدوا کر زمین کے برابر کر دیا اور چھوٹی چھوٹی توپوں کو ہمراہ لے

نواب کے حضور میں حاضر ہوا۔ ترمک راؤ نے جب اس چالاکی سے موچہ خاص نکل جانے کا حال سُنا مورچہ بندی چھوڑ کر پنڈاروں کی فوج کو علاقہ جات متعلقہ بالا گھاٹ کی تاخت وتاراج کا حکم دیا اور خود مع فوج کثیر دامن کوہ جھتر باسی میں خیمہ زن ہوا۔ یہاں دو تین روز بعد وہ موقع آیا جب ہندو لوگ دو دریاؤں کے سنگم پر اشنان کرتے ہیں۔ اور ترمیک راؤ کے کیمپ میں اشنان کی تیاریاں ہونے لگیں۔ ادھر نواب کے پرچہ نویس نے ظاہر کیا کہ کل ترمیک راؤ اور اس کی اکثر فوج اشنان میں مصروف ہو گی۔ نواب نے اس موقع سے فایدہ اٹھانے کو مع سپاہ کے رات کو قلعہ سے نکل کر مانا منڈف کے قریب قایم کیا۔ اور شاہزادہ ٹیپو سلطان کو مع سواران جنگ آزمودہ کے ایک دوسری کمینگاہ میں بٹھایا۔ اور محمد علیخاں کمیدان کو غازی خاں سردار مع فوج پنڈارہ اور دلیر خاں کابلی کو مع چار پلٹن اور چار ضرب توپ کے ہراول کے طور پر آگے بھیجا۔ اور یہ سب اپنے اپنے تجویز کردہ نشیبوں اور جنگلوں میں چھپ رہے۔ جب صبح کا وقت ہوا۔ ترمیک راؤ مع سرداران ہمراہی ہاتھیوں پر بیٹھ کر اشنان کو روانہ ہوا۔ اُس کے پیچھے اُسکی مرہٹہ فوج اور ہندو سپاہ بے فکری کی حالت میں آہستہ آہستہ ہنستی بولتی چلی آتی تھی۔ جب ندی کے کنارے میدان میں یہ لالہ زار جمع ہو گیا۔ غازی خاں نے مع فوج پنڈارہ بڑھ کر بسم اللہ کی۔ اور تیر فیر داغے۔ فوج مرہٹہ گھونگٹ کھا کر اُس کی طرف لوٹی تو وہ محمد علی کمیدان کی کمینگاہ پر لگا لایا۔ محمد علی

کیدان نے کمینگاہ سے مع فوج باہر آکر توپوں اور بندوقوں سے آگ برسانا شروع کی۔ جب مرہٹہ فوج بھاگی تو شاہزادہ ٹیپو سلطان نے اُسکا تعاقب کیا۔ اور اس طور سے کئی ہزار سپاہی فوج مرہٹہ کے مارے گئے اور پانچ ہزار سوار اور دو ہزار پیادے اسیر کرلائے گئے۔ ترمیک راؤ اس آفتناک رستخیز کو دیکھ کر بھیگی دھوتی پہنے ایک گھوڑے پر سوار ہوا اور بھاگ کر جان بچائی۔ پھر اس نے موتی تالاب کے سواد میں اپنی پریشان فوج کو جمع کیا۔ اور نواب حیدر علی خاں شادیانہ فتح بجواتے ہوئے قلعہ مبارک میں داخل ہوئے۔ اور ترمیک راؤ سپاہ نواب کی ایسی تاخت سے تنگ آکر محاربہ اور مقابلہ سے باز آیا۔ اور نواب کے علاقہ جات پائیں گھاٹ اور بالاگھاٹ کی لوٹ پر آمادہ ہوا۔ اور ہر طرف اُس کی فوجیں لوٹ مار کے لئے پھیل گئیں۔ جہاں گزر ہوا اُس نواح کو خاک سیاہ کر کے چھوڑا۔ سینکڑوں گاؤں بے چراغ ہو گئے۔ رعایا گاؤں چھوڑ چھوڑ کر بھاگ گئی۔ اور سینکڑوں آدمی نواب کے پاس فریاد لیکر آگئے۔ تب نواب حیدر علی خاں نے ٹیپو سلطان کو آٹھ ہزار سوار جوشن پوش اور بائیس۲۲ ضرب توپ دیکر آگے بڑھایا۔ اور محمد علی کمیدان کو چار ہزار سپاہی بار آور اور دو ہزار پیادہ کرناٹکی اور چھ ضرب توپ دیکر روانہ فرمایا۔

ٹیپو سلطان نے میدان کاویری میں خیام نصب کرائے۔ اور محمد علی کمیدان نے کشن گری میں کیمپ قایم کیا۔ اس اثنا میں نبالی

جاسوسوں کی معلوم ہوا کہ ترمبک راؤ کی فوج نے جو مال و اسباب پائیں گھاٹ میں اور بالا گھاٹ میں لوٹا ہے اور جو خزانہ اور اسباب لشکر نواب سے ہاتھ لگا۔ وہ پانچ ہزاروں کی حفاظت میں پونا کو جارہا ہے۔ اور کتنے ساہوکار بھی مع نقد و جواہر اس بدرقہ کے ساتھ ہیں اس خبر کو سنکر محمد علی کمیدان مع اپنی نصف سپاہ کے کنکڈی کی راہ سے کرن پاٹ کے ایک پہاڑ کے دامن میں کمینگاہ کے برجوں میں جا بیٹھا جو پہلے سے تیار تھے۔ یہ برج ندی کے کنارے شارع عام کے قریب واقع تھے۔ اور ادھر کے سب لوگ نواب کے حلقہ بگوش تھے جب دوسرے روز جماعت غنیم کے ساتھ مال و اسباب سے لدے ہوئے اونٹ اور گھوڑے کمینگاہ کے سامنے آئے محمد علی کمیدان اور اس کی جانباز سپاہ اور دوسرے لوگوں نے جن کو محمد علی نے ملالیا تھا بندوقوں کی شلکوں سے آگ برسانا شروع کی۔ ہمراہیاں قافلہ ایسے ہوش باختہ ہوئے کہ ان سے بعد تھوڑے مقابلہ کے سوائے بھاگنے کے کچھ بن نہ آیا۔ تب محمد علیخاں نے ان کا تعاقب کرکے بہتوں کو ہلاک کیا۔ اور جو بچے وہ جنگل جھاڑی میں چھپ کر نکل گئے اور کچھ گرفتار ہوگئے۔ زاں بعد محمد علی کمیدان وہ سب نقد و جنس اور گھوڑے اونٹ مواشی وغیرہ مع اسیروں کے حلقۂ فوج میں لیکر اپنے کیمپ میں کشن گری میں آداخل ہوا۔ اور ٹیپو سلطان کو اطلاع دی۔ ٹیپو سلطان نے وہ سب اسباب سرینگ پٹن کو روانہ کرادیا۔ جب ترمبک راؤ کو یہ خبر معلوم

ہوئی وہ سخت پریشان ہوا۔ اور اُس نے خیال کیا کہ کرن پاٹ صوبہ ارکاٹ سے متعلق ہے۔ نواب ارکاٹ کے سپاہیوں کا مزاحم نہ ہونا تعجب کی بات ہے۔ ایسا نہ ہو جو وہ بھی نواب حیدر علی خاں سے ملجائے یا مل گیا ہو۔ اب یہاں رہنا ٹھیک نہیں اس لئے وہ وہاں سے کوچ کر کے قصبہ اوتال گیر کے سواد میں جا ٹھیرا ◆

ٹیپو سلطان نے اُس کے نقل و حرکت کی خبر پاکر چار ہزار سوار سے پاشنہ کوب تعاقب کیا۔ آگے بڑھ کر دیکھا کہ فوج مرہٹہ دھرم پوری کو لوٹ رہی ہے اور کسی گاؤں کی لوٹ کا سامان ہاتھی گھوڑوں پر لدا ہوا اُس کے ساتھ موجود ہے۔ یہ حال دیکھ کر خود بھی لُوٹ میں شریک ہوگیا۔ گویا وہ بھی فوج مرہٹہ کا کوئی سردار ہے۔ جب وہ لوگ لُوٹ سے فارغ ہو کر بہت سے گھوڑوں۔ اُونٹوں اور ہاتھیوں پر سامان لیکر چلے۔ شاہزادہ والا جاہ نے اپنی فوج سے اُن پر گولیاں برسانا شروع کیں۔ اور بہادر سپاہیوں نے سینکڑوں کو تلواروں سے کاٹ ڈالا۔ آخر کو غنیم کی جمعیت سب اسباب کو وہیں چھوڑ کر اپنے لشکر کی طرف بھاگی۔ تب شہزادہ ٹیپو سلطان نے چار ہزار گھوڑے اور سینکڑوں بیل اور اُونٹ جن پر ترمبک راؤ کے توشکخانہ کا لُوٹا ہوا سامان لدا ہوا تھا مع بیس ہاتھی کے اپنے حلقۂ اثر میں لے کر صحرائے ناکری درک کی طرف مراجعت فرمائی۔ اور اپنے خیمہ گاہ میں آرام فرمایا ◆

جب ترمک راؤ نے سُنا اُس کا چہرہ زرد ہو گیا۔ اور وہاں سے اُٹھ کر کاویری پٹن کے سواد میں خیمہ کیا؛

محمد علی کمیدان جو اپنی جمیعت کے ساتھ اُس طرف چھپا ہوا تھا اُس نے رات کو اچانک شبخوں مارا۔ اس شبخوں سے فوج مرہٹہ کے ہزاروں آدمی ہلاک و مجروح ہوئے۔ ترمیک راؤ کے توشکخانہ پر قبضہ کر لیا۔ جو لوگ نواب حیدر علیخاں کی طرف کے اُس کے پاس اسیر تھے اُن کو چھوڑ الیا۔ اور خیمہ گاہ کو آگ لگا دی۔ ترمیک راؤ بھاگ گیا۔ محمد علی کمیدان پانسو گھوڑے۔ چھ ہاتھی اور گیارہ اونٹ خزانہ سے لدے ہوئے اور جملہ اسیر اپنے ہمراہ لیکر طلوع آفتاب سے پہلے اپنی خیمہ گاہ راے کوٹہ میں داخل ہو گیا۔ پھر دن بھر آرام کر کے رات کو مع فوج انی گل میں پہنچا؛

اس واقعہ سے ترمیک راؤ بالکل ہوش باختہ ہو گیا۔ لیکن اظہار بہادری اور رفع ندامت کو اپنی فوج لیکر محمد علی کمیدان کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ محمد علی نے ایک چھوٹے سے قلعہ میں پناہ لی۔ ترمیک راؤ نے اُس کی محافظت کو فوج مقرر کی اور اپنی فوج کے ایک ایک سپاہی کو آگاہ کر دیا کہ محمد علی کمیدان بڑا چالاک شخص ہے۔ اُس کی چالاکی سے ہوشیار اور ہر وقت کمربستہ رہیں۔ لیکن محمد علی نے دن میں اُس قلعہ کے پشت کی طرف سے نکل کر جنگل میں چلے جانے کی راہ تجویز کر لی اور اپنے ہمراہیوں کو بتا دی تھی اس لئے جب رات ہوئی تو اُس نے

کچھ سفید کپڑے قلعہ کے برجوں اور دیواروں پر پھیلا دئے۔ اور گھاس لکڑی جمع کرکے آگ لگوا دی۔ اُس کے شعلے اُٹھنا شروع ہوئے غنیم کے لوگوں نے جانا کہ قلعہ کے اندر سپاہی کھانا پکا رہے ہیں۔ کل صبح ہوتے ہی دھاوا کرکے گرفتار کرلیں گے۔ اِدھر محمد علی کمیدان مع اپنی جانباز سپاہ کے قلعہ کے پیچھے سے اُتر کر جنگل میں ہوتا ہوا فوج غنیم کے سر پر آپڑا جو کچھ کھانا پکا رہی تھی اور کچھ کھانا کھاکر سونے کے لئے دراز ہو چکی تھی۔ اس شبخوں سے فوج مرہٹہ میں بڑی گڑبڑ پڑگئی مگر جلد ہوشیار ہوگئی اور پانچ چھ ہزار فوج مخالف نے محمد علی کو گھیر لیا۔ محمد علی لڑتا بھڑتا ان کی توپوں تک پہنچ گیا۔ اور انہیں کی توپوں میں گراب بھر کر ایسے فیر داغے کہ ہزاروں آدمی مُرغ بسمل کی طرح لوٹنے لگے۔ محمد علی کی فوج سے بھی پانچ چھ سو آدمی کام آئے۔ لیکن اُس کی طرف سے جانفشانی میں قصور نہ ہوا۔ یہاں تک کہ فوج مرہٹہ کے بقیۃ السیف بھاگ نکلے اور محمد علی کمیدان سب مال و اسباب سمیٹ کر سرینگ پٹن پہنچ گیا۔ نواب نے عطائے جواہر اور خلعت فاخرہ سے اُس کی عزت افزائی فرمائی +

ترمک رائو نے جب دیکھا کہ قلعہ سرینگ پٹن کی تسخیر ممکن نہ ہوئی۔ اور جو سامان لُوٹا تھا۔ وہ بھی یہاں کا یہیں رہا۔ اور میری فوج کے ہزاروں آدمی ضائع ہوئے۔ اور سوائے نظارۂ قتل و ہزیمت میری کامیابی کی کوئی شکل نہ نکلی۔ اور اس طور سے پُونا کو واپس

جانا نہایت شرمناک بات ہے۔ تو اُس نے بڈنور کی تسخیر کا ارادہ کیا
نواب حیدر علیخاں کو جب اس ارادہ کی اطلاع ہوئی تو نواب نے
اس مہم کا سپہ سالار بھی محمد علی کیدان کو بنایا۔ اور چھ ہزار بندوقچی
اور بارہ ہزار سوار خاصہ اُس کے ساتھ کئے اور بیس ضرب توپ
لے جانے کا حکم دیا۔ جب وہ کوڑک کی سرحد میں پہنچا۔ وہاں کے راجہ
نے جو نواب کی اطاعت سے منحرف ہو کر مرہٹوں سے مل گیا تھا جنگ و
پیکار سے سد راہ ہونا چاہا۔ لیکن محمد علی نے اس کو آیندہ کا نشیب و
فراز سمجھا کر اپنے نکل جانے کا راستہ پیدا کر لیا۔ اور چونکہ جنگل کے
راستہ سے توپخانہ کا لے جانا دشوار تھا۔ اس لئے وہ توپیں اسد خاں
کیدان اور جہاں خاں رسالدار کے ساتھ مع بدرقۂ مناسب واپس
کردیں۔ اور خود مع جمعیت روانہ ہو کر جب فوج مخالف کے قریب
پہنچا تو ایک پہاڑی کے عقب میں ٹھیر رہا۔ ترمیک راؤ نے جب
سنا کہ سرینگ پٹن کو توپخانہ جاتا ہے تو اُس نے ایک دستہ فوج
کو حکم دیا کہ اُس توپخانہ پر تاخت کر کے توپین چھین لائے۔ اور وہ
دستہ روانہ ہو گیا۔ محمد علی نے الفور اطلاع پائی۔ اور اپنی فوج
کے بندوقچیوں کو حکم دیا کہ سو دو سو بندوقیں بھر کر خالی چھوڑ دیں
اور چار ہزار سپاہیوں کو ایک نشیب کی کمینگاہ میں بٹھا دیا اور خود مع
سواروں کے جنگل کی طرف چل نکلا۔ بندوقوں کی آواز سنتے ہی سوار
کا وہ دستہ اس جانب پھر پڑا اور ترمیک راؤ بھی میدان میں جا پہنچا

جب مرہٹہ فوج اس کمینگاہ کے سامنے ہو کر گزری۔ چار ہزار سپاہیوں نے ایسی تیز باڑھیں ماریں کہ فوج مرہٹہ کی صفیں ٹوٹ گئیں اور کئی ہزار آدمی زمین پر لوٹ گئے۔ پیچھے سے محمد علی کمیدان مع سواروں کے فوج مرہٹہ پر آگرا اور فوج مرہٹہ کو تلواروں پر دھر لیا۔ تھوڑی دیر میں فوج مرہٹہ بدحواس ہو کر بھاگنے پر مجبور ہوئی۔ ترمیک راؤ نے توپخانہ آگے بڑھا کر شلک کا حکم دیا۔ محمد علی نے حکم دیا۔ کہ فوج مرہٹہ کے تمام مقتولوں کی لاشیں جمع کر کے دمدمہ بنایا جائے۔ اور اُسکی آڑ سے گولیاں برسائی جائیں۔ اس تدبیر سے دو فایدے پہنچے ایک تو آڑ مل گئی۔ دوسرے فوج مرہٹہ کے سپاہی اپنی فوج کے مقتولوں کا دمدمہ دیکھ کر دل باختہ ہونے لگے۔ شام تک لڑائی جاری رہی۔ شام کو ترمیک راؤ اپنی لشکرگاہ کو واپس گیا جو اُس موقع سے تین کوس پر تھی۔ اور محمد علی کمیدان مع سب سوار و پیادہ کے میسور کو روانہ ہو گیا۔ اور جو زخمی اُسکی فوج کے میدان میں پڑے تھے اُن سے کہہ گیا کہ میں استارہ کی طرف جاتا ہوں۔ وہاں سے تمہارے لینے کو ڈولیاں بھیجنے کا بندوبست کرونگا۔ جب صبح کو ترمیک راؤ مع تازہ دم فوج کے پھر نمودار ہوا اور محمد علی کو وہاں نہ پایا تو اُن زخمیوں سے استفسار کیا۔ انہوں نے کہا کہ وہ آستارہ کی طرف گیا ہے۔ ترمیک راؤ نے اپنی فوج کو استارہ جاکر محمد علی کی فوج پر تاخت کا حکم دیا۔ اور اُس نے وہاں جاکر بیفایدہ کی زحمت

اٹھائی۔ اس ناکامی کے ساتھ اسی روز دوسرا واقعہ یہ پیش آیا۔ کہ صحرائے ماکڑی میں ٹیپو سلطان مع چھ ہزار سوار۔ اور تین ہزار پیادہ اور توپخانہ آتشبار کے خیمہ زن تھا۔ اور رائے پٹن کی ندی کے قریب غنیم کی رسد کا قافلہ آکر اُترا تھا۔ اس قافلہ میں اڑتیس ہاتھی اور کئی اُونٹ خزانہ سے بھرے ہوئے مع سیکڑوں بیل گولے بارود کے دس ہزار پیادہ اور سات ہزار سوار کی محافظت میں جا رہے تھے اور کئی سوداگر اور ساہوکار مع اشیاء و اجناس گراں بہا اُسکے ساتھ ہو لئے تھے۔ شاہزادہ بیدار بخت نے اچانک رات کو اس قافلہ پر شبخون مارا۔ اور قتل عام شروع کر دیا۔ صبح ہوتے ہوتے سب کو کاٹ ڈالا۔ بہت تھوڑے لوگ بھاگ سکے۔ کیونکہ اُن کے پیچھے نامعلوم گنجان جنگل تھا۔ جس میں ایک دفعہ بہت سے آدمی نہیں سما سکتے اور نہ غیر واقف لوگ راہ پا سکتے ہیں اور سامنے ندی واقع تھی۔ آخرکار صبح ہوتے ہی اُس تمام سامان اور باربرداری اور اسلحہ وغیرہ پر ٹیپو سلطان نے قبضہ کر کے سرینگ پٹن کو روانہ کر دیا۔ اور خود بدنور کو روانہ ہو گیا۔

جب یہ خبر تزمیک راؤ کو پہنچی۔ اُس کے ہوش و حواس جاتے رہے۔ اور فکر و تردد سے ہوش باختہ ہو گیا۔ اسی عرصہ میں پونا سے ایک درباری افسر آیا اور یہ پیغام لایا کہ تمہارے بھانجے نارائن راؤ پیشوا کو اُس کے چچا رگھناتھ راؤ عرف راگھوجی نے قتل کرا دیا اور خود

پیشوا ابن بیٹھا۔ اور نارائن کے امیروں پر نہایت سختی کر رہا ہے۔ یہ خبر سُنتے ہی اُس کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو گئے۔ اور نواب حیدر علیخاں کے وکیل حاضر باش دربار سے کہا کہ اس خونریزی اور رستخیز ہر روزہ سے صلح ہو جانا بہتر ہے۔ نواب کو لکھو کہ تاوان جنگ دیکر صلح کر لیں۔ وکیل نے نواب کو لکھا۔ نواب نے جواب دیا کہ تمہاری لڑائیوں میں دولت کثیر خرچ ہو گئی اور تمہاری فوجوں نے میرے ملک کو برباد کر دیا۔ اس پر اُلٹا تاوان جنگ مانگتے ہو۔ آخر کار دو لاکھ روپیہ دینے پر صلح قرار پا گئی۔ اور ترمبک راؤ مع اپنی جمیعت کثیر کے پونا کو روانہ ہو گیا۔ اور نواب کو اس بلائے بے درماں سے فرصت حاصل ہوئی۔

لیون۔ بی۔ بورنگ صاحب سی ایس آئی چیف کمشنر میسور اس بات کو تو تسلیم کرتے ہیں کہ ترمبک راؤ نے سرنگاپٹم کا محاصرہ کیا۔ اور ناکام رہا۔ لیکن دوسری سطر میں لکھتے ہیں کہ فوج مرہٹہ نے ایک سال سے نواب حیدر علی خاں کے ایک بڑے حصہ پر قبضہ کر رکھا تھا۔ اس لئے نواب نے مایوس ہو کر صلح کا پیغام دیا اور جون ۱۷۷۲ء میں صلح ہو گئی۔ حیدر علی نے ایک دفعہ سے پندرہ لاکھ روپیہ دینے کا وعدہ کر لیا۔ اور اسی قدر بعد کو دینے کا اقرار کیا۔ اُس کے بعض نہایت زرخیز اضلاع ضمانت میں لے لئے گئے۔ مگر یہ دونو باتیں واقعات تاریخ سے ثابت نہیں ہوتیں۔ نہ بورنگ صاحب نے واقعات کا بیان کیا ہے ؂

نظام حیدرآباد اور انگریزوں کی موافقت

اور

نوّاب حیدر علیخاں اور انگریزوں کی جنگ

نواب نظام علیخاں ناظم حیدرآباد اور انگریزوں کے درمیان جنگ چھڑی ہوئی تھی۔ نظام علیخاں کو انگریزوں کے غلبہ سے سخت اندیشہ تھا۔ اور انگریز نظام علیخاں کے ملک پر دانت لگائے ہوئے تھے۔ او اُس وقت کی طاقت اور مصلحت کے موافق پھیر پھیر کر ہاتھ نکالتے اور پاؤں بڑھاتے تھے۔ اور جس سے لڑتے تھے اُس سے تھوڑا کام نکال کر ایک عارضی مصالحت کو پسند کر لیتے تھے۔ چنانچہ جب نظام علیخاں بعض کشاکش سے مجبور ہوئے تو اُنہوں نے سیکاکول اور راج بندری کا ملک جمعی تیس لاکھ روپیہ انگریزوں کو تفویض کر دیا۔ اور انگریزوں نے اُن کو اپنا دوست بنا لیا۔ تب جنرل اسمتھ نے حسب تحریک نواب نظام علیخاں ملک بالاگھاٹ مقبوضۂ نواب حیدر علیخاں کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ اور اپنی فوج باقاعدہ وفتحیاب کو جمع کر کے نواب محمد علیخاں والئے کرناٹک کو بھی مع اُسکی فوج کے ساتھ لیا۔

نواب حیدر علیخاں نے بھی فراہمی لشکر کی تیاریاں شروع کیں۔ اور ایک لشکر جرّار اپنے زیر کمان رکھ کر اور کئی لشکر مرتب کیے۔ ایک لشکر ٹیپو سلطان کے ماتحت رکھا۔ دوسرا ہیبت جنگ بخشی کے سپرد ہوا تیسرا اور چوتھا میر علی رضا خاں اور محمد علی کمیدان کے زیر کمان رکھا گیا۔ اور نواب نے اپنی جمعیت سے فوج انگریزی اور اُسکی بھیر و بنگاہ پر جنگل کی اوٹ میں رہ کر تاخت شروع کی۔ کبھی دن کو اُسپر تاخت کرتا۔ کبھی رات کو شبخوں مارتا۔ اور سپاہیوں کو قتل کرکے مال و اسباب لوٹ لے جاتا۔ اُس میں ہرکارے خبر لائے کہ انگریزی رسد اور بہت سا سامان نتھر نگر کی طرف سے ایک پلٹن انگریزی اور چار سو سوار اور دو ضرب توپ کے ساتھ انگریزی فوج کے لیے جارہا ہے۔ اور بہت سے مویشی اُس کے ساتھ ہیں۔ نواب نے فی الفور مع سواروں کے اُس پر تاخت کر اُس جمعیت کو پریشان کر دیا اور سب سامان رسد اور مواشی کو لیجا کر جنگل میں محفوظ کر دیا۔ تب جنرل اسمتھ نے نواح تریاتور میں مقام کرکے سامان رسد مع بدرقہ فوجی کے مدراس سے منگوایا۔ اسی عرصہ میں خبر آئی کہ فوج انگریزی نے بمبئی سے ایلغار کر کوڑیال بندر پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور قلعہ نگر پر بڑھنے والی ہے۔ اور ایک زبردست فوج راجہ ملیبار کی سازش اور شرکت سے اُس ملک کی تسخیر پر کمربستہ ہو رہی ہے۔ تب نواب حیدر علیخاں نے شہزادہ ٹیپو سلطان کو نگر کی جانب جانے کا ارشاد کیا۔ ٹیپو سلطان

مع دو ہزار سوار اور چار ہزار سپاہ اور ایکہزار پیادہ کرناٹکی کے فنزل
مقصود کو روانہ ہوا۔ اور بخشی ہیبت جنگ کو مع چار ہزار سوار کے
واسطے مقابلہ اور حفاظت ملک کو ئنباتور اور کلیکوٹ کے روانہ کیا گیا۔
جب شہزادہ بندر کوڑیال میں پہنچا۔ معلوم ہوا کہ سردار لشکر انگریزی
آذوقہ اور ذخیرہ جنگ کے فراہم کرنے اور قلعہ کو مستحکم بنانے میں مصروف
ہے۔ اور انگریزی فوج بھی کافی مقدار میں جمع ہے۔ تب ٹیپو سلطان
نے نواب حیدر علیخاں کو عرضداشت لکھی کہ میں اپنی اس جمعیت سے
فوج انگریزی کو شکست نہیں دے سکتا۔ اس پر نواب نے چار ہزار
تفنگچی قادر انداز اور دو ہزار سوار منتخب و آزمودہ کار اور چودہ ضرب
توپ ساتھ اور باقی سامان اور لشکر میر علی رضا خاں اور محمد علی کمیدان
کے سپرد کر بڑی تیز روی سے قلعہ نگر میں داخل ہوا۔ اور دو ہفتہ میں
آٹھ ہزار بندوق چوبیں آبنوسی تیار کرا کر آٹھ ہزار سپاہی نوکر رکھے
اور وہ بندوقیں اُن کو دیں تاکہ ایک بڑی نمود کا سامان ظاہر ہو۔
اور رنگ برنگ کے پھریرے علموں اور نشانوں پر لگوا کر کوڑیال بند
کی طرف روانہ ہوا۔ یہ فوج جہاں جاتی۔ دو۔ دو رتک لالہ زار معلوم
ہوتا۔ جیسے رنگ برنگ کے نشانوں کا دریا لہریں مارتا چلا جاتا
ہے۔ اور کوڑیال بندر میں پہنچ کر انگریزی دمدموں کے سامنے اپنا
کیمپ قایم کر دیا اور مورچے تیار ہونے لگے۔ اور نواب نے ٹیپو
سلطان کو انگریزی دمدمہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ انگریزوں نے قلعہ

پر دوربین لگا کر دیکھا تو حیدر علیخاں کے چوبین بندوقچی دوسری فوج کے ساتھ ملکر ہیبت کا باعث ہوئے۔ اور انہوں نے خیال کیا۔ کہ حیدر علی خود اس عزم سے آیا۔ اور ہمارے مورچوں کے سامنے کیمپ لگایا اور اپنے بیٹے کو آگے بڑھایا ہے تو یہ جسارت بغیر استحکام خاص کے نہیں ہے۔ اس عاقلانہ خیال سے باہر کے سب عہدہ دار انگریز قلعہ کے اندر چلے جانے کو آمادہ ہوئے۔ انگریزی فوج کے دو سپاہیوں نے اس راز سے ٹیپو سلطان کو آگاہ کیا۔ ٹیپو سلطان نے اُن کو انعام کا متوقع کر لشکر میں رکھا۔ اور خود سواروں کا رسالہ لیکر قبل داخل ہونے اُن کے قلعہ میں جا داخل ہوا۔ اور جو لوگ وہاں تھے اُن کا قتل شروع کر دیا۔ جب نواب نے بیٹے کی اس جسارت کا حال سُنا فی الفور مع سواروں کے گولیاں مارتا اور تیر برساتا قلعہ میں داخل ہوا۔ اور توپخانہ نے دمدموں پر آگ برسانا شروع کی۔ سپہ سالار فوج انگریزی یہ حال دیکھ کر سب بیرونِ قلعہ کے انگریزوں کو لیکر ساحل کی طرف روانہ ہو کر جہاز پر سوار ہو گیا۔ جو اسی احتیاط کے لئے پہلے سے تیار رکھا تھا۔ وہ جہاز سب انگریزوں کو لیکر بمبئی کو چلتا ہوا۔ اور نواب نے قلعہ پر قبضہ کر کے سوار و پیادہ کی معقول فوج اپنے ایک سردار کی ماتحتی میں قلعہ کی حفاظت کو متعین کی اور ڈیڑھ مہینے میں یہ نمایاں کامیابی حاصل کر کے مع فرزند ارجمند واپس آکر سواد نجگڈھ میں خیمہ زن ہوا۔ اس درمیان میں جنرل اسمتھ اور دوسرے

افسران انگریزی کو اپنی پیش قدمی کے لیئے کافی موقع مل گیا تھا اسلئے انہوں نے اس وقت سے فایدہ اُٹھایا۔ اور قلعہ جات و اتم باڑی ترپاتور۔ کلکن گڑھ۔ چکدیو۔ دھرم پوری۔ ہوزوباسنی۔ موروا کر۔ کولار۔ ہکوٹہ کو فتح کر ڈالا۔ اور عبدالرشید خاں دیوان نواب محمد علی کو انتظام بارہ محال کے لئے مامور کیا۔ اور خود نواب محمد علیخاں نے کولار میں بیٹھ کر انتظامی کام شروع کئے۔ اور مرار راؤ حاکم گتی کو اپنے پاس بُلالیا۔ تاکہ وہ ہر طرح کے امور انتظامی میں اُن کی مدد کرے[1]۔ اس عرصہ میں نواب حیدر علیخاں بہادر بنگلور سے روانہ ہوکر اُس لشکر سے جاملا جو میر علی رضا خاں وغیرہ کے ماتحت چھوڑ گیا تھا۔

[1] نواب محمد علی خاں کا یہ ایک کینہ خیال تھا کہ اُس نے کولار مسکن آبائی حیدر علیخاں میں بیٹھ کر بے حقیقت مرار راؤ کے ہاتھوں نواب حیدر علیخاں کے مقبوضات مفتوحہ کا انتظام شروع کیا تاکہ حیدر علیخاں پر اسکا اثر پڑے اور وہ اپنے حریفوں کے ہاتھ میں یہ انتظام دیکھ مایوسانہ متاثر ہو۔ لیکن نواب حیدر علیخاں پر یہ باتیں اثر کرنے والی ہی نہ تھیں وہ ایسے چھچھورے خیالات سے متاثر ہونے والا آدمی نہ تھا۔ ہاں اس بات سے وہ ضرور متاثر و متاسف ہوا ہوگا کہ نواب محمد علیخاں نے مسلمان ہوکر اور اُس سے دوستی کا عہد پیمان کرکے کیسا دھوکہ دیا اور وہ آج انگریزوں کی دوستی پر کیسا اترا رہا ہے۔ اور مرار راؤ کو اپنا معین بنا کر کیسے غیر متوقع خیال میں مصروف ہے۔ اور اس سے وہ اپنی رائے میں بھی کمزور پایا جاتا ہے۔ جو حیدر علیخاں کے زور و جبروت اور عزم و رزم اور طیش و جیش کا صحیح اندازہ نہ کرسکا۔

اور جنرل اسمتھ نے سواد نرسی پور میں کیمپ قایم کیا۔ اس کے بازو پر مرار راؤ اپنی فوج کے ساتھ خیمہ زن ہوا۔ ایک شب کو نواب نے اچانک مرار راؤ کے لشکر پر شبخون مارا۔ اور بہتوں کو قتل کرکے تمام لشکر کو بدحواس کر دیا۔ مرار راؤ بھی زخمی ہوا۔ اس رستخیز میں کچھ آدمی لشکر انگریزی کے اور بہت سے سوار نواب محمد علیخاں کے بھی مارے گئے۔ اور نواب کے سپاہی بہت سامال و اسباب لوٹ کر نواب کے ہمراہ اپنے مقام پر واپس آئے اور مرار راؤ اپنے زخموں کی مرہم پٹی کے بہانہ سے چلتا ہوا۔ اور نواب حیدر علیخاں کچھ روز دم لینے اور اپنی سپاہ کو آرام دینے کے لئے سات گڑھ میں جا بیٹھے اور اپنے نایب کو بھی بارا محال سے اپنے پاس بولالیا۔ یہاں خبر پائی کہ لشکر انگریزی نے ڈنڈیگل۔ کوئمباتور۔ بالاگھاٹ۔ ڈاہرو ڈ۔ دھاراپور پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور اب اُس کا ارادہ بعد پہنچنے رسد اور سامان حرب کے جو قلعہ گڑوڑ میں جمع ہے۔ پل ہٹی کے معبر سے اتر کر میسور پر تاخت کرنے کا ہے۔ اس خبر کو سُنتے ہی نواب نے اپنا تمام لشکر شاہزادہ ٹیپو سلطان کے سپرد کیا اور خود دس ہزار سوار و پیادہ اور پندرہ ضرب توپ لیکر دھرم پوری پر تاخت کی اور توپوں کے گولے سے قلعہ کی دیوار توڑ ڈالی۔ قلعہ کے سپاہی دوپہر تک داد مردانگی دیتے رہے۔ لیکن جب دیوار ٹوٹ گئی۔ تو قلعہ سے نکل بھاگے اور نواب نے اُس پر قبضہ کر لیا۔ بعد ازاں انگریزی رسد کے چار ہزار بیل لوٹ

لئے۔ اور جو سوار و سپاہی اُن کے ساتھ تھے۔ اُن میں سے بہتوں کو توپ کے چھرّے اور بندوقوں کی گولیوں سے ہلاک کیا۔ اور فی الفور ہڑوڑ کی طرف کوچ کر دیا۔ آگے بڑھ کر ایک انگریزی فوج سے مڈبھیڑ ہوئی جو چھ سَو سپاہی اور دو سَو سوار۔ اور چار ضرب توپ پر مشتمل تھی۔ اُس کو توپوں کے غراب سے مبتلائے آفت کیا۔ آخر کو کرناٹکی پیادوں نے پناہ مانگی تو اُن سے ہتھیار لیکر اُن کو رخصت کر دیا گیا۔ لیکن دو سَو سپاہی ولایتی قتل کر دئے گئے۔ اسی رستخیز میں نو دس برس کے دو لڑکے سفید رنگ اسیر ہوئے۔ نواب نے اُن کی بڑی خاطر کی اور بڑے آرام سے رکھ کر اُن کو چھوڑ دیا۔ اور چلتے وقت کچھ اشرفیاں دیکر اُن سے کہا کہ تم کپتان فوج انگریزی کے پاس جاؤ اور اُس سے کہو کہ تمہاری سب رسد لوٹ لی گئی۔ اور تمہارے بہت سے سوار و سپاہی کام آئے اور دو سَو ولایتی سپاہی قتل کر دئے گئے۔ اب اپنی خیر چاہتے ہو تو میرے پاس آکر صلح کے طالب ہو۔ ورنہ صبح ہوتے ہی آفت برپا ہوگی۔ اور تمہارے آنے سے تم کو کچھ گزند نہ پہنچے گا۔ جب لڑکوں نے کپتان سے یہ پیغام کہا اور تمام سرگذشت بیان کی تو وہ پالکی پر سوار ہو کر مع مختصر بدرقہ کے نواب کے کیمپ میں چلا آیا۔ نواب نے اُس کی بڑی عزت کی۔ اور علیحدہ خیمہ میں اُس کو ٹھیرایا گیا۔ بعد آرام پانے کے یہ پیغام دیا گیا کہ قلعہ ہڑوڑ مجھ کو دیدیا جاوے۔ اس کے قبول کر لینے میں کپتان کو بہت کچھ پس و پیش ہوا اور کئی طرح کی باتیں بنائیں۔ لیکن کوئی بات

منظور ہوئی۔ آخرکار جب کپتان نے دیکھا کہ ہماری رسد لوٹ لی گئی اور تازہ رسد پہنچنے کا سامان نہیں۔ اور ہم پنجۂ اجل میں اسیر ہیں تو قلعدار کے نام چٹھی لکھ کر نواب کے معتمد کو حوالہ کی وہ قلعدار کے پاس لے گیا۔ اور پانچہزار سپاہ اور چار ضرب توپ ساتھ لیتا گیا۔ قلعدار نے وہ چٹھی دیکھ کر اور یہ حال مشاہدہ کرکے قلعہ مع تمام سامان کے نواب کے معتمد کو سپرد کر دیا اور خود باہر نکل آیا۔ پھر نواب نے بعد انتظام قلعہ انگریز قیدیوں کو جو ان مواقع پر اسیر ہوئے تھے۔ جابجا دوسرے قلعوں پر روانہ کردیا۔ اور خود مع لشکر ہمراہی روانہ ہو اپنے شہزادہ سے آملا۔ ازاں بعد دو تین روز میں سب سامان درست کر جنرل اسمتھ کے مقابلہ کو روانہ ہوا +

جنرل اسمتھ سواد قصبہ کولار میں خیمہ زن تھے۔ اور دو پلٹنیں اور چار سو گورے مسکوٹ سے رسد لانے کو بھیجے گئے تھے۔ نواب نے یہ خبر پاتے ہی محمد علی کمیدان کو مع چار ہزار سپاہی اور چند ضرب توپ کے قلعہ ہسوڑ کی تسخیر کو روانہ کیا۔ اور خود اپنے سواروں کی جمعیت لیکر اُس جماعت پر جاگرا۔ جو رسد لئے مسکوٹ سے آتی تھی۔ اور گولیوں کی بارش سے

لہ عقل قبول نہیں کرتی کہ کپتان فوج انگریزی صرف دو لڑکوں کے کہنے سے نواب کے کیمپ میں چلا آیا ہو۔ ممکن کہ نواب نے اپنا کوئی معتمد اُن لڑکوں کے ساتھ بھیجا ہو اور اُس نے کپتان کو کیمپ کے آنے پر ابھارا۔ اور جان کی امان کا اطمینان دلایا ہو +

اُس کو تتر بتر کر سب سامان چھین لیا۔ اُدھر محمد علی کمیدان نے ہسوڑ کا قلعہ فتح کر لیا۔ اور بہت لوگ اسیر کر ڈالے۔ زاں بعد مناسب تعداد کے سپاہی مع ایک افسر کے وہاں چھوڑ کر اسیران قلعہ کو نواب کے حضور میں حاضر لایا۔ پھر دوسرے قلعہ پر متوجہ ہوا جو انگریزوں کا خاص مامن تھا۔ اُس قلعہ پر گولہ باری کرنا شروع کی۔ آخر کو انگریز لوگ گھبرا کر باہر نکلے اور بڑی بہادری اور باقاعدہ صف بندی سے بندوقوں کی باڑھیں مارتے۔ جنرل اسمتھ کے لشکر سے جا ملے۔ اُدھر نواب حیدر علی خاں نے قلعہ ہسکوٹہ کا محاصرہ کیا۔ جس سے انگریزوں کو بڑی مدد ملتی تھی۔ اور وہ اُن کا پشت و پناہ بن رہا تھا۔ میجر ٹون نے اپنا باقاعدہ فوج سے سخت مقابلہ کیا۔ اور بُرجوں پر توپیں لگا دیں۔ جن سے نواب کے لشکر پر گولہ باری ہوتی تھی۔ اور دیوار کی جھانکیوں سے قلعہ نشین سپاہی بندوقیں مارتے تھے۔ با ایں ہمہ نواب نے اُن کو سخت تنگ کر رکھا تھا۔ جب جنرل اسمتھ کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ اپنی فوج کو سواد کولار سے اٹھا کر قلعہ ہسکوٹہ کی حفاظت اور قلعہ نشین لوگوں کی حمایت کو آگے بڑھا۔ نواب حیدر علی خاں نے جنرل اسمتھ کے آنے کی خبر پا کر ٹیپو سلطان اور میر علی رضا خاں کو مع فوج و توپخانہ کے آگے بڑھ کر جنرل اسمتھ کی راہ روکنے کو حکم دیا۔ اور قلعۂ ہسکوٹہ کو جلد فتح کر لینے کے لئے اور مناسب تدبیریں ہونے لگیں۔ صبح سے کچھ پہلے محمد علی کمیدان نے قلعہ کے پیچھے ایک موقع پا کر سیڑھی لگا دی اور

کچھ فوج قلعہ میں اُتار دی اور توپوں تک جا پہنچا۔ قلعہ کے باہر چاروں طرف نواب کی سپاہ کا لالہ زار نظر آیا۔ تب قلعہ والوں نے امان طلب کی اور محمد علی کمیدان نے قلعہ کے بُرج سے انگریزی نشان اُتار کر حیدری نشان قایم کردیا۔ قلعہ والوں کی جان بخشی کی گئی۔ اور اُن سب کو بے ہتھیار کے قلعہ سے نکال کر حیدری بندوبست قایم کیا گیا۔ پھر نواب مع فوج جنرل اسمتھ کی فوج سے مقابلہ کرنے کو متوجہ ہوا۔ عیدگاہ کے میدان میں توپخانہ قایم کردیا۔ اور کچھ فوج مع چند توپوں کے دوسرے ایک نشیب میں پوشیدہ بٹھادی تاکہ جب جنرل اسمتھ کی فوج سامنے سے گزرے تو گولے اور گولیوں کی باڑہ سے اُسکی خبر لے۔ چنانچہ جب انگریزی فوج وہاں پہنچی۔ تو ایک بڑے دھاوے سے تھکی ہوئی تھی۔ سوائے اس کے اُس کو اچانک جنگ ہو پڑنے کا خیال نہ تھا اس لئے حیدری فوج کی توپ و تفنگ سے بہت لوگ کام آئے۔ اس موقع پر جنرل اسمتھ نے بہت بڑی لیاقت اور دلیری ظاہر کی۔ اور ایک خاص طور کے قواعد جنگ سے کام لیا۔ یعنی اپنی فوج کے کچھ حصہ کو مختلف نشیبوں میں بٹھادیا۔ اور سامنے کی فوج کو زمین پر لٹادیا۔ اس سے جو گولے گولیاں پڑتیں وہ ادھر اودھر نکل جاتیں۔ تب وہ فوج اُٹھ کر نواب کی فوج پر باڑہ مارتی اور پھر لیٹ جاتی۔ اس طور پر کارآزما جنرل نے شام تک لڑائی جاری رکھی۔ شام کو دونو فوجیں علیحدہ ہوکر اپنے اپنے خیمہ گاہ میں واپس

آئیں۔ ابھی تک جنرل کو قلعۂ ہسکوٹہ کے فتح ہوجانے کی خبر نہ تھی مدات کو نواب نے قلعہ ہسکوٹہ کے کئی اسیروں کو چھوڑ دیا تاکہ وہ قلعہ مذکور کی فتح کامل سے جنرل اسمتھ کو مطلع کر دیں۔ جب یہ لوگ جنرل اسمتھ کے پاس پہنچے اور سب سرگذشت بیان کی۔ تو جنرل اسمتھ کو بہت افسوس ہوا۔ کہ اُس کے پہنچنے سے پہلے قلعہ ہاتھ سے جاتا رہا۔ اور اپنی فوج پھر کولار کو واپس لے گیا۔ اور نواب نے اس مقام سے اپنا کیمپ اُٹھاکر نرسی کے سواد میں قایم کیا۔ دو تین روز کے بعد نواب کو معلوم ہوا۔ کہ ایک ہزار سوار اور دو پلٹنوں کی حفاظت میں انگریزی رسد جنرل اسمتھ کے لشکر کو جا رہی ہے۔ نواب نے دو رسالے مع دو توپ کے ہمراہ لیکر ہرین ہلی کے گھاٹ پر اُسے جا ملایا۔ اور اُس انگریزی بدرقہ کو قتل اور متفرق کرکے وہ سب سامان چھین لیا۔ اور اپنی خیمہ گاہ میں لے آیا۔ جنرل اسمتھ کو اس رسد کے نکل جانے اور نواب کی بار بار تاخت سے اپنی بدنامی محسوس ہوئی۔ اور انگریزی فوج کی تکلیف کا خیال کرکے چند روز کو جنگ موقوف کرنے کی تجویز کی۔ اُدھر جنرل اسمتھ نے چند روز لڑائی موقوف رکھ کر انتظامی حالتوں کو درست کرلینے کا ارادہ کیا۔ اُدھر نواب حیدر علیخاں نے خیال کیا کہ انگریزوں نے بالاگھاٹ کے علاقوں میں بہت کچھ پاؤں جمائے ہیں۔ اور روز بروز پاؤں بڑھانے کی نیت ہے۔ اسلئے ہم بھی علاقہ جات پائین گھاٹ پر یورش کرنے میں کمی نہ کریں۔ جو نواب محمد علیخاں اور انگریزوں کے پاس ہے۔ تمام

سرداران فوج اس خیال کی تائید پر مستعد ہو گئے۔ تب نواب حیدر علیخاں اپنی فوج سوار و پیادہ کے ساتھ اُس طرف متوجہ ہوا۔ اور علاقہ پائیں گھاٹ میں ایک تہلکہ برپا کر دیا۔ اور کرشن گری۔ قلعہ ترپاتور۔ وانم باڑی۔ انبور۔ سات گڑھ۔ اُپی ایلورا۔ دھونی گڑھ کے علاقوں میں لوٹ مار کرتا اور اُن پر اپنا قبضہ جماتا ترناملی میں جا پہنچا۔ اور وہاں اپنا فوجی کیمپ قایم کیا۔ پھر شاہزادہ ٹیپو سلطان کو مع فوج مناسب کے مدراس کو روانہ کیا۔ اور میر علی رضا خاں کو مع لشکر تنجاور اور تنجر نگر پر روانہ کیا۔ اور غازی خاں کو چتور اور مہا میرزا کو نیلور کی جانب جانے کا حکم دیا۔ ہر ایک کے ساتھ جمعیت مناسب مع سامان جنگ روانہ کی گئی۔ ان سرداروں نے اُن اطراف کے علاقوں کو اپنی لوٹ مار سے بالکل تاراج کر دیا۔ تب نواب محمد علیخاں کی آنکھیں کھلیں۔ اور اُس نے جنرل اسمتھ سے کہا کہ نواب حیدر علی خاں کی رستخیز سے تمام علاقہ برباد ہو گیا اور ہو رہا ہے۔ بہتر ہے کہ اُس سے صلح کیجائے جنرل اسمتھ نے جواب دیا کہ میں صرف تمہاری وجہ سے اُس سے لڑتا ہوں ورنہ مجھ کو کوئی ضرورت نہیں اور نہ میرے خلاف اُس سے کوئی کام ظہور میں آیا ہے جس کا اُس سے بدلہ لیا جائے۔ جب جنرل اسمتھ نے یہ جواب دیا تو نواب محمد علیخاں نے حیدر علیخاں کے نام ایک محبت نامہ تیار کیا۔ اُس میں لکھا کہ آپ کی رستخیز سے خلق خدا پریشان ہے۔ اور علاقے بیچراغ ہو رہے ہیں۔ اس لئے میں

چودہ لاکھ روپیہ مع چند تحایف دیگر کے ارسال کرتا ہوں۔ اب آپ اپنی تلوار کو میان میں کریں۔ یہ خط مع نقدی و تحایف نجیب خاں اور دانشمند خاں کے ہاتھ روانہ کیا گیا جو محمد علی خاں کے خاص معتمد تھے۔ جب یہ سفیر حیدرعلی خاں کے پاس پہنچے اور خط دیا تو وہ پڑھکر بہت خوش ہوا اور وہ پیشکش منظور کرلیا۔ اور ان معتمدین کے ساتھ عزت سے پیش آیا اور دونو کو خلعت دیکر رخصت کیا۔ اور اُس خط کا جواب لکھکر علی زمان خاں اور مخدوم علی خاں کو اپنا سفیر بنایا اور محمد علی خاں کے پاس بھیجا اور صلح کی کارروائی ہونے لگی۔ نواب محمد علیخاں نے علاوہ علاقہ جات منضبطہ کے کڑوڑ کا علاقہ بھی نواب حیدرعلیخاں کے حق میں چھوڑ دیا۔ اور جو لوگ نواب حیدرعلی خاں کے نواب محمد علیخاں کے پاس قید تھے وہ سب چھوڑ دئے گئے۔ اور جو لوگ نواب محمد علی خاں کے زیر اثر رہنے پر راضی نہ تھے۔ اُن کو نواب حیدرعلی خاں نے اپنے ساتھ لے لیا۔ اور اس نتیجہ کو امداد غیبی سمجھکر مع فوج دریا موج ملک بالاگھاٹ میں آداخل ہوا۔ اور وہاں کی خوف زدہ رعایا کو ہر طرح پر تسلی دی •

لیون۔ بی۔ بورنگ صاحب سی ایس آئی چیف کمشنر میسور ۱۸۶۲ء سے ۱۸۷۰ء تک کے واقعات کی یوں توضیح فرماتے ہیں کہ حیدرعلی کا رسوخ دیکھکر نظام حیدرآباد نے انگریزوں کو چھوڑتا اور حیدرعلیخاں سے مل جانا چاہا۔ تاکہ پائیں گھاٹ کے ملکوں پر حملہ کرے۔ اس وقت

نظام، ور حیدر علی خاں کی متحدہ فوجوں میں ۴۴ ہزار سوار ۲۸ ہزار پیدل ۱۰۹ توپیں تھیں۔ اور انہوں نے نشیبی ملک میں اُتر کر اسمتھ کی فوج پر حملہ کیا۔ اور حیدر علی نے رسد پہنچنے کے راستے بند کر دئیے مگر وہ نقصان کے ساتھ پسپا ہوا۔ اسی اثنا میں مدراس سے کرنل وڈ کو حکم پہنچا۔ کہ ترچناپلی سے ترتامل کو چلا جائے۔ جہاں نواب محمد علی خاں رئیس ارکاٹ نے کافی رسد کا یقین دلایا ہے لیکن یہاں کچھ سامان نہ ملا۔ اور نہ یہ مقام محفوظ پایا گیا۔ تب کرنل اسمتھ حیدر علی سے پہلا مقابلہ کرنے کے بعد ترتامل کو روانہ ہوا۔ تاکہ وہاں پہنچ کر سامان حرب فراہم کرے۔ اور وہ یہاں کرنل وُڈ سے مل گیا۔ ان دونوں کی متحدہ فوجوں میں سوار ۱۰۲۳۔ پیدل ۵۰۰۰ توپیں ۱۶ تھیں۔ اس حالت میں نظام اور حیدر علی انگریزی فوج پر حملہ کرنے کو آگے بڑھے اور ترتامل سے چھ میل کے فاصلہ پر خیمہ زن ہوئے۔ یہاں حیدر علی نے ایک بڑا دمدمہ باندھا۔ ۲۶ ستمبر ۱۷۶۷ء کو نہایت ہی سنگین واقعہ کا آغاز ہوا۔ جس کے نتیجہ میں انگریزوں کو فتح کامل حاصل ہوئی۔ اور نظام اور حیدر علی کے بارہ سو آدمی کام آئے۔ اور ۳۷ توپیں انگریزی فوج نے چھین لیں۔ لیکن انگریزوں کا بھی بہت نقصان ہوا۔ زاں بعد حیدر علی نے تروپاتر اور وینم باڑی کو پھر فتح کر لیا۔ اور بارہ محال میں قلعۂ امبر کو مستحکم محاصرہ میں لایا۔ لیکن کپتان کالورٹ نے بہادری سے اُس کی

حفاظت کی اور یہاں تک اُس کو بچاے رکھا کہ اسمتھ کی ماتحتی میں ویلور سے مدد آ پہنچی - اور انگریزوں نے پر ونیم بادی میں حیدر علی پر حملہ کیا - حیدر علی نے اُس کو خالی کر دیا - اور نہایت دلیری سے ایک بڑی جماعت پر جا پڑا جو سامان حرب اور رسد لئے ہوئے انگریزی فوج کی شرکت کو آ رہی تھی - یہ حملہ سنگار انڈیا میں واقع ہوا - اس میں حیدر علی کے چند افسر کام آئے اور اُسکا گھوڑا اُسکی ران کے نیچے مارا گیا - لیکن وہ بال بال بچ گیا - اس سے متاثر ہو کر اُس نے زیادہ چھیڑ موقوف کر دی - اور اُس کے رفیق نظام نے بھی اُسکی دوستی میں خطرہ دیکھ کر انگریزوں سے خط و کتابت شروع کر دی - اور اُس کو چھوڑ کر شمال کیجانب چل دیا - تب حیدر علی نے اپنے بیٹے ٹیپو سلطان کو مع فوج و توپخانہ کے آگے بڑھایا - وہ کوہستان میں جا کر اپنے مقبوضات کی حفاظت کرتا رہا - اس عرصہ میں نیر (نایر) لوگوں نے ملیبار میں مفسدہ برپا کیا - اور بمبئی سے انگریزوں کی مدد حاصل کی جنہوں نے منگلور لے لینے کو ایک علٰحدہ فوج آور بھی روانہ کی تھی - اسوقت حیدر علی نے منگلور اپنے وفادار نایب فضل اللہ خاں کی حفاظت میں چھوڑا اور خود تیز دھاوے کرتا ہوا ملیبار پہنچا اور اپنی فوج کے ساتھ منگلور کے سامنے نمودار ہوا اور اُسے بآسانی اپنے قبضہ میں کر لیا - قلعہ کی فوج نے بلا شرایط اپنے تئیں حیدر علی

کے سپرد کر دیا اور اپنی توپیں خزانہ اور سامان کے ذخیرے سب فاتح کے حوالے کر دئے۔ اس کے بعد حیدر علی پھر اپنے مقام پر واپس آیا۔ اور راستہ میں بدنور کو دیکھتا آیا جس کے زمینداروں نے انگریزوں کو سامان رسد بھیجا تھا اُس کی پاداش میں اُن سے بہت بڑا جرمانہ وصول کیا۔

جب حیدر علی مشرقی سرحد سے ہٹ گیا تو مدراس کی گورنمنٹ نے اُن سب مقامات کو جو حیدر علی نے بارہ محال میں فتح کئے تھے۔ اور اُن کے علاوہ "ڈنڈی گل" تک ملک فتح کرنے کا ارادہ کیا اور اس غرض سے ایک فوج کرنل وُڈ کی ماتحتی میں روانہ کی۔ کرنل وُڈ کی فوج کے سامنے کسی قلعہ کی فوج نہ ٹھہری اور وہ اس مہم کا ایک جزو پورا کر کے کرنل اسمتھ کی فوج سے مل جانے کو روانہ ہوا۔ کرنل اسمتھ نے کرشناگری کے قلعہ پر حملہ کر کے جس کی فوج نے کرنل کی اطاعت قبول کر لی میسور کے سطح مرتفع پر یورش کی۔ اسی اثناء میں کرنل اسمتھ کے نام حکم آیا کہ مفتوحہ اضلاع کی مالگزاری محمد علیخاں نواب ارکاٹ کی رضامندی سے وصول کی جائے۔ محمد علی اس موقع پر وہ تمام ملک جو حیدر علی سے چھینا گیا۔ اپنے قبضہ میں لانا چاہتا تھا۔

حیدر علی نے بڑی کوشش کی کہ کرنل وُڈ کی فوج کرنل اسمتھ کی فوج سے ملنے نہ پائے۔ لیکن کوئی نتیجہ نہ ہوا۔ اور جب دونو

کرنلوں کی فوجیں مل گئیں تو حیدر علی گرم کنڈا کو فرار ہو گیا اور
وہاں اپنے بہنوئی علی رضا خاں کو اس بات پر رضامند کر لیا کہ وہ
اپنی قواعد دان فوج کے ساتھ اُس کے جھنڈے کا شریک ہو جائے
اب اس طرح قوی ہو کر حیدر علی کولار کی جانب واپس آیا۔ لیکن
اب اس کو یہ خوف پیدا ہوا کہ انگریزی فوج بنگلور کا محاصرہ کریگی
اس خوف سے اُس نے صلح کا پیغام بھیجا۔ اور انگریزوں کو
بارہ محال اور دس لاکھ روپے دینے کا وعدہ کیا۔ لیکن اُس نے
محمد علی کو کوئی قطعہ ملک دینا نہ چاہا۔ کیونکہ محمد علی سے اُس کو بلا کی
نفرت ہو گئی تھی۔ حیدر علی کو دبتا ہوا دیکھ کر گورنمنٹ مدراس نے
بڑے بڑے دعاوی پیش کر دئے۔ ایک تو اپنے لئے اُس کے ملک
کا ایک بڑا حصہ طلب کیا۔ دوسرے نظام کو بھی خراج دلانا چاہا۔
اس لئے اس وقت کے نامہ و پیغام کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور ازسرنو
جنگ کی تیاریاں شروع ہوئیں *

مولباگل مع مقامات دیگر کرنل اسمتھ کے قبضہ میں تھا۔ مگر
کرنل اس وقت غیر حاضر تھا۔ اس لئے مدراس کے وکلائے
صلح نے چاہا کہ اس مقام کی انگریزی فوج ہٹا کر محمد علی کی فوج
کا ایک حصہ یہاں متعین کر دیں۔ لیکن حیدر علی نے گرم کنڈا سے
واپس آکر یہاں کی فوج کے کمانیر کو توڑ لیا اور قلعہ پر قابض
ہو گیا۔ اُس کے چھیننے کو کرنل وُڈ فوراً روانہ ہوا۔ لیکن اُسکو یہ

خبر نہ تھی کہ حیدر علی کی فوج قریب ہی موجود ہے۔ دوسرے روز حیدر علی اُس پر آ ٹوٹا۔ حیدر علی کے عقب میں پیدل فوج بہت کثرت سے تھی۔ بڑی خونریز جنگ واقع ہوئی جس میں حیدر علی کی توپوں نے بڑی تاثیر کے ساتھ کام کیا۔ قریب تھا کہ انگریزی فوج کو شکست ہو جائے۔ لیکن اُسی وقت کپتان بروک جو حفاظت سامان کے متعلق چار کمپنیوں کا افسر تھا بڑی سخت محنت کر کے ایک مخفی راستہ سے دو توپیں ایک پہاڑی پر چڑھا لے گیا۔ اور حیدر علی کی فوج پر گولے برسانا شروع کیا۔ اور اسمتھ کا نام لے لے کر شور مچایا۔ حیدر علی کی فوج نے جانا کہ اسمتھ آگیا اور وہ تھوڑی دیر تک پیچھے ہٹتی رہی۔ اس مہلت میں کرنل وُڈ نے اپنی فوج کو ترتیب دے لیا۔ لیکن حیدر علی نے پھر حملہ کیا اور اپنے رسالوں سے بروک والی پہاڑی پر دھاوا کیا۔ لیکن بڑے نقصان سے پسپا ہونا پڑا۔ اور طرفین کا سخت نقصان ہوا۔ کرنل اسمتھ کے پاس بڑی تیزی سے سوار دوڑائے گئے کہ کمک کو پہنچے لیکن اسمتھ کے آنے تک حیدر علی اور اُس کی فوج غایب ہو گئی +

انگریزی کمانڈروں کو معلوم ہو گیا کہ اُن کی فوجیں بنگلور فتح کرنے کے لئے بالکل ناکافی ہیں۔ اور حیدر علی باقاعدہ جنگ پر آمادہ نہ کیا جا سکتا تھا۔ لیکن مدراس کی گورنمنٹ نے جو محمد علی کی باتوں پر فضول بھروسہ رکھتی تھی۔ کرنل اسمتھ پر خفگی ظاہر کی کہ اُس نے

بنگلور کی فتح میں کیوں دیر لگائی۔ اور کرنل اسمتھ کو مدراس طلب کرکے اُس کی افواج کو کرنل وُڈ کی ماتحتی میں چھوڑ اگیا۔ اُدھر اسمتھ مدراس روانہ ہوا۔ اُدھر حیدر علی نے فوراً ہسور کا محاصرہ شروع کیا۔ تب کرنل وُڈ باگ لور کے راستہ سے ہسور کی حفاظت کو نکلا۔ حیدر علی نے خبر پاکر راستہ روکا اور کرنل وُڈ کی فوج کو زک پہنچا کر بھاری توپوں اور سامان پر قبضہ کر لیا اور پھر وہ سامان بنگلور کو بھیج دیا۔ اب پیچھے ہٹنے پر کرنل وُڈ کو معلوم ہوا کہ حیدر علی کی فوج نے اُسے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے اور بدقسمتی سے اس موقع پر فوج کو بہت ہی آفتناک بربادی میں مبتلا ہونا پڑا۔ آخر کو میجر فٹز جیرلڈ جو دین کاما گری میں متعین تھا کرنل وُڈ کی مدد کو چھپٹا اور پیچھے سے آکر اُس کی فوج کو تمام و کمال برباد ہونے سے بچا لیا۔ اس بدقسمت جنگ کا یہ نتیجہ ہوا کہ کرنل وُڈ بھی واپس طلب کر لیا گیا۔ اور کرنل لینگ اُسکی جگہ بھیجا گیا۔

جس زمانہ میں بنگلور فتح کرنے کی بیکار کوششیں ہو رہی تھیں۔ حیدر علی نے اپنے نایب فضل اللہ خاں کو نئی فوجیں بھرتی کرنے کے لئے سرینگ پٹن کو بھیجا تھا۔ جب وہ تیاریاں پوری ہوچکیں۔ تو حیدر علی نے نومبر ۱۷۶۸ء میں فضل اللہ کو ایک بڑی زبردست فوج اور توپخانہ کے ساتھ انگریزوں سے انتقام لینے کے لئے درۂ گجل ہٹی کی طرف آگے بڑھایا۔ جو اس وقت انگریزوں کے قبضہ میں تھا فضل اللہ

نے جاتے ہی اُس پر قبضہ کر لیا۔ اور اُس نے آسانی سے درہ پر قبضہ کر لیا۔ اس کے پیچھے خود حیدر علی خاں ایک فوج جرار اور توپخانہ لیکر روانہ ہوا۔ اور ضلع کوئمبٹور میں داخل ہو کر کروڑ پر قبضہ کر لیا۔ اور آیروڈ کی جانب بڑھا۔ اُدھر جاتے ہوئے کپتان نکسن سے مقابلہ ہو گیا اور اس کو فاش ہزیمت ہوئی۔ اس کی فوج میں ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو یا تو مارا نہ گیا ہو یا زخمی نہ ہوا ہو۔ آخر کو حیدر علی نے آیروڈ فتح کر لیا۔ انگریز افسر جو وینم باڈی کا کمانیر دوم تھا۔ اُس نے پچھلے سال حیدر علی سے یہ قول کر لیا تھا کہ اُس کے خلاف جنگ میں کام نہ کرے گا۔ لیکن اب جو کمانیر پایا گیا۔ تو حیدر علی نے وینم باڈی کی تمام فوج کو مع کاویری پورم کی فوج کے گرفتار کر کے سرنگاپٹم کے محبس میں گھُل گھُل کر مرنے کو روانہ کر دیا۔ پھر حیدر علی نے گھاٹوں کے جنوب میں وہ تمام اضلاع فتح کر ڈالے جو انگریزوں نے اُس سے چھین لئے تھے۔ اور اب وہ مشرق میں مدراس کی طرف متوجہ ہوا۔ اس فوجکشی پر مدراس کی گورنمنٹ بہت سراسیمہ اور پریشان ہوئی اور کپتان بروک کو صلح کے کام پر مامور کر کے صلح کا پیام دینے کو بھیجا۔ اس ملاقات میں حیدر علی نے صلح پر رضامندی ظاہر کی لیکن اُس نے ارکاٹ کے دغاباز نواب (محمد علی) کو کسی قسم کی رعایت دینے سے انکار کیا۔ اس پر صلح ملتوی ہو گئی۔ لیکن نواب حیدر علی خاں نے

اپنے نڈر عزم و ہمت سے جس کے لئے وہ ممتاز تھا اب وہ تدابیر کیں کہ مدراس کی گورنمنٹ خوف سے کانپ جائے۔ یعنی اُسنے اپنی فوج کے اصلی حصہ کو اہتور درہ سے ہوکر مغرب کی جانب کوچ کرنے کا حکم دیا اور چھ ہزار چیدہ سوار اور تھوڑے پیدل لیکر وہ خود روانہ ہوا اور ساڑھے تین دن میں ۱۳۰ میل کا دھاوا کرکے کوہ سینٹ طامس پر مدراس سے پانچ میل پر جا پہنچا۔

اب کیا تھا۔ نے الفور مسٹر ڈوپیری اُس سے صلح کی گفتگو کرنے کے لئے متعین ہوا۔ حیدر علی نے پہلی یہ شرط چاہی کہ آیندہ فریقین ایک دوسرے کے مواقع جنگ دشمن پر مددگار رہوں۔ گورنمنٹ مدراس نے اس شرط کو منظور تو کر لیا۔ لیکن ضرورت کے وقت گورنمنٹ نے حیدر علی کی مدد نہ کی۔ ۲۹۔ مارچ ۱۷۶۹ء کو یہ جلسہ برخاست ہوا اور فریقین نے اپنے اپنے مقبوضہ مقامات جو دوران جنگ میں انہوں نے فتح کئے تھے اور اپنے اپنے قیدی ایک دوسرے کو واپس کردئے ان مقامات میں ایک مقام کرور بھی تھا اور میسور کا اُس پر پرانا قبضہ تھا۔ اور یہ مقام اس وقت محمد علی کے قبضہ میں تھا۔ وہ بھی حیدر علی کو دیدیا گیا۔ کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا کہ اپنی نقل و حرکت سے جو اس صلح سے قبل عمل میں آئی میسور کے سردار حیدر علی نے اپنی سلیقہ شعاری اور مادرزاد مدبر کی ذکاوت کے اعلےٰ صفات کا اظہار نہیں کیا۔ برخلاف اس کے مدراس کی گورنمنٹ نے

کم فہمی اور اپنے بودے پن کا ثبوت دیا اور نادانی سے دغا باز محمد علی پر بھروسہ کیا۔ مگر حیدر علی نے ایسا نہ کیا بلکہ اُس نے محمد علی کی فریب دہی کا پورا اندازہ کر لیا تھا +

کڑپہ۔ کرنول۔ بلاری پر لشکر کشی

وقایع ۱۱۸۵ھ ہجری[1]

جب نواب حیدر علی خاں انگریزوں کے ساتھ جنگ میں مصروف تھے تو نواب عبدالحکیم خاں حاکم کڑپہ اور نواب منور خاں حاکم کرنول اور راجہ بلاری نے نواب کے علاقوں کو لوٹا اور رعایا کو تنگ کیا تھا۔ اُس کا انتقام لینا ضرور تھا۔ اس لئے جب انگریزوں سے مصالحت ہو گئی۔ تو نواب حیدر علی خاں چھ ہزار سوار و پیادہ مع توپخانہ کے لیکر شکار کھیلتے ہوئے سواد کڑپہ میں داخل ہوئے۔ اور سواروں کو دیہات کی لوٹ کا حکم دیا۔ حاکم کڑپہ نے یہ حال دیکھ کر ایک سفیر مع پانچ لاکھ روپیہ نقد اور دو ہاتھی اور چار گھوڑوں کے نواب کے حضور میں روانہ کیا اور عفو قصور کی درخواست کی۔ نواب نے پیشکش منظور کر کے قصور معاف کر دیا +

[1] نشان حیدری میں ان واقعات کا ۱۱۸۶ھ ہجری میں واقع ہونا لکھا ہے +

پھر نواب نے پیکن پلی کی طرف کوچ فرمایا۔ یہاں میر غلام علی قلعدار نے نواب پر گولہ چلایا۔ اُس پر نواب کی فوج نے قلعہ کے آس پاس کے کئی دیہات کو تاراج کر دیا۔ یہ حالت دیکھ کر میر غلام علی نے ایک وکیل کے ذریعہ سے دو لاکھ ہون اور پچاس ہزار روپے بابت جرمانہ اُس حرکت بیجا کے نواب کے حضور میں ارسال کئے اور اپنے قصور پر ندامت کا اظہار کیا۔ اس پر نواب نے وہ جرمانہ قبول کر کے اس کا قصور معاف کر دیا۔ اور کرنول کو روانہ ہو گیا۔ وہاں کے حاکم نے بھی سب سے بہتر ذریعہ رستگاری کا پیشکش اور معذرت کو سمجھ کر دو لاکھ روپے حضور میں ارسال کئے۔ اور انتقام گذشتہ سے امان پائی۔ زاں بعد نواب حیدر علیخاں منافق مرار راؤ کے علاقہ سے ہوتے ہوئے کرنول پہنچے۔ نواب کرنول پہلے اپنی فوج لے کر مقابلہ کو سامنے آیا۔ کیونکہ سکین شاہ درویش نے اُس سے کہا تھا کہ ہم تیرے ساتھ ہیں تجھ کو شکست نہ ہو گی۔ لیکن جب سکین شاہ نے نواب حیدر علی خاں کے جبروت و جلال کو دیکھا۔ تو نواب کرنول کو صلح کر لینے کی ہدایت کی۔ نواب منور خاں حاکم کرنول نے پچاس لاکھ روپے نقد مع نفایس گراں بہا نواب کے حضور میں روانہ کئے۔ نواب نے قبول فرما کر اُس کو انتقام سے معاف کیا۔ اور دوسرے روز وہاں سے کوچ کر کے بنی کنڈہ اور پنڈی کنڈہ کی راہ سے سواد بلاری میں، داخل ہوا اور فوج کو قلعہ بلاری پر گولے برسانے کا حکم دیا۔ اس کے علاوہ گولندانو

نے بڑے بڑے پتھر غباروں میں بھر کر غباروں کو قلعہ کی طرف چھوڑا۔ یہ پتھر باروت کے زور سے ہوا میں اُڑ کر قلعہ میں گرے جس سے حرم سرا کے لوگ زخمی ہوئے اور عورتوں میں ایک کہرام پڑ گیا۔ اور سب عورتوں نے راجہ کو گھیر کر فریاد کی کہ جو کچھ تیرے پاس ہے نواب کو دیکر عفو قصور کی درخواست کر۔ اس پر راجہ نے مضطر ہو کر ایک وکیل مع قطعہ عریضہ اور دو لاکھ روپے نقد کے نواب کے حضور میں بھیج کر امان طلب کی۔ نواب نے اُس کی پیشکش کو قبول فرما کر انتقام سے درگذر کی +

یہیں نواب کو معلوم ہوا۔ کہ تانتیا مرہٹہ ناظم مرچ بہ سبب اغوا گوبند راؤ اور امرت راؤ کے نواح دھارواڑ اور بادامی میں جو دولت خداداد نواب سے متعلق ہیں۔ لوٹ مار کر رہا ہے۔ نواب فی الفور تنگ بھدرا ندی کو عبور کر کے یلغار کے طور پر قریب بنکاپور کے جا نکلا۔ سردار مرہٹہ وہ نواح چھوڑ کر اپنے مستقر کو چلا گیا۔ تب نواب نے سواد شانور میں قیام فرمایا۔ نواب عبد الحکیم خاں جو کئی بار زک پا چکا تھا۔ اس مرتبہ خاص نیاز مندی سے پیش آیا۔ اور ایک لاکھ ۳۵ ہزار روپیہ خرچ یکروزہ لشکر ظفر پیکر اندازہ کر کے حاضر کیا۔ جو نواب نے خوشی سے قبول فرمایا۔ پھر سرہٹی۔ ڈامل۔ کپل کے راجوں سے پیشکش لیتا ہوا بیجانگر عرف اناگندی کے سواد میں خیمہ زن ہوا۔ اور راجہ تمراج کو جو وہاں کا حاکم تھا طلب فرمایا۔ یہ راجہ قوم سے چھتری تھا اور دستور کے موافق کسی کو سلام نہ کرتا تھا۔ اس لئے اپنے بیٹے کو ایک لاکھ ہون دیکر نواب کے حضور میں بھیجا اور اپنے حاضر

ہونے سے معافی کا خواستگار رہوا۔ نواب نے اس کی درخواست منظور فرمائی۔ اناگندی کے سواد سے اٹھ کر بوکا پٹن کی راہ سے سواد ہاکل واڑی میں نزول اجلال فرمایا۔ یہاں کا راجہ سفاہت اور حماقت میں ضرب المثل ہو رہا تھا۔ اُس کو تفریح خاطر کے لئے حاضر ہونے کا حکم دیا گیا۔

یہ راجا افیون کا غیر معمولی حریص و شایق تھا۔ اپنے ملک کے تمام محاصل کی افیون لے لیتا تھا۔ کوٹھے کے کوٹھے افیون سے بھرے ہوتے تھے۔ کبھی گھر سے باہر نہ نکلتا تھا۔ ہر دم افیون کا خواہاں اور اسکی پینک میں غرق رہتا تھا۔ اس کے محل کی پشت پر ایک تالاب وسیع اور تالاب کے اُس طرف ایک پہاڑ واقع تھا۔ جب وہ بتقریب سیر اپنے کوٹھے کی چھت پر بیٹھتا اور اُس تالاب اور پہاڑ کا نظارہ کرتا تو اپنے درباروالوں سے کہتا کہ کاش یہ پہاڑ افیون ہو جائے اور اس تالاب میں گھول کر کسونبا بنایا جائے اور لوگ چاروں طرف

لہ ایام سابق میں تمامی ممالک کرناٹک اور ملیبار کنارہ رود کرشنا تک بیجانگر عرف اناگندی کے راجوں کے پاس تھے آخر کار رسلاطین قطب شاہیہ اور عادل شاہیہ اور نظام شاہیہ کی لڑائیوں میں بہت ملک اُن کے تصرف سے نکل گیا۔ پھر اورنگ زیب کے عہد میں اور کمی ہوئی۔ نواب حیدرعلیخاں کے وقت میں چند پرگنات پر قانع ہو کر ایام حیات بسر کرتے تھے۔ اب یہ ریاست نظام حیدرآباد کے ماتحت ہے۔

بیٹھ کر نوش کریں۔ اور جب اُس کی رانی محل میں بُلاتی۔ تو لونڈیاں باندیاں گھنٹوں منت سماجت کرتیں کہ مہاراج اُٹھیے رانی صاحب یاد کر رہی ہیں۔ آخر میں ہاتھ پکڑ کر زبردستی اُٹھا لیتیں اور گرتے پڑتے کھینچ لے جاتیں۔ تب رانی کے پاس بیٹھ کر قدرے قلیل شیر برنج کھاتا اور اگر کبھی باغ کی سیر کو جی چاہتا جو اُس کے محل سے ایک تیر کے پلہ پر تھا تو صبح سے چلتا اور اُونگھتا ہوا دوپہر تک باغ میں پہنچتا۔ اور اگر آنکھ کھل جاتی تو خادموں سے دریافت کرتا کہ ہم کو محل سے نکلے ہوئے کتنے روز ہوئے ہیں۔ دیکھیے اب کب تک گھر پہنچنا ہو۔ لوگ کہتے کہ آپ جلد قدم اُٹھائیں تو گھر پہنچنا چند قدم سے زیادہ نہیں۔ یہ سُن کر ہنستا اور کہتا کہ جلد چلنا جانوروں کا کام ہے۔

الغرض جب نواب کے سلام کو حاضر ہوا تو نواب نے اُس کی عجیب ہیئت دیکھ اور دنیا سے گیا گذرا سمجھ کر اُس کی بڑی خاطر کی۔ اور پُوچھا کہ آپ کے علاقہ کا کیا حال اور خزانہ کی کیا حقیقت ہے اور آپ مجھے کیا نذر دیجئے گا۔ کہنے لگا کہ آپ کے اقبال سے کئی سو من افیون بھری پڑی ہے۔ اور دودھ پینے کے لئے کئی سو گائیں موجود ہیں۔ اور میری رانی آپ کی کنیز ہے۔ وہ ننگی نہیں۔ کچھ زیور بھی اس کے پاس ہے۔ جو حکم ہو حاضر کیا جائے۔ نواب یہ باتیں سُنکر ہنس پڑا۔ اور اُس راجہ کے افیون کے خرچ کو ایک گاؤں سیر حاصل علیحدہ کر کے باقی علاقہ پر

دیانت دار عملہ اور ناظم مقرر کر دیا۔ تاکہ وہ سب کا سب افیون کے نام سے برباد نہ ہو۔ اور اس کی رانی کو منتظم کر دیا۔ پھر پوری کامیابی سے بفتح و فیروزی خنداں خنداں سرینگ پٹن کو واپس آیا۔

شہزادۂ ٹیپو سلطان کی شادی مع شادی ہائے دیگر

واقع ۱۱۸۵ھ ہجری

جب نواب حیدر علی خاں نے بعض لڑائیوں سے فرصت پاکر برائے چندے سرینگ پٹن میں آرام کرنا چاہا۔ تو انہیں دنوں میں شہزادۂ والاتبار اور خاندان کی دوسری شادیوں سے فرصت پانا مناسب جانا۔ اور ٹیپو سلطان کے لئے امام صاحب بخشی نایطہ مرحوم کی لڑکی تجویز کی جس کے باپ کو اسی غرض کے لئے آرکاٹ سے لایا تھا لیکن خواتین محل نے اس تجویز سے اتفاق نہ کیا۔ کیونکہ وہ خاندان کی لڑکی نہ تھی۔ بلکہ انہوں نے رقیہ بانو صبیہ میاں لال شہید جرکولی کو جو برہان الدین سپہ سالار کی ایک حقیقی بہن تھی واسطے مناکحت شہزادۂ ٹیپو سلطان کے تجویز کیا۔ نواب کو اپنی رائے سے ہٹنا پسند نہ آیا۔

آخر کار یہ تجویز ٹھیری کہ ایک شب میں دونو لڑکیوں کے ساتھ ٹیپو سلطان کا نکاح پڑھایا جائے۔ چنانچہ نہایت شان و شوکت سے مجلس شادی ترتیب دی گئی۔ اور ایک مہینے تک تمام شہر اور لشکر میں نواب کی طرف سے سامان وعیش و دعوت مہیا کئے گئے۔ ارباب نشاط گلی کوچے رقص وسرود پر مامور ہوئے۔ تمام شہر آراستہ کیا گیا محتاجوں اور مسکینوں کو ایک مہینے تک کھانا تقسیم ہوتا رہا۔ غرض تکلفات شاہانہ اور اظہار فیاضی میں کوئی دقیقہ باقی نہ رہا۔ پھر ایک شب کو تمام شہر کے گلی کوچوں میں چراغاں کیا گیا۔ اور ساعت سعید میں شہزادۂ ٹیپو سلطان کو پہلے امام صاحب بخشی نایطہ مرحوم کے دروازہ پر لے گئے۔ وہاں ان کی صاحبزادی کے ساتھ نکاح پڑھا گیا۔ پھر نوشہ کا ہاتھی لالا میاں کے دروازہ پر آیا۔ یہاں اُن کی صاحبزادی کے ساتھ رسم نکاح خوانی ادا ہوئی۔ اور دونو طرف سے مبارک سلامت کی دھوم مچ گئی۔ پھر شہزادہ والاتبار کی دونو بیگموں کو نہایت جاہ و احتشام سے رخصت کرا کر شہزادہ کی حرم سرائے میں پہنچایا گیا +

زاں بعد نواب نے شہباز صاحب مرحوم کی ایک لڑکی کو تربیت علیخاں نایطہ سے اور دوسری کو یٰسین صاحب بن یعقوب صاحب جمعدار سے بیاہ دیا۔ اور اپنی صاحبزادی کی شادی حافظ سید علی خلف شاہ صاحب دکھنی کے ساتھ کر دی۔ اور چند ماہ میں ان سب شادیوں سے فارغ ہو گیا +

لشکر کشی کرنا تانتیا مرہٹہ ناظم مرچ کا باتفاق دیگر اور تسخیر کرنا نواب حیدر علی خاں کا ملک بلّاری کو

نواب حیدر علی خاں کی روز افزوں فتحمندیوں کو دیکھ کر نواب بصالت جنگ ناظم دہونی۔ اور مرار راؤ نواب حیدر علی خاں کے خلاف طرح طرح کی کوششیں کیا کرتے تھے کہ کسی طرح اُس کو مات دے سکیں۔ آخر کار نواب بصالت جنگ نے اپنی کم عقلی سے ممالک مفتوحہ حیدری کے تسخیر کا ارادہ کیا اور نظام حیدر آباد کو اس مضمون کی عرضی بھی لکھ بھیجی کہ یہ کام آسانی سے انجام پذیر ہو جائیگا اور ابراہیم خاں کو جس کا دھونسا لقب تھا اور وہ اپنی بہادری کا بڑا گھمنڈ رکھتا اور خود کو سب سے بڑھ کر مرد میدان جانتا تھا۔ اس مہم پر روانہ کیا۔ اور جاسوسوں کی زبانی نواب کو معلوم ہوا کہ نواب بصالت جنگ نے صفدر جنگ کو سپہ سالار بنایا ہے۔ اور موسیو لالی فرانسیس کو جو رستم جنگ کے خطاب سے مخاطب تھا قلعہ بلّاری کی تسخیر

کا حکم ملا ہے۔ اور یہ دونو اس قلعہ کا محاصرہ کر رہے ہیں اور وہاں کا
راجہ توپوں سے جواب دے رہا ہے۔ اور اب ابراہیم خاں بھی انکا
شریک ہونے کو آ رہا ہے۔ نواب نے یہ خبر سن کر محمد علی کمیدان کو
پانچ ہزار سپاہی اور سات ہزار سوار۔ اور باجی راؤ خسہ پورہ ترکراؤ
کو (جو ایک مدت سے زمرۂ ملازمان میں داخل تھا) مع جمعیت مناسب
واسطے مقابلہ کے روانہ کیا۔ چنانچہ محمد علی کمیدان ایلغار کر پندرہ روز
میں دھاڑواڑ پہنچ گیا۔ اور اپنی کچھ فوج کو مع توپخانہ ایک نالہ میں
چھپا دیا۔ باقی فوج کے ساتھ ایک میدان میں خیمہ گاہ قایم کی۔ اتفاق
سے وہ دن دسہرے کا دن تھا۔ جس روز مرہٹے اپنے گھوڑوں کو
رنگین اور زرین ساز و یراق سے آراستہ کرتے اور ان پر سوار
ہو کر وسیع میدان میں پھرتے اور ناچ رنگ کا تماشا دیکھتے ہیں۔ اور
اپنے دشمن کو نقصان پہنچانے یا گاؤں لوٹنے کو فال نیک جانتے ہیں
ابھی محمد علی اپنے کیمپ کو اچھی طرح قایم بھی نہ کر پایا تھا۔ جو مرہٹوں
کا۔ دا تیس ہزار سوار اور آٹھ ہزار پیادے اور سولہ ضرب توپ
بنے مع اطفال و نسوان زیور پوش گھوڑیوں پر سوار خراماں خراماں
اُس میدان میں ظاہر ہوا۔ اور بایکدیگر جنتے کھیلتے پھرنے لگے۔ محمد علی
نے کمینگاہ کے سپاہیوں سے کہلا بھیجا۔ کہ یہ شکار سلامت جانے نہ
پائے۔ پھر کیا تھا توپوں سے گولے اور بندوقوں سے گولیاں برسنا
شروع ہوئیں۔ اور دوسری طرف سے خود محمد علی اپنے سواروں کو

لیکن اُن میں گھس پڑا اور تلواروں پر دھر لیا۔ جس سے ہزاروں کے سر خاک پر گر گئے۔ اور وہ مرغزار لالہ زار ہو گیا۔ اس ہنگامہ میں سب مرہٹوں کا سردار تانتیا بہادر بھی زخم کھا کر نیچے گرا اور محمد علی کے سواروں نے اُس کو مع بارہ اَور سرداروں کے گرفتار کر لیا۔ اور تمام لشکر کو لُوٹ لیا۔ کئی ہزار گھوڑے پکڑے گئے۔ بقیۃ السیف سوار بھاگ نکلے۔ بہت سی عورتیں بھی گرفتار ہو گئیں۔ آخر کو محمد علی نے فتح کا نقارہ بجوایا۔ اور اس اتفاقیہ موقع کی خداداد فتح پر خدا کا شکر بجا لایا۔ اور لوٹا ہوا سامان نصف فقیروں پر جو لشکر کے ساتھ رہتے تھے اور فوج والوں پر تقسیم کر دیا۔ اور دوسرا نصف جو اعلےٰ قسم کا تھا نواب حیدر علی خاں کے حضور میں مع عرضداشت روانہ کیا۔ نواب اس فتح سے بہت خوش ہوا اور محمد علی کو عطائے خلعت فاخرہ اور جواہر سے سرافراز کیا۔ اور لکھا کہ بصالت جنگ کی طرف سے دھونسا آ رہا ہے تم گھونسا بنکر جاؤ۔ اور دھونسا کے مُنہ کو توڑ دو میں بھی لشکر لے کر آتا ہوں۔ محمد علی نے بغور رو دشتقا ابراہیم خاں دھونسا کے لشکر پر تاخت کی۔ ادھر نواب اپنی فوج لیکر بطریق یلغار دو رات دن میں جنگل کی راہ طے کر کے تیسرے دن کی شب کو دفعتًہ اچانک نواب بصالت جنگ کے لشکر پر جا پڑا۔ اور بندوقوں سے گولیاں اور تیر برسانا شروع کئے۔ گولوں کے بدلے بان مارے گئے۔ بصالت جنگ کے لشکر میں ہل چل پڑ گئی۔ اور سپاہ ہتیار اور گھوڑے سے

چھوڑ چھوڑ کر بحال پریشاں بھاگ نکلی۔ اور اُس لشکر کا سپہ سالار ننگے سر گرتے پڑتے موشیر لالی (فرانسیس) کے دستہ فوج میں پہنچ گیا۔ فرانسیسوں نے اُسے اپنے حلقہ میں لیکر محفوظ رکھا۔ اور نواب حیدر علیخاں نے فتح کا نقارہ بجوا دیا۔ جب راجہ کھنور نے ان واقعات کی خبر پائی تو وہ اس خیال سے کہ اب نواب حیدر علی کے ہاتھوں خدا جانے میرا کیا حال ہو۔ اپنا تھوڑا خزانہ لیکر مع عورات کے جنگل کو بھاگ گیا پھر اس راجہ کے جینے یا مرنے کی کچھ خبر نہیں ملی۔ جب نواب حیدر علیخاں کو معلوم ہوا کہ قلعہ خالی ہے تو اُس نے اپنے معتمد کو واسطے جمع کرنے سامان مفروتہ لشکر کے وہیں چھوڑا اور خود مع ایک دستہ فوج کے قلعہ میں داخل ہوا اور بے زحمت اموال و اسباب بیشمار جو راجگان گزشتہ نے قرنوں سے اُس قلعہ میں جمع کیا تھا نواب کے ہاتھ آیا۔ تب نواب نے اُس قلعہ پر اپنے قبضہ کا انتظام کر کے نواب بصالت جنگ کی خبر لینے کو کوچ کیا۔ اور سواد آدھونی میں پہنچ کر کیمپ قایم کر دیا اور اپنے ایک معتمد کے ذریعہ سے نواب بصالت جنگ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ سپاہ دو مہینے سے مصایب سفر برداشت کر رہی ہے۔ اور دار الامارہ سے خزانہ منگانا وقت کی بات ہے۔ اور ضروری مصارف کو روپیہ ہونا لازمی ہے۔ اس لئے تم بالفعل دس لاکھ روپیہ بھیج دو۔ نواب بصالت جنگ نے اس کو غنیمت جانا اور فی الفور روپیہ پیش کر دیا۔ تب نواب نے ابراہیم خاں دھونسا کو دھونس

دینے کے لئے اُس کی طرف کوچ کیا۔ اس موقع پر محمد علی کُمیدان بھی مع اپنی جمعیت کے آملا۔ ابراہیم خاں نواب کی آمد کی خبر پاکر حیدرآباد کو چلتا ہوا۔ لیکن اُس کا لشکر پیچھے رہ گیا تھا۔ اسکو نواب کے سواروں نے جادبایا۔ اور چالیس پچاس اونٹ محمولہ اشیاء نفیسہ اور دس ضرب توپ اور تیس ہاتھی چھین لئے۔ جب نواب کڑپہ اور راجہ چیتل ورگ اور مراد راؤ نے بوبسالت جنگ اور ابراہیم خاں کو مردمیدان بننے پر اُبھارا کرتے تھے۔ نواب کے فتوح اور اپنے دیپے غنیمت کا یہ حال سُنا تو یہ تینوں اُن کو چھوڑ چھوڑکر چپ چاپ اپنے اپنے علاقوں کو چلتے بنے۔ اور نواب حیدرعلی خاں نے مع فوج ظفرموج بلاری کی جانب کوچ فرمایا+

تسخیر قلعہ گُتی اور گرفتاری مرار راؤ

واقع ۱۷۷۶ء

مرار راؤ ایک بہت ہی منافق اور دغاباز شخص تھا۔ اسی نے نرسنگ راؤ کو نواب کے خلاف مشورہ دیا اور اُس کے ذریعہ سے فتنہ و فساد کی آگ کو مشتعل کیا تھا اسی نے نواب بسالت جنگ اور ابراہیم خاں وصوبہ دار تنسا وغیرہ کو نواب حیدرعلی کا حریف بنایا تھا۔

لیکن جب وہ سب ناکام رہے اور مخالفوں سے میدان خالی ہو گیا تو نواب حیدر علی خاں نے مرار ور اؤ کی گوشمالی کرنا ضروری سمجھا اور ایک فوج مع توپخانہ لیکر قلعہ گتی کا محاصرہ کیا۔ جس میں مرار و راؤ مع مستورات کے اقامت پذیر تھا۔ نواب کے گولہ اندازوں نے قلعہ کی دیوار کو گولوں سے مشبک کر دیا۔ اور قلعہ پرست بھی خوب لڑتے رہے لیکن جب تشدد محاصرہ سے قلعہ میں رسد کا جانا بند ہو گیا۔ اور قلعہ کے اندر تالاب کا پانی خشک ہو گیا تو مرار و راؤ قلعہ سے نکل کر نواب کے پاس حاضر ہو کر معافی کا خواستگار ہوا۔ نواب نے ایک علیحدہ خیمے میں رہنے کو جگہ دی۔ پھر تمام قلعہ پر قبضہ کرکے اپنی فوج کا ایک دستہ وہاں متعین کیا۔ اس کے علاقہ جات ضبط کر لئے۔ اور مرار و راؤ کو مع اس کی عورتوں کے عزت کے ساتھ سرینگ پٹن کو روانہ کر دیا۔ اور خود واسطے انتظام تعلقہ سوندر کے روانہ ہوئے۔ آگے بڑھ کر معلوم ہوا کہ مرار ور اؤ کی کمک کو پونا سے چالیس ہزار سواروں کی کمک آرہی ہے لیکن جب وہ فوج کڑک کے قریب پہنچی اور افسر فوج کو قلعہ گتی کی فتح اور مرار و راؤ کے قید ہو جانے کا حال معلوم ہوا تو وہ اپنی فوج کو پونا واپس لے گیا +

اس عرصہ میں نواب حیدر علیخاں کو محمد علی کمیدان سے کچھ رنجش ہو گئی۔ نواب نے خیال کیا کہ اب محمد علی اپنی بہادری اور فتوح پر نازاں ہو کر دوسرا نواب بننا چاہتا ہے اور اکثر میری اجازت کے بغیر

اموال کثیر خرچ کر ڈالتا اور اسباب غنیمت تقسیم کر دیتا ہے۔ اس لئے اُس کو خدمت فوجی سے علیحدہ کر کے وظیفہ معقول مقرر کر دیا۔ اس سے اس بات کا اندازہ کرنا بھی مقصود تھا کہ ایسی حالت میں وہ کتنا وفادار رہتا ہے۔ اور نیز دوسرے سرداروں کا ہوشیار کر دینا جو محمد علی کی نسبت نواب کا یہ برتاؤ دیکھ کر متنبہ ہو جائیں اور حد سے آگے بڑھنے کا قصد نہ کریں +

تسخیر قلعہ چیتل ورگ اور گرفتاری راجہ

وقایع سنہ ۱۱۸۰ ہجری[۱] لغایت سنہ ۱۱۹۱ ہجری

نواب حیدر علیخاں بہادر کو جب گرفتاری مرار راؤ اور بندوبست گتی اور سوندور وغیرہ سے فرصت ہوئی تو پالیکار[۲] چیتل درگ کیجانب توجہ کی جو نواب کے مخالفوں اور منافقوں میں سب کا پیشوا تھا۔ اسکا کچھ حال پہلے لکھا جا چکا ہے۔ اب یہ اُس کے گزشتہ کردار کا نتیجہ ہے لکھا ہے۔ کہ اس کے پاس ایک کارباری تھا وہ اُس کے تمام ذخایر

[۱] صاحب حلات حیدری نے اس واقعہ کا وقوع سنہ ۱۱۸۰ ہجری میں لکھا ہے وہ بروے ترتیب صحیح نہیں معلوم ہوتا اس لیے یہ سنہ ۱۱۸۰ ہجری کتاب نشان حیدری سے لکھا گیا +

[۲] لفظ پالیکار ایک خطابی لفظ ہے جیسے راجہ +

و اموال سے واقف تھا اور پوشیدہ طور پر نواب کو تسخیر چیتل درگ پر آمادہ کرتا رہتا تھا۔ اُس پر نواب نے بخشی ہیبت جنگ کو مامور کیا تھا لیکن اُس وقت پوری فتح حاصل نہ ہوئی اور دوسرے کام پیش آگئے اور راجہ کا وہ کارپرداز نواب کی ملازمت میں داخل ہو گیا۔ راجہ چیتل درگ نے اپنے رازدار نواب کے پاس رہنا مناسب نہ جانا۔ اور نواب سے اُس کو بانواع تملق واپس طلب کیا۔ نواب نے اُس کو زمیندار اُنجی کے سپرد کیا کہ اُس کو راجہ چیتل درگ کے پاس پہنچا دے اور اُس کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی صلاح دے۔ جب وہ کارپرداز شوم شنکر راجہ چیتل درگ کے پاس پہنچا تو راجہ نے اُسکو خلعت فاخرہ اور عطاے جواہر سے عزت دی اور اپنے تمامی امور کا مختار کل بنا دیا۔ لیکن وہ کم حوصلہ و بدطینت تھا۔ چند ہی روز میں اُس نے کتنے شریفوں کو بے عزت کیا۔ تب راجہ نے اس کو قتل کرا دیا۔ اور اپنی ایک اُنگلی کاٹ لی۔ اور زمیندار اُنجی پر ظاہر کیا کہ اُس نمک حرام نے مجھ پر خنجر چلایا تھا۔ میں نے وار خالی دیا۔ اور میرے نوکروں نے فی الفور اُس کو قتل کر ڈالا۔ جب یہ خبر نواب کو پہنچی۔ نواب نے فیض اللہ خاں بہادر کو واسطے بازپرس کے راجہ چیتل درگ کے پاس بھیجا۔ فیض اللہ خاں نے اُس کی تہدید کی۔ اُس پر راجہ مذکور نے ایک ہزار اشرفی اور ستر ہزار روپے بطور جرمانہ گستاخی پیش کئے۔ اور فیض اللہ خاں نے نواب کو لکھا کہ اُس کا قصور معاف کر دیا جائے۔ نواب نے معاف

کر دیا۔ اور حکم دیا کہ راجہ ایک فوج اپنی طرف سے ہمارے پاس متعین رکھے۔ چنانچہ راجہ نے دو ہزار پیدل اور چھ سو سوار نواب کے زیر اثر رہنے کو روانہ کئے اور معاملہ رفت گزشت ہو گیا۔ بعد چند روز نواب نے راجہ چیتل درگ کو طلب فرمایا تاکہ اُس کے قیافہ اور باتوں سے اُس کے دل کا حال دریافت کرے۔ راجہ نے آنے میں عذر کر کے حیلہ حوالہ سے کام لیا۔ اور اپنی فوج کو آراستہ اور قلعہ میں ہر طرح کا سامان جمع کرنے میں مصروف ہوا۔ اور آس پاس کے ہندو راجاؤں کو بصورت جنگ اپنی مدد کرنے پر متفق کیا۔ جب یہ خبریں نواب کو پہنچیں۔ نواب ایک لشکر جرار اور توپخانہ آتش بار لیکر بعزم تسخیر قلعہ و علاقہ چیتل درگ روانہ ہو گیا۔ اور ایک سال کے اندر آس پاس کے سب دشمنوں کو تہ تیغ کر کے میدان صاف کر دیا۔ اور ہر مقام مناسب پر اپنا تھانہ قایم کر کے قلعہ چیتل درگ کے قریب جا اُترا۔ اور قلعہ کا محاصرہ کر کے ایک پہاڑی پر اپنا توپخانہ چڑھا دیا اور قلعہ پر گولہ باری ہونے لگی۔ اور اطراف قلعہ کا گنجان جنگل چھانٹا جانے لگا۔ قلعہ پر سے بھی گولے آتے اور نواب کے لشکر کو نقصان پہنچاتے لیکن نواب کے گولہ انداز تمام دن کی گولہ باری میں دیوار قلعہ کو جتنا منہدم کرتے وہ رات کو قلعہ کے بیلدار پھر درست کر لیتے۔ اور درختوں کی گنجانی سے کچھ نظر نہ آتا۔ اس سے نواب نے دق ہو کر محمد علی کمیدان کو طلب کیا۔ جب وہ جاں نثار بہادر حاضر ہوا تو نواب نے

سب سرداروں کے سامنے یوں تقریر کی کہ محمد علی فقیروں کو ہاتھی گھوڑے
بانٹ دیتا ہے اب ہم غازیوں اور مجاہدین کو کیا دیں۔ محمد علی نے زمین
ادب کو بوسہ دیکر عرض کی کہ حضور کا غلام محمد علی فقیروں کو ہاتھی گھوڑے
بانٹتا ہے حضور مجاہدین اور غازیوں کو منصب اور جاگیریں عطا فرمائیں
نواب یہ جواب سُنکر متبسم ہوا۔ اور محمد علی کو بعطاے خلعت فاخرہ و جواہر
بیش بہا سرداری سپاہ سے سرافراز کیا اور اُس کی سپاہ کا نی نفر دو روپیہ
اضافہ کر دیا۔ جب محمد علی اپنے خیمہ میں آیا سب سپاہیوں اور فقیروں
کو جمع کرکے اُن کی ضیافت کی اور وہ سب اشیاء فقیروں کے سامنے
رکھ کر اُن سے دعا کا طالب ہوا۔ درویشوں کی طرف سے اُسکی فتح کا
نعرہ بلند ہوا۔ اور آسمان پر اجابت کا دروازہ کُھل گیا۔ اور محمد علی
اُسی شب کو بعد اداے نماز عشاء اپنی فوج لیکر ایک نہایت سنگین
اور پختہ مکان پر قابض ہو گیا جو قلعہ کے پاس قلعہ کی حفاظت کرتا تھا۔
اور وہاں سے ہر سمت کو مخفی راہیں گئی ہوئی تھیں اور تلوار سے اُسکے
محافظوں کو قتل کر ڈالا۔ اس مکان پر قبضہ ہوتے ہی قلعہ والوں کے
ہوش جاتے رہے۔ اور اکثر لوگ قلعہ سے نکل کر لشکر حیدری میں
آرہے۔ لیکن چھ ہزار پیادے جو راجہ کے خاص نمکخوار اور وفادار
تھے قلعہ کے بُرجوں سے توپیں مارتے اور جھانکیوں سے بندوقیں
چلاتے رہے۔ جب اُس کو زیادہ عرصہ گزرا تو نواب نے پانچ ہزار
پیادے کرناٹکی اور دو ہزار سپاہی اور ایکہزار سوار واسطے تاخت و

تاراج نواح قلعہ کے متعین کر کے خود وہاں سے کوچ کر دیا۔ اور چار فرسنگ پر جا کر خیمے لگوا دئے۔ تاکہ راجہ نواب کے ہٹ جانے سے باہر نکلے تو گرفتار کر لیا جائے۔ اس خیال کے بدلے ایک دوسرا خیال پردۂ غیب سے ظہور میں آیا یعنی راجہ چیتل درگ کے دو سالے پوجا کرنے کو قلعہ کے باہر ایک مندر میں گئے تھے۔ غمازوں نے راجہ سے کہہ دیا کہ تمہارے دونو سالے نواب حیدر علیخاں کے پاس گئے ہیں تاکہ اُس سے انعام حاصل کریں۔ راجہ نے فی الفور اپنے سسر بے کو قتل کر کے اُس کا مکان لُوٹ لیا۔ تب ایک شخص نے دوڑ کر اُن دو کو خبر کی۔ وہ بدحواس نواب کے لشکر میں پہنچے۔ اور اپنا حال ظاہر کیا۔ نواب نے اُن کو معرفت راجہ ہرپن ہلی کے سامنے بُلا کر دونو کو دو خلعت فاخرہ مع جواہر گراں بہا کے عنایت فرمائے اور آیندہ انکی جاگیر موروثی کے عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا۔ اور اپنی خیمہ گاہ میں بڑے آرام سے رکھا۔ جب اُن کو اطمینان ہوا وہ فوج حیدری کو ایک تنگ راستے سے ایک پہاڑ کی چوٹی پر چڑھا لے گئے۔ جہاں سے ٹھیک گولہ اور غبارہ قلعہ میں جا سکتا تھا۔ فوج حیدری نے وہاں سے سات شبانہ روز گولے اور غباروں میں پتھر بھر کر قلعہ کے اندر پہنچائے جس سے تمام قلعہ میں قیامت برپا ہو گئی۔ اور جو لوگ قلعہ سے نکل کر بھاگنے لگے اُن کو محافظان فوج حیدری نے قتل کر کے اُنکے ہتیار چھین لئے ٭

آخر کو جب راجہ نے دیکھا کہ اُس کے سب وفادار لوگ مر چکے ہیں۔ اور جو ہیں وہ بھاگنے پر تیار ہیں تو جوش جہالت سے مسلح ہوکر باہر نکلا۔ محمد علی کمیدان کمینگاہ میں بیٹھا ہی ہوا تھا۔ اُس نے فی الفور راجہ کو گرفتار کر لیا اور قلعہ میں داخل ہوکر راجہ کے حرمسرا اور سب کارخانوں پر اپنے معتمد محافظ متعین کرکے قلعہ کے ایک ایک سپاہی کو باہر نکال دیا۔ اور راجہ کو ساتھ لیکر بارگاہ حیدری میں حاضر ہوا نواب حیدر علیخاں اُسکی اس کارگزاری سے بیحد راضی ہوئے۔ اور اپنے ہاتھ سے ایک مرصع تلوار عنایت کی اور مالاے مروارید منگاکر محمد علی کو پہنایا۔ اور راجہ کو مع اُس کے لواحق کے مضبوط بدرقہ کے ساتھ سرپرنگ پٹن کو روانہ کر دیا۔ نقارخانہ میں فتح کے شادیانے بجنے لگے۔ فقراء و مساکین کو روپیہ تقسیم ہونے لگا۔ غازیان اور مجاہدین کو جنہوں نے بڑی تکلیفیں اُٹھائیں اور جان توڑ کر کوششیں کی تھیں۔ انعام معقول عنایت کیا گیا۔ اور اُس قلعہ اور ممالک متعلقہ و مفتوحہ نواح مذکور کا انتظام دولت خاں کو سپرد کیا۔ اور اُس کو اُس کا مختار کل بنایا۔ دولت خاں وہ لڑکا ہے جو نواب نے ستی منگل میں پایا تھا۔ جبکہ نندراج وزیر میسور وہاں ٹھیرا ہوا تھا اور اُسکے حسن و صورت کو دیکھ کر اپنے فرزند کی طرح اُس کی پرورش کی۔ پھر وہ تعلیم و تربیت سے

لہ نشانِ حیدری میں لکھا ہے کہ راجہ مذکور سنہ ۱۱۹۱ ہجری میں گرفتار ہوکر مع عیال و اطفال سرپرنگ پٹن کو بھیجا گیا۔

آراستہ ہوکر اس درجہ کو پہنچی کہ نواب نے اُس پر ایسی بھاری خدمت کا بھروسہ کیا +

یون۔ بی۔ بورنگ صاحب سی ایس آئی چیف کمشنر میسور لکھتے ہیں کہ چیتل درگ کے پالیگار (راجہ) نے حیدر علی سے مخالفت اور منافقت کرکے مادھوراؤ کے ساتھ سازش کرلی تھی۔ جب حیدر علی نے مرہٹوں سے فرصت پائی تو چیتل درگ کی طرف متوجہ ہوا۔ چیتل درگ ناہموار اور ویران کوہستان کے دامن میں کئی میل تک آباد تھا اور برجوں کی طولانی قطار سے گھرا ہوا تھا۔ حیدر علی نے اس مقام کا محاصرہ کیا۔ اور تین مہینے تک محاصرہ کی کارروائیاں کرتا رہا۔ آخرکار ایک معقول نذرانہ پیش کیا گیا اور پالیگار چیتل درگ نے وعدہ کرلیا کہ وہ آیندہ حیدر علی کے جھنڈے کا شریک رہے گا۔ اسی عرصہ میں حیدر علی نے یہ خبر پائی کہ مرہٹوں کی ایک بڑی فوج اُس کی سرحد پر آپہنچی ہے۔ وہ اُس طرف متوجہ ہوا۔ مرہٹہ افواج کا سردار ہری پنتھ تھا اور اُس کے ساتھ ساٹھ ہزار سوار اور اسی نسبت سے پیدل سپاہ اور توپخانہ تھا لیکن حیدر علی نے مختلف تدبیروں سے اُس کو پیچھے ہٹایا۔ اور دریائے کرشنا اور تنگ بھدرا مابین ملک پر قبضہ کرلیا۔ اور دوسرے چھوٹے چھوٹے مقامات کو لیکر ایک طولانی محاصرہ کے بعد دھاڑواڑ کو بھی فتح کرلیا اور اس نواح کے سب سرداروں نے حیدر علی کی اطاعت قبول

کرلی۔ لیکن چیتل درگ کا راجہ دور سے تماشا دیکھتا رہا۔ تب حیدرعلی اس غرض سے لوٹا کہ چیتل درگ کے پالیگار کو گوشمالی دے کہ حال کی لشکرکشیوں میں اُس نے مدد کیوں نہیں دی۔ اس سردار نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ مگر اسکی فوج میں تین ہزار مسلمان بھی تھے۔ اُن کو حیدرعلی نے اپنی طرف ملا لیا۔ تب مدکیری نایک پالیگار دراجہ چیتل درگ نے مجبور ہوکر حیدرعلی کے قدموں پر سر دھر دیا۔ حیدرعلی نے اس مقام کو لوٹ کر راجہ چیتل درگ کو مع اسکے خاندان کے سرنگاپٹم کے محبس میں بھیج دیا۔ اور اُسکی قوم کے بیس ہزار باشندے گرفتار کرکے سرنگاپٹم کو لے گیا۔ اُن میں سے لڑکوں کو تربیت دیکر سپاہی بنایا۔ اور یہ سب جبراً مسلمان کرلئے گئے۔ یہ گروہ ٹیپو سلطان کے زمانہ میں بہت ترقی کرگیا تھا۔ اور یہ فوج چیلوں کی فوج یا مریدوں کی فوج کہلاتی تھی۔

ہم کہتے ہیں کہ حیدرعلی نے اُن کو ہرگز ہرگز جبر سے مسلمان نہیں کیا۔ نہ اسلام جبر سے مسلمان کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ نہ حیدرعلی ایک متعصب شخص تھا جو ایسا جبر پسند کرتا ہو۔ چنانچہ خود صاحب موصوف اُسکی مجبوری تعریف کے موقع پر اُسکو بے تعصب تسلیم کرتے ہیں۔ ہاں اُس نے کچھ رعایتیں خاص کر رکھی تھیں جو مسلمان ہونے کی صورت میں فایدہ پہنچاتی تھیں اسلئے اس وحشی گروہ نے اُس سے فایدہ اُٹھایا اور خود کو بُری حالت سے نکالکر اچھی حالت میں پہنچایا۔

تسخیر بلاد گڑپہ و گنجی کوٹہ وغیرہ

واقعہ سنہ ۱۱۹۱ ہجری

نواب حیدر علی خاں نے تسخیر قلعہ و ممالک متعلقہ و نواح چیتل درگ سے فرصت پا کر خود کو بیمار بنا لیا۔ سب میں بیماری کی شہرت ہو گئی پھر تین چار روز کے بعد اپنے امیروں کو جلوت سے خلوت میں یاد کر کے سمجھایا کہ میں خلوت میں بیٹھتا ہوں تم میرے انتقال کی خبر شایع کر دو۔ اور سب انتظام بطور خود قایم کر رکھو۔ اور ایک فرضی تابوت بنا کر سرینگ پٹن کو روانہ کرو تا لوگ جانیں کہ نواب حیدر علیخاں کا جنازہ جا رہا ہے۔ اور اس خیال کے موافق خود ایک خیمہ میں رُو پوش ہو گیا اور دفعتہً اُس کے انتقال کی خبر شایع ہو کر ماتم برپا ہو گیا۔ اور امیروں نے ایک نہایت آراستہ تابوت زرتار دوشالہ ڈالکر زرکار شامیانہ کے زیر سایہ سرینگ پٹن کو روانہ کیا تابوت کے سامنے عود و عنبر کی انگیٹھیاں سلگ رہی تھیں۔ اور آگے پیچھے حافظوں کا غول آیات قرآنی پڑھتا جاتا تھا۔ سوگوار سپاہیوں کا بدرقہ ساتھ تھا جو اپنے ایسے بہادر آقا کے لئے روتے چلے جاتے تھے۔ اور تمام لشکر اور اطراف میں ایک غیر معمولی پریشانی پھیلی ہوئی تھی۔ جو سُنتا تھا

افسوس کرتا تھا۔ اور امیروں نے مالی اور فوجی ہر قسم کے انتظامات بجے خود اسی طرح قایم رکھے تھے۔ لیکن لشکر میں ایک تہلکہ اور تلاطم برپا تھا جب اس واقعہ کی خبر منتشر ہوئی تو جیسے دوستوں کو رنج پہنچتا تھا ویسے ہی دشمنوں میں خوشی کے آثار ظاہر ہوئے۔ ازانجملہ نواب حلیم خاں حاکم کڑپہ نے یہ خبر سنکر شیرینی تقسیم کی۔ اور مجلس عیش ترتیب دے کر شادیانے بجوائے۔ اور نواب کے پرچہ نویس کو شہر بدر کروادیا۔ نواب کو یہ حال معلوم ہو گیا۔ بعد چند روز خیمۂ تخلی سے نکلکر خیمہ دربار میں نشست فرمائی۔ اور محفل جشن مقرر فرماکر سب امرا و اہل لشکر کو شاد و مسرور کردیا۔ اور غربا و فقرا پر زر کثیر تقسیم کیا گیا۔ اور ایک دم سے تمام فوج میں خوشی کے شادیانے بجنے لگے۔ بعد چند روز نواب نے ایک زبردست فوج مع توپ خانہ لیکر جانب کڑپہ کوچ کیا۔ نواب کڑپہ نے اپنا ایک سفیر بھیجکر رخنہ بندی کرنا چاہی۔ لیکن نواب حیدرعلیخاں نے اس سفیر کو بے نیل مرام واپس کیا۔ تب نواب عبدالحلیم خاں نے اپنے دو بھتیجوں کی سرکردگی میں ایک فوج روانہ کی۔ کڑپہ سے چار فرسنگ میر علی رضا خاں کی فوج سے مقابلہ ہوا اور افغان غالب آئے۔ اس پر نواب حیدرعلیخاں نے رات کو تاخت کی۔ اس سے پٹھان منتشر ہوکر کڑپہ کی طرف بھاگے نواب نے تعاقب کیا۔ اور صبح ہوتے لڑائی ہونے لگی۔ اور دوپہر تک جنگ ہوتی رہی۔ افاغنہ بڑی مردانگی اور استقامت سے لڑے دوپہر تک نواب حیدرعلیخاں کے دو ہزار آدمی کام آئے اور افاغنہ

نے ایک خاص قلعہ میں جا کر پناہ لی۔ نواب حیدرعلی خاں نے گولندازوں
کو دیوار میں گولے مارنے کا حکم دیا۔ تھوڑی دیر میں وہ کمزور دیوار
گر گئی۔ بہت سے افاغنہ تلوار سے مارے گئے۔ اور تین سو افغان گرفتار
کر لئے گئے۔ اور شہر کڑپہ مسخر ہو گیا۔ اور نواب حیدرعلیخاں نے اپنے
کارپردازوں کو حکم دیا کہ نواب عبدالحلیم خاں کے دونو بھتیجوں کو علیحدہ
خیمہ میں اور باقی افاغنہ کو دوسرے خیموں میں نظربند رکھیں۔ دوسرے
روز نواب نے ابو محمد کو برادرزادگان عبدالحلیم کے پاس بھیجا کہ وہ
ہتیار دیدیں۔ اُس وقت نواب عبدالرزاق خاں دولت زئی کے
چار بیٹے آور بیٹھے ہوئے تھے۔ جب ابو محمد نے نواب کا پیغام اُن کو
پہنچا دیا۔ اُنہوں نے کہا کہ جب تک دم میں دم ہے۔ ہتیار نہیں دئے
جا سکتے۔ اور فی الفور وہ چاروں تلواریں لے کر اُٹھ کھڑے ہوئے
کئی دربانوں کو قتل کر کے نواب حیدرعلیخاں کے خیمہ پر آ پڑے۔ اُن
میں تین شخص مارے گئے۔ اور چوتھا خیمہ کے اندر تک پہنچ گیا۔ تب نواب
خنجر سے اپنا خیمہ کاٹ کر نکل گئے۔ اور وہ مار لیا گیا۔ زاں بعد سوائے
سادات و شیوخ کے سب افاغنہ قتل کر دئے گئے۔ نواب عبدالحلیم خاں
قلعہ سدھوت میں جا بیٹھا تھا۔ اب اس واقعہ کا حال سُنکر اُس نے
شہر میں منادی کرادی کہ سب ملازم اور رعایا خوش باش رات کے
وقت اپنے مال اور ناموس لیکر قلعہ چیتل میں پہنچ جائیں اور رحیم خاں
نے بھی اپنا زر اور جواہر شہر والوں کے ساتھ روانہ کیا۔ جب یہ خبر

سواران یغما گر حیدری نے سنی نے الغفور گھوڑے دوڑا کر اس خوان یغما پر پہنچ گئے۔ بہتوں کو قتل کیا۔ اور باقی ماندہ کو اسیر کر کے مع احمال مفرد تہ کے دوسرے روز نواب کے حضور میں حاضر لائے پھر قلعہ سدصوت کا محاصرہ کیا گیا۔ اور میر علی رضا خاں نے اپنی فوج لے جا کر قلعہ گنجی کوٹہ کو فتح کر لیا۔ اور یہ خبر سن کر حلیم خاں نے اپنے دیوان عبد الرسول کو محمد غیاث کے ساتھ معافی مانگنے کیلئے نواب کے پاس بھیجا۔ نواب نے کہا۔ کہ اگر تمہارا موکل سلامتی چاہتا ہے۔ تو اپنی باقی ماندہ سپاہ کو قلعہ سے باہر نکال دے تاکہ ہماری فوج قلعہ میں جا کر فتح کا نشان اڑائے آخر کار ایسا ہی ہوا۔ کہ نواب عبد الحلیم نے اپنے سپاہی باہر نکالدئے۔ اور نواب حیدر علی کی فوج نے اندر جا کر قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ نواب عبد الحلیم خاں اپنے دیوان خاص میں مسند امارت پر خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ ادب شناس افسروں نے سامنے جا کر پالکی لگا دی۔ جب وہ چپ چاپ ٹھنڈی سانس بھر کر سوار ہو لیا پھر اس کی حرم سرا میں پالکیاں پہنچ گئیں۔ اور نواب کی خواتین عصمت ان میں سوار ہوئیں۔ اور یہ معزز گروہ نواب کی خیمہ گاہ پر نواب کے سامنے لایا گیا۔ نواب نے خان ذیشان کو مع اس کے اہل حرم کے علیحدہ خیموں میں عزت کے ساتھ رکھا۔ اور میر علی رضا خاں کو واسطے حفاظت اور انتظام شہر کڑپہ کے چھوڑ کر سرینگ پٹن کو کوچ کیا۔ اور نواب عبد الحلیم خاں کو مع اس کے توابع اور لواحق کے شہر گنجام

میں عزت اور احترام سے رہنے اور اوس کے تمام مصارف حاطر خواہ ہونے کا بندوبست کر دیا۔ لیکن بہت تھوڑے عرصہ میں خان موصوف نے رحلت کی۔ ازاں بعد وہ بدنصیب زن ومرد بھی یکے بعد دیگرے تھوڑے زمانہ میں انتقال کر گئے۔ کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ۔

لیون۔ بی۔ بورنگ صاحب سی۔ ایس۔ آئی چیف کمشنر میسور الحاق کڈاپہ (کڑاپہ) کے متعلق لکھتے ہیں۔ کہ حیدر علی نے اپنے بہنوئی میر علی رضا خاں کو جو میر صاحب کہلاتا تھا۔ عبد الحلیم خاں نواب کڈاپہ کے مطیع کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اس نواب نے جنگ مرہٹہ کے وقت حیدر علیؒ کا ساتھ چھوڑ کر نظام کے ساتھ اتفاق کیا تھا۔ اس کا بدلا لینا منظور ہوا۔ لیکن میر صاحب مضبوط اور جفاکش افغانوں کو مطیع نہ کر سکا۔ اور کڈاپہ کے افغانوں نے میر صاحب کا نہایت سخت مقابلہ کیا۔ اس لئے جب حیدر علی کو چتیل درگ کے محاصرہ سے فرصت ہوئی۔ تو وہ دھاوے کرتا ہوا میر صاحب کی مدد کو جا پہنچا۔ اور کڈاپہ کے شمال "دصوڈ" پہنچ کر افغانوں سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ ان کو حیدر علی کی فوج کثیر نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اس لئے وہ اطاعت پر مجبور ہوئے۔ اور حیدر علی نے بخوشی ان لوگوں کو اپنی ملازمت میں لے لیا۔ جنہوں نے اپنی نمک حلالی کی ضمانت نہ دی۔ لیکن ان میں اسّی سوار ایسے تھے۔ جو ضمانت نہ دے سکے اور انہوں نے ہتھیار نہ پھینکے

بھی انکار کیا۔ حیدر علیؔ نے بھی ان کی جوانمردی کا پاس کر کے اُن کو ہتھیار دینے پر مجبور نہ کیا۔ اور وہ ہتھیار سمیت شہر لے گئے مگر افغانوں کی دغا بازی تو مشہور ہے۔ وہ آدھی رات کو اُٹھے اور اپنے حفاظتی گارد کو مغلوب کر کے ہلاک کیا۔ اور حیدر علیؔ کے خیمے تک جا پہنچے۔ آہٹ پا کر حیدر علی چونک پڑا۔ اور اپنے بستر پر تکئے وغیرہ رکھ کر ان کو چادر اڑھا دی۔ گویا حیدر علیؔ بیخبر سو رہا ہے۔ اور خود ڈیرے کی قنات کاٹ کر نکل گیا۔ اتنے میں سب جاگ اٹھے۔ اور ان افغانوں کا قتل شروع ہو گیا۔ اور کچھ گرفتار کر کے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے۔ اور ہاتھی کے پاؤں سے بندھوا کر تمام کیمپ میں گھسیٹا گیا۔ کڈاپہ کا نواب تند صورت بھاگ گیا۔ جو کڈاپہ سے شرق کی طرف تھوڑے فاصلہ پر تھا۔ لیکن چند روز کے بعد جب اس کی جان اور ناموس کے عزت کی ذمہ داری کر لی گئی۔ تو اُس نے اطاعت قبول کر لی۔ اور وہ مع جملہ خاندان کے سرنگا پٹم بھیجدیا گیا۔ وہاں جا کر اس کی حسین ہمشیرہ سے حیدر علی نے شادی کر لی۔ وہ بخشی بیگم کے نام سے سرفراز ہوئی۔

پھر اس رشتہ داری کے ذریعہ سے ساونور کے نواب عبدالحکیم خان کو اپنا جانبدار بنا لیا۔ یعنی اس کے بڑے فرزند سے حیدر علیؔ نے اپنی لڑکی کی شادی منظور کی۔ اور اپنے بیٹے کریم صاحب کی شادی نواب عبدالحکیم کی دختر سے کر دی اور اُس خراج میں

جگہ اپ کا نواب ادا کیا کرتا تھا۔ نصف کی تخفیف کر دی اور نواب مذکور نے دو ہزار سوار حیدر علی کی جبل خدمات کیلئے دینا منظور کئے۔ یہ جملہ کارروائیاں حیدر علی کے حسب دلخواہ عمل میں آئیں۔ اور ۱۷۷۹ء میں یہ شادیاں سرنگاپٹم میں دونوں سرداروں کی موجودگی میں بڑی دھوم دھام سے ہوئیں +

چھوٹے شاہزادہ کریم کی شادی

مع شادی دختر

۱۱۹۲ سنہ ہجری

نواب حیدر علی خاں نے ایک نکاح مہدی بیگ جمعدار کی لڑکی سے کر لیا تھا۔ اس کے بطن سے شاہزادہ کریم صاحب اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ نواب کو اچھی جگہ ان کی شادیوں کی فکر تھی۔ اور اکثر افاغنہ سانور کے ساتھ جنگ وجدل جاری رہتی تھی اس لئے نواب نے اس قرابت کے ذریعہ سے اس کو دور کرنا چاہا۔ اس غرض سے نواب حکیم خاں والئے سانور کے پاس اپنے معتمد روانہ کئے۔ انہوں نے نہایت حسن تدبیر سے خان ذی شان کو مصالحت باہمی پر راضی کر پایا۔ اور

آخر کار یہ بات ٹھیری کہ نواب حکیم خاں کی لڑکی شاہزادہ کریم کے ساتھ بیاہ دی جائے۔ اور شاہزادہ کریم صاحب کی بہن نواب حکیم خاں کے صاحبزادہ والا تبار عبدالخیر خاں عرف خیر امیاں سے بیاہی جائے چنانچہ یہ دونوں شادیاں نہایت دھوم دھام اور تزک و احتشام سے ۱۱۹۲ھ ہجری بمقام سرنگ پٹن انجام پذیر ہوئیں۔

نظام حیدر آباد اور پیشوائے پونا کا نواب حیدر علی خاں کو انگریزوں کے خلاف ابھارنا

وقائع ۱۱۹۴ھ

جب ممالک دکن پر انگریزوں کی یورش زیادہ ہوئی۔ اور ان کے مقابلہ میں حیدر علیخاں کی معرکہ آرائی کی خبریں شائع ہوئیں۔ تو نواب نظام علیخاں ناظم حیدر آباد اور کارپردازان ریاست پونا نے متفق ہو کر نواب حیدر علیخاں کے پاس اپنے معتمد مع تحائف روانہ

کئے۔ اور نواب کے نام مخفی خطوط لکھکر دیئے۔ان خطوط کا مضمون یہ تھا۔ کہ انگریزوں نے ملک بنگالہ پر تو قبضہ کر ہی لیا ہے۔ اب وہ جنوبی ہندوستان کو بھی فتح کر لینا چاہتے ہیں۔ آپ کے ممالک پر ان کا خیال رجوع ہے۔ اس کے ساتھ حیدر آباد اور پونا کو بھی ہضم کرنا چاہتے ہیں۔ اور روز بروز اپنے پاؤں کو بڑھاتے جاتے ہیں۔ ہرچند ہمارے اور آپ کے درمیان لڑائیاں رہتی ہیں۔ لیکن یہ گھر کی بات ہے۔ کسی بیرونی قوم کی مداخلت نہ ہونا چاہئے۔ ایسے وقت میں لازمۂ ہوشمندی یہ ہے۔ کہ ہم اور آپ متفق ہو کر ان کو اس ملک سے نکال دیں۔ آپس میں ایک دوسرے کے معاون ہونے سے یہ مشکل آسان ہو سکتی ہے۔ اور ہم بطور پر آپ کے شریک ہیں۔ تب نواب حیدر علی خاں نے ان خطوط کا یہ جواب دیا۔ کہ آپ نے اپنی ریاستوں کا انتظام نادان لوگوں کے ہاتھ میں چھوڑ دیا ہے جو مہمات مالی و ملکی کا انتظام بطور شائستہ نہیں کر سکتے آپ کی فوج کا یہ حال ہے۔ کہ لڑائی کے وقت آپ کے نام و ننگ کا لحاظ نہیں کرتیں۔ اور نہ وہ صعوبات جنگ کی متحمل ہو سکتی ہیں۔ جہاں ذرا خوف کا موقع آیا۔ وہ فی الفور جان بچا کر بھاگ جانے کو غنیمت جانتی ہیں اور آپ اپنے قول و فعل پر قائم نہیں رہتے۔ برخلاف اس کے صاحب انگریز ایک دل اور ایک زبان رکھتے ہیں۔ لڑائی کے وقت جان لڑاتے اور اپنے نشان کی عزت پر جان دیتے ہیں۔ قواعد جنگ

میں سب سے زیادہ مشاق ہیں۔ اولوالعزمی ان کے رگ و پے میں سمائی ہوئی ہے۔ پس ایسی قوم سے لڑنا ہر شخص کا کام نہیں۔ اور اگر فی الحقیقت آپ اس ارادہ پر مستقل رہنا چاہتے ہیں تو بسم اللہ اپنا اپنا خزانہ اور اپنی اپنی فوج مع توپخانہ لیکر پائیں گھاٹ میں آ جائیے اس وقت یہ دوستدار بھی آپ کی شرکت سے دریغ نہ کریگا۔ اور اگر بطور سابق کے یہ ارادہ بھی نقش بر آب ہے۔ تو مخلص کو اس زحمت سے معاف کیجئے جب یہ صاف صاف جواب پہنچا۔ تو دونوں نے اپنے عزم پر مستقل رہنے کا حلفاً بردے قسم اقرار کیا اور آخر کو یہ قرار پایا کہ :-

(۱) نواب ناظم علیخاں ناظم حیدرآباد واسطے انتزاع و تسخیر آج نباری اور مچھلی پٹن کے فوج بڑھائیں۔ اور

(۲) پیشوا فرمانروائے پونا کا لشکر بندر بمبئی کی تسخیر کو روانہ ہو اور

(۳) نواب حیدر علیخاں ارکاٹ[1] کی تسخیر کو فوج لے جائیں۔

اس قرار داد پر نواب حیدر علیخاں نے اپنی فوج کے باقاعدہ جائزہ کا حکم دیا۔ تاکہ ہر سوار اور ہر سپاہی اور ہر قسم کے سامان کو اپنی آنکھ سے دیکھے اس وقت اس تفصیل سے جائزہ صحیح پایا گیا :-

سواران رسالہ خاص	سپاہیان بار	سواران لنگر	سواران سلحدار
۱۲۰۰۰ ہزار	۲۴۰۰۰ ہزار	۲۰۰۰۰ ہزار	۱۵۰۰۰ ہزار

[1] ارکاٹ اس وقت میں علاقجات پائیں گھاٹ کا دارالامارہ تھا۔

جملہ اکہتر ہزار سوار و پیادہ علاوہ افواج راجگان مطیع کے اردو سے معلے میں حاضر پائے۔ اور ساماں حرب بے انتہا و بے شمار بہم دیکھا تب ماہ رجب ۱۱۹۴ ہجری میں فوج مذکور مع ستر ضرب توپ اور کئی ہزار اونٹ محمولہ زنبورک و بان و باروت وغیرہ کے سرِ پزنگ پتن سے نکلکر نواح کلسپاک میں خیمہ زن ہوا۔ تمام دشت لالہ زار نظر آنے لگا۔ اور اپنے چھوٹے شاہزادہ کریم صاحب کو مع فوج و سواران یغماگر محمود بندر کو روانہ فرمایا۔ اور خود وہاں سے کوچ کر کو ہجہ تر نامل کو ناظم ارکاٹ کے قبضہ سے نکال لیا۔ اور اپنا قبضہ قایم کرکے آگے بڑھا اور قلعہ چیت پتہ قلعدار ارکاٹ کے قبضہ سے نکال لیا۔ اس مقام سے اپنے بڑے شاہزادہ والا تبار ٹیپو سلطان کو مع فوج زبردست کے واسطے تسخیر مقامات ارنی اور ترمی کے ماٗمور فرمایا۔ اور خود مع ایک فوج ظفر موج اور توپخانہ آتشبار کے شہر ارکاٹ کی تسخیر پر متوجہ ہوا اور قریب شہر پہنچ کر اپنی فوج کے بیلداروں کو مورچے اور دمدمے بنانے کا حکم دیا۔ اُدھر سے بیر بر قلعدار اور نجیب خاں سالار جنگ پانچ ہزار سپاہی اور دو ہزار سوار اور چار سو شریف و جاں نثار ہمراہ لے کر مستعد پیکار رہوئے۔ اور سکنائے شہر میں سے تین ہزار ذی حیلے اپنے اہل و عیال کی حفاظت کا خیال کرکے قلعہ کی حفاظت اور حراست پر آمادہ ہوگئے۔ اور دونوں طرف سے گولہ باری شروع ہوئی۔

نتیجہ روانگی کریم صاحب و ٹیپو سلطان

اب ہم یہاں کا حال یہیں چھوڑ کر ان دو نوں شاہزادوں کی فتوح خداداد کا حال لکھتے ہیں جو درمیانی واقعات میں داخل ہے۔ یعنی شاہزادہ کریم صاحب نے حسب الارشاد پدر عالیقدر محمود بندر پر چڑھائی کی اور اس کا محاصرہ کر لیا یہاں سینکڑوں تاجر رہتے تھے اور اقسام پشمینہ اور جواہرات و اجناس تجارتی ان کے گھروں میں بھرے ہوئے تھے۔ ان کے علاوہ محمد مکرم یہاں کا ملک التجار تھا۔ اس کے تین جہازوں میں کروڑوں روپے کا مال آیا ہوا تھا اور ۲۵۔ ہاتھی اور بیگو کے ساٹھ ٹانگن اس نے نوابوں اور امیروں کو تحفہ دینے کے لئے رکھے تھے۔ اب سب سامان پر شاہزادہ نے قبضہ کر لیا۔ اور محمد مکرم کو اسیر کر کے مع تمام سامان کے نواب حیدرعلی خاں کے حضور میں حاضر ہوا اور محمود بندر کی روک تھام کو مزدوری سپاہ چھوڑ آیا۔

اور ٹیپو سلطان نے قلعہ ارنی کا محاصرہ کر کے گولہ باری شروع کر دی۔ اور بخشی بدرالزماں کو اس کام پر مامور کیا۔ جب گولہ باری ہونے لگی۔ تو حسین علیخاں قلعدار نے شاہزادہ والا تبار کے حضور میں حاضر ہو کر عرض کی۔ کہ خدا کے فضل سے قلعہ میں توپ بندوق۔ بارود۔

وغیرہ سب جمع ہے۔ اور فدوی کو جان نثاری میں عذر نہیں لیکن اس قلعہ میں اکثر سادات رہتے ہیں اور ان کی خواتین گولہ باری سے سخت خوف زدہ ہو رہی ہیں۔ پس فدوی نے مستورات سادات کے لحاظ سے بخشی بدر الزماں کی گولہ باری کا زیادہ سختی سے جواب نہیں دیا۔ اور حضور کے سامنے قلعہ کی کنجیاں حاضر لایا ہے شہزادہ قلعدار کی یہ باتیں سنکر ہنسا اور وہ کنجیاں لے کر اپنی طرف سے قلعہ کا انتظام قائم کر دیا۔ اور قلعہ دار کو اپنے ساتھ لے کر سیدی امام کو اپنی طرف سے قلعہ دار بنایا۔ پھر ترری کی طرف کوچ کیا۔ وہاں کے قلعدار نے بغیر جدال و قتال وہ قلعہ شہزادہ کے سپرد کر دیا۔ پھر شہزادہ موصوف نے قلعہ جات تردا تور۔ کلوہ۔ کاویری کو مسخر کر کے نواب حیدر علیخاں کی طرف مراجعت کی۔ اور اس طور پر دونوں شہزادوں نے اپنے فرائض متعلقہ کو پوری کامیابی سے پورا کر لیا۔

نظام اور پیشوا کی خاموشی

جب نواب حیدر علی خان نے خود کو اس اتفاق ثلاثہ کا مقدمۃ الجیش بنا کر اس کی تمہید شروع کر دی۔ اور یہاں تک پہنچا لیا۔ تو نظام حیدر آباد اور پیشوائے پونا نے یہ خیال کر کے کہ اب ہم نے اپنے حریف نواب حیدر علیخاں کو ایک زبردست مخالف سے بھڑا دیا ہے اب علی الحال

ہمارے علاقوں پر تاخت نہیں کر سکتا۔ اپنے اس عہد وپیمان کو بالائے طاق رکھ دیا یعنی نظام علیخاں اپنی علالت کا عذر کر کے باہر نہ نکلے۔ اور مرہٹوں نے اپنی انتظامی مصلحتوں سے فسخ عزم کر دیا یا یوں کہیئے کہ انگریزوں نے نواب محمد علیخاں کے ذریعہ سے سفارتی کارروائی کر کے ان دونوں کو اپنی اپنی جگہ خاموش رہنے کا بندوبست کر لیا۔ تاکہ صرف ایک حیدر علی سے مقابلہ باقی رہ جائے۔

جنرل منرو اور کرنل بیلی سے جنگ کے بعد قلعہ ارکاٹ کی تسخیر

وقائع ۱۱۹۴ہجری

جب نواب حیدر علیخاں نے ملک پائیں گھاٹ کے بڑے بڑے قلعے فتح کر لئے۔ اور قلعہ آرکاٹ کا محاصرہ سختی سے ہو رہا تھا۔ تو نواب محمد علیخاں شہامت جنگ دارالامارہ سے دور ایک قلعہ میں پناہ گزین تھے ان کے پاس نہ اتنی فوج تھی جو نواب حیدر علیخان سے مقابلہ کر سکیں۔ اور جو تھی وہ بھی مطمئن نہ تھی۔ اس کے علاوہ حرب وضرب کا کوئی سامان درست نہ تھا۔ لاچار انہوں نے گورنمنٹ مدراس کو

لکھا کہ میں انگریزوں کی دوستی میں خراب ہو رہا ہوں۔ اور انگریزی فوج کی بہادری اور باقاعدگی کے لحاظ سے میں نے اپنا کوئی لشکر آراستہ بھی نہیں کیا۔ ایسی حالت میں گورنمنٹ کو میری مدد کرنا ضرور ہے۔ اُس وقت میں گورنمنٹ انگریزی نواب محمد علیخاں کو ایک ضروری اور بکارآمد دوست سمجھتی تھی۔ اور ان کے ذریعے وہ اپنے کئی کام بنا لیتی تھی۔ اس لئے ان کو مدد دینا ضروری سمجھا گیا۔ اور گورنمنٹ مدراس نے جنرل منرو کو چھ ہزار سپاہی اور پندرہ سو سوار اور دو پلٹن گورہ بیس ضرب توپ اور دیگر سامان حرب و ضرب کے ساتھ روانہ کیا۔ اور کرنل بیلی کو جو مع اپنی فوج کے سوادآدصوتی علاقۂ نظام میں مقیم تھے حکم پہنچا کہ وہ مع اپنی فوج کے جنرل منرو سے ملجائیں وہ وہاں سے مع تین ہزار جوان اور آٹھ ضرب توپ اور پانسو گورہ کے روانہ ہو کر نگول اور رنیلور کے راستے سے ارکاٹ کو آتے تھے۔

جب یہ خبر نواب حیدر علیخاں کو معلوم ہوئی۔ نواب نے اپنے فرزند اقبالمند ٹیپو سلطان کو مع افواج سرتیم اور چار ضرب توپ کے کرنل کا راستہ روکنے کو روانہ کیا۔ آگے بڑھ کر سوادشویر میں کرنل بیلی کی فوج سے مقابلہ ہو گیا اور جنگ شروع ہو کر رسد کا راستہ بند کر دیا گیا۔ تب کرنل نے قلعہ گنجی سے چھ کوس پر اپنا کیمپ قائم کیا اور رسد کی نایابی کا

لہ۔ نظام نے یہاں کو ٹور کا علاقہ دوستی اور حفاظت کے معاوضہ میں انگریزوں کو دیدیا تھا۔

حال جنرل منرو کو لکھا جنرل موصوف نے فی الفور ایک پلٹن اور چار کمپنی گورہ مع سامان رسد و بارود و گولہ و شراب وغیرہ روانہ کرکے خود بھی کرنل کی فوج سے ملجانے کا قصد کیا +

جب جاسوسوں نے یہ خبر نواب کو پہنچائی۔ نواب نے قلعہ ارکاٹ کا محاصرہ برخاست کر دیا۔ اور پانچ ہزار سوار واسطے غارتگری علاقہ جات راجگان نواح ارکاٹ کے چھوڑ کر باقی تمام فوج کیسا تھ بطور یلغار کوچ کیا۔ اور صبح ہوتے ہی کنجی سے آگے پہنچ گیا۔ ادھر کرنل بیلی مع فوج کے قلعہ کنجی کو آ رہا تھا۔ نواب نے حکم دیا۔ کہ کرنل کا راستہ روکا جائے۔ یہ حکم ہوتے ہی فوج ٹوٹ پڑی اور لڑائی ہونے لگی +

کرنل بیلی نے اپنی فوج کو اس خوبی اور قاعدہ سے لڑایا کہ نواب حیدر علیخاں اس کا تماشا دیکھنے کو ایک بلند مقام پر ٹھیر گئے۔ اور بار بار اپنے فوجی افسروں سے کہتے تھے۔ کہ دیکھو اگر اس چوٹ سے بچانے کو کیا قاعدہ برتا ہے۔ اور اس زد سے محفوظ رہنے کو کیا پیشبندی کی ہے۔ سامنے کی گولیاں بچانے کو اپنی فوج کو بجائے اس طرح ــــــ کی صفوں کے اس طرح ⌈⌈ کی صفوں میں کیونکر تقسیم کیا ہے۔ اور فوج گھونگھٹ کھا کر سانپ کی چال بل کہاتی۔ اور سامنے کی زد بچاتی کیونکر بڑھ رہی اور بڑھنے میں کیسا اپنا کام کر رہی ہے۔ اور فوج کی یہ خوبصورت اور باقاعدہ رفتار کتنی دلکش ہے۔ جو ایک سپاہی کے دل کو اپنی چال ڈھال پر فریفتہ کر سکتی ہے حیدر علیخاں کے فوجی افسر

بھی غور سے دیکھ رہے ہیں۔ اور دل ہی دل میں وہ سبق یاد کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ ڈھائی تین ہزار آدمی نواب کی فوج کے کام آئے۔ کرنل کا قصد تھا کہ لڑتے بھڑتے گرتے پڑتے قلعہ کنجی تک پہنچ جائے۔ لیکن جب نواب کو اپنی فوج کا زیادہ نقصان محسوس ہؤا۔ تو اس نے ایک سخت حملہ کا حکم دیا۔ اور محمد علی کیدان اور شیخ النصر اور موسیٰر جانی اور موسیٰر لالی فرانسیس سابق ملازم نواب بصالت جنگ حال ملازم فوج نامدار نے اپنی اپنی فوجوں کے ساتھ تین طرف سے جاکر توپوں کے گراب بندوقوں کی باڑھ سے کرنل کی فوج کو بوکھلا دیا۔ اور صف برصف گرنے لگی۔ تب کرنل بیلی نے میدان سے ہٹ کر ایک باغ کی آڑ پکڑی۔ اور اپنا میگزین وہیں محفوظ کر دیا۔ اتفاق سے موسیٰر لالی فرانسیس کی توپ کا گولہ اس میگزین پر جا پڑا۔ اور چشم زدن میں ایک قیامت برپا ہوگئی۔ تمام باغ دھواں دھار ہو گیا۔ کتنے درخت اکھڑ گئے۔ زمین جل گئی سینکڑوں سپاہی جل کر کباب ہو گئے۔ اس پر بھی کرنل بیلی نے بڑے استقلال و مردانگی سے اپنی باقیماندہ فوج کو پھر جانا چاہا۔ لیکن وہ سخت انتشار میں پڑگئی تھی۔ اس لئے اب اس کو پوری تندہی سے کام کرنا دشوار تھا۔ یہ حال دیکھ کر موسیٰر جانی اور موسیٰر لالی فرانسیسوں نے آگے بڑھ کر اپنی فوجوں سے کرنیل بیلی کا محاصرہ کر لیا۔ اور بدرجۂ لاچاری کرنیل بیلی کو اسیر ہونا پڑا۔ اور اس کی باقیماندہ فوج کے ہتھیار لیکر سب کو اسیر کر لیا گیا۔ اور تمام ہتھیار اور سب سامان لشکر

حیدری میں لایا گیا۔ زاں بعد نواب حیدرعلیخاں گنجی کا رُخ کیا۔ جہاں جنرل منرو مقیم تھے۔ جنرل منرو کرنل بیلی کی شکست اور گرفتاری کی خبر پا چکا تھا۔ اور تنہا اس کی طاقت نواب کی فوج کثیر سے لڑنے کے قابل نہ تھی۔ اس لئے اس نے اپنی فوج کو رات ہی میں جنگل کی طرف نکال دیا۔ اور لڑائی کو آئندہ وقت پر موقوف رکھا۔ نواب حیدرعلیخاں نے بھی زیادہ دردسری کو فضول سمجھکر جنرل منرو کا تعاقب چھوڑ دیا۔ اور پھر شہر ارکاٹ کی تسخیر پر متوجہ ہوئے اور فوجی محاصرہ قایم کر کے بڑے بڑے دمدمے بنائے گئے۔ اور ان پر خارا شگاف توپیں چڑھا کر گولنداز قلعہ پر گولے برسانے لگے۔ قلعہ کے بروج اور فصیل کی توپوں سے بھی برابر کا جواب دیا گیا۔ اور قلعہ کے گولندازوں نے اپنا فرض ادا کرنے میں جان لڑا دی۔ اور جو دو کمپنیاں انگریزی فوج کی یہاں تھیں انہوں نے بہت ہی قاعدہ اور مستعدی سے قلعہ کی حفاظت کا کام انجام دیا۔ اور نواب کے سپاہیوں کو بندوقوں کی باڑھ سے قلعہ کی فصیل تک پہنچنے نہ دیا۔ نواب حافظ علیخاں داماد نواب حیدرعلیخاں بھی مع چند سرداراں فوج حیدری کے کام آئے۔ شہر کے شرفاء جو قلعہ میں جا رہے تھے۔ وہ بھی بہ وقت باری باری چوکی پہرہ اور ہر طرح کی ہوشیاری پر آمادہ رہتے تھے۔ یہاں تک کہ اس محاصرہ اور گولہ باری کو تین مہینے گذر گئے۔ اس عرصہ میں قلعہ کی دیوار متواتر گولوں کے پڑنے سے مشتبک ہو گئی تھی۔ اور قلعہ نشین

لوگ رسد کے نہ آنے اور نئی رسد نہ پہنچنے سے سراسیمہ ہو رہے تھے۔
اس حالت کو معلوم کر کے نواب نے اپنی فوج کو تسخیر قلعہ کی تاکید مزید
کی۔ یہ سن کر کئی تجربہ کار افسر مع جاں نثار بہادروں کے زینے لگا کر
حصار قلعہ پر چڑھ گئے۔ اس میں سے کتنوں نے دیوار پر سے بندوقیں
مارنا شروع کیں۔ اور کتنے حصار کے اندر اتر گئے۔ اور قلعہ والوں
کو تلواروں سے قتل کرنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر میں سب عاجزانہ
طور سے خاموش ہو گئے۔ تب افسران فوج حیدری نے اچنا پنڈت
سیند صیا قلعدار کو مع اس کے اہل و عیال کے اسیر کر لیا۔ اور زندہ بیگ
خان بخشی سوار اور حسینی یار خان سردار بے اسپان اور سید حمید کیدل
و تینو نایڑ رسالدار مردم پار وغیرہ گرفتار کئے گئے۔ اور نواب نے بڑے
جلوس کے ساتھ مع باجہ و فوج شہر ارکاٹ کا معائنہ فرمایا۔ اور منادی
کی گئی۔ کہ سب رعایا اپنے کاروبار میں خاطر جمعی سے مشغول ہو۔ اب
کسی پر دست درازی نہ ہوگی۔ نجیب خاں مع دو گورہ اور چار سو سپاہیوں
کے بعد تسخیر قلعہ مذکور قلعہ ارک میں محصور رہا تھا۔ اُن سب کو اعلانِ
عام میں شمار کر کے عزت و اکرام سے رخصت فرمایا۔ اور اپنے
سواروں کے ہمراہ چینا پٹن تک پہنچا دیا۔ اور راجہ بیربر کو تمام
ملک کا ذمہ دار و نگراں کار بنایا۔ اور دوسرے سرداروں اور
شرفاء شہر کو فراخور درجہ مختلف عہدوں پر سرفراز فرما کر اکثروں کو
خلعت تقسیم کئے۔ اور معقول انعام دئے۔ سید حمید کو ایک پالکی اور

خلعت خاصہ عنایت فرماکر چارہزار پنجکی کی سرداری مرحمت فرمائی اور میر محمد صادق کو جو منصبدار صوبہ سرا کے ایک جاگیردار کا نواسہ تھا کروڑ گی شہر آرکاٹ پر مامور فرمایا ۔

بعد فتح آرکاٹ تبرکات درگاہ ٹیپوستان کا پیش ہونا

جب نواب نے قلعہ آرکاٹ فتح کرکے شہر آرکاٹ پر خاطر خواہ قبضہ کرلیا اور مصروف جشن و جلوس ہوا تو شاہ کریم اللہ چشتی اور علی رضا خطیب اور نور علی شاہ جو روضۂ ٹیپوستان کے متولی تھے نواب کے سامنے آئے اور ایک تسبیح خاک پاک اور ایک جلد کلام مجید مع دیگر تبرکات درگاہ ہدیہ گزرانی۔ نواب نے ہر ایک کو زر و جواہر سے مالامال کردیا۔ اور ایک سو ایک اشرفی نذر اور شامیانہ زربفت مع چوبہائے طلائی واسطے درگاہ ٹیپوستان کے روانہ کیا ۔

نصیر الدولہ عبدالوہاب[1] خاں بن نواب انورالدین خاں برادر خورد نواب والاجاہ محمد علی خاں ناظم آرکاٹ کی گرفتاری مع دیگر واقعات سال مذکور

نواب تسخیر آرکاٹ کے بعد مصروف عیش و نشاط تھا۔ اس میں بعض

[1] ہم نے جو شجرہ آرکاٹ کے نوابوں کا شروع کتاب میں دیا ہے وہ لیون بی بورنگ صاحب چیف کمشنر میسور کی تاریخ حیدر علی و ٹیپو سلطان سے لیا ہے اُس میں نواب محمد علی کے بھائی محفوظ خاں کا نام لکھا ہے۔ عبدالوہاب کا نام درج نہیں۔ ہم نے اسی مقام سے اصل شجرہ میں اس نام کا اضافہ کیا ہے کیونکہ معتبر تاریخ نشان حیدری اور حملات حیدری دونوں میں یہ نام مع تصریح اس واقعہ کے موجود ہے۔

اعیان نے ظاہر کیا کہ عبد الوہاب خاں برادر نواب محمد علی خاں قلعہ چتور کو دیون راے بھوجنگ اور مولوی عبد القادر کی حراست میں چھوڑکر چندرگیری میں ذخایر آلات حرب وضرب اور افواج سوار و پیادہ جمع کر رہا ہے تاکہ موقع پاکر آپ سے مقابلہ کرے۔ نواب نے اُس طرف کو کوچ کا ارادہ کیا۔ میر علی رضا خاں نے عرض کی کہ بیچارہ عبد الوہاب اپنے بھائی سے رنجیدہ ہوکر اور قلعہ چتور دوسرے کارپردازوں کو سپرد کرکے مع اہل وعیال کے چندرگیری میں جا پڑا ہے۔ اُسکی کیا مجال جو یہ خیال محال دل میں لائے۔ میں نے سُنا کہ وہ سخت بیمار ہے ورنہ خود حاضر ہوتا۔ اس پر نواب نے میر علی رضا خاں کے بھائی میر معین الدین بخشی کو واسطے حاضر لانے عبد الوہاب کے حکم دیا۔ اور میر علی رضا خاں کو مع فوج و توپخانہ ضروری واسطے گوشمالی راجگان نواح آرکاٹ اور انتظام ہر نوع کے روانہ کیا۔ اور شہزادۂ ٹیپو سلطان کو مع پانچ ہزار سپاہیان بار اور دس ہزار پیادہ اور پانچ ہزار سوار و توپخانہ کیواسطے فتح کرنے قلعجات غربی ملک آرکاٹ اور قبضہ کرنے علاقہ جات متعلقہ کے رخصت فرمایا ◆

جب میر معین الدین بخشی چتور پہنچے اور قلعدار قلعہ چتور سے قلعہ خالی کر دینے کو کہا تو اُس نے نواب عبد الوہاب خاں کی عدم موجودی کا عذر پیش کیا۔ اُس پر میر صاحب نے قلعہ پر گولہ باری کرکے اُس کو فتح کر لیا۔ اور اُس کے تمام مال واسباب پر قبضہ کرکے اپنی طرف سے

ایک قلعدار مقرر کردیا۔ اور چند رگیری کو روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر عبدالوہاب کو نواب حیدرعلیخاں کے حضور میں حاضر ہونے کا پیغام دیا عبدالوہاب بیمار۔ اور تسخیر قلعہ چتور اور ضبط اموال کی خبر سنکر مجبور و لاچار تھا۔ اُس کے مشیر جان دینا کیسا نیک صلاح دینے میں بھی لب بستہ تھے۔ اس لئے عبدالوہاب کی طرف سے جواب ملنے میں ایک دو روز کی دیر ہوئی۔ اس عرصہ میں ایک دوسرا ناگہانی واقعہ پیش آگیا یعنی میر معین الدین کی فوج کے کچھ سوار اور سپاہی گھانس لکڑی لینے کو دامن کوہ میں گئے تھے۔ جس کے اوپر قلعہ واقع تھا۔ سادہ لوح قلعدار نے اس خیال سے کہ یہ قلعہ کا سراغ لینے یا سرنگ وغیرہ کا انتظام کرنے کو آئے ہیں۔ توپ داغ دیا۔ وہ لوگ بھاگ کر اپنے لشکر میں آئے اور میر معین الدین خاں سے یہ واقعہ بیان کیا۔ میر صاحب نے اُسکو نواب عبدالوہاب کی منافقت اور مخالفت پر محمول کر قلعہ کے محاصرہ اور توپیں مارنے کا حکم دیدیا۔ اور قلعہ والوں کی بیخبری میں اچانک گولہ باری ہونے لگی۔ دو گولے نواب عبدالوہاب کی حرمسرا اور مطبخ میں گرے جس سے تمام عورتیں گھبرا گئیں۔ یہ حال دیکھ کر عبدالوہاب کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑ گئے اور وہ بیہوش ہو گیا۔ تب اُس کی بیگم نے ایک خط میر معین الدین کے نام اس مضمون کا لکھوایا کہ ہمارے صاحب کو غش کی حالت ہے۔ اور ہم نہیں جانتے کہ یہ گولہ باری کیوں ہو رہی ہے۔ اگر آپ کو قلعہ کا لینا اور ہمارے ملک پر قبضہ کرنا مقصود ہے۔ تو وہ حاضر ہے۔ عورتیں

کو پتی کرنے سے کیا فایدہ۔ جب یہ خط میر صاحب کے پاس پہنچا۔ تو گولہ باری موقوف کر کے جواب لکھا کہ آپ سب مع نواب عبدالوہاب میرے لشکر میں آجائیں۔ آپ کے رہنے کا علیحدہ انتظام کر دیا جائیگا۔ اور آپ کی عزت وعصمت میں ہرگز فرق نہ آئیگا۔ اس جواب کے پہنچنے پر بیگم صاحب اپنے خاوند کو پالکی پر ڈالکر اور خود پالکی پر سوار ہو کر مع خواص وخدام اور زن ومرد خاندان میر معین الدین خاں کی حفاظت میں آگئیں۔ اور میر معین الدین خاں نے قلعہ کے تمام نقد وجنس پر قبضہ کر کے اپنا قلعہ دار مقرر کر دیا اور کچھ فوج اُس کے پاس چھوڑ کر مع اس قافلہ کے مراجعت فرمائی۔ اور نواب کے حضور میں حاضر ہوئے۔ نواب حیدر علیخاں نے نواب عبدالوہاب کو مع خواتین وخدام اپنے بدرقہ فوج کے ساتھ سریرنگ پٹن کو روانہ فرمایا۔ اور اُن کے مصارف کا معقول انتظام کر دیا۔ اور اُس کے لڑکے عبدالصمد خاں دلیر جنگ کو بدرماہہ سہ صد روپیہ داروغگی سلحدار کچہری پر مامور فرمایا۔ اب شہزادہ ٹیپو سلطان کا حال سُنیئے۔ کہ شہزادہ موصوف ایک مہینے میں قلعہ ماہی منڈل اور کیلاس گڑھ کو فتح کر کے بعد انتظام لازمی قلعہ سات گڑہ پر نمودار ہوا۔ اور ایک وسیع میدان میں اپنا کیمپ قایم کر کے اپنی فوج اور توپخانہ کا جاہ واحتشام وہاں کے لوگوں کو دکھایا۔ اور تدبیر تسخیر میں مصروف ہوا۔ قلعہ رفعت میں آسمان سے باتیں کرتا اور استحکام میں دوسرا پچھا بن رہا تھا۔ اور ہر طرح کے سامان واسلحہ سے ماموربھا۔ اور ولی محمد خاں

قلعدار اور سید مخدوم رسالدار اور محمد مولا معتمد نواب محمد علیخاں مع دو ہزار سپاہ اور اتواپ خار انگاف کے وہاں موجود تھے۔لیکن شہزادہ کا جاہ و حشم دیکھ کر اور نواب حیدر علیخاں کے عزم و حزم کا اندازہ کر کے سب ہوش باختہ ہو گئے اور اُس قلعہ کی کنجیاں بغیر ایک توپ کے چھوڑنے اور ایک بندوق اور ایک تلوار چلانے کے شہزادۂ والاشان کے حضور میں پیش کر دیں۔شہزادہ نے اُن سب کو وہاں سے نکالکر کل سامان ضبط کر لیا۔ اور اپنی طرف سے ایک قلعدار مقرر کر کچھ فوج اُس کے پاس چھوڑ دی۔ اور خود واسطے تسخیر قلعہ انبور گڑھ کے روانہ ہوا۔جو وہاں سے تین کوس تھا۔اس قلعہ پر ایک کپتان مع چند کمپنی کے نواب محمد علیخاں کی طرف سے رہا کرتا تھا۔ اور سامان جنگ بھی زیادہ نہ تھا۔لیکن وہ قلعدار ازراہ نمک حلالی اس فوج مختصر سے پندرہ روز تک لڑتا رہا جب شاہزادہ کے گولندازوں نے علے الاتصال گولے مار کر قلعہ کی دیوار کو ڈھا دیا۔تب لاچاری سے اُس نے قلعہ کا سپرد کرنا گوارا کیا۔ اور شہزادہ نے بعد تسخیر قلعہ زین العابدین خاں نایط کو اُسکا قلعدار بنایا اور بعد انتظام لازمی وہاں سے کوچ کر کے اپنے والد بزرگوار کے پابوس سے شرف اندوز مفاخرت ہوا۔ نواب حیدر علیخاں نے اپنے بہادر اور اقبالمند اور صاحب رائے و تدبیر فرزند کو گلے لگایا اور زر و جواہر اُس پر نثار کیا اور اُسکی فوج کو معقول انعام دیا اور تھوڑا دم لینے کے بعد حکم دیا کہ محمد علی کمیدان کی کمک کو روانہ ہو۔جو قلعہ

راستے ایلور کی تسخیر میں زور لگا رہا ہے۔ اُس وقت یہ قلعہ کرنل لانگ کے چارج میں تھا۔ جس کی باقاعدہ فوج اُس کو ناممکن التسخیر بنائے ہوئے تھی۔ آخرکار ٹیپو سلطان نے محمد علی کمیدان سے ملکر کئی حملے کئے لیکن کامیاب نہ ہوا۔ اور اپنے باپ سے اور زیادہ فوج بھیجنے اور بڑی بڑی توپیں روانہ کرنے کی درخواست کی۔ نواب حیدر علیخاں نے ایسے محل خوف پر اپنے فرزند دلبند کا رکھنا مناسب نہ جانکر ٹیپو سلطان کو واپس طلب کر لیا۔ اور ایک سردار ینغاگر کو مع تین سؤ سوار اور ایک ہزار سپاہی کے اُس طرف مامور کیا تاکہ وہ مناسب مقام پر محفوظ رہ کر انگریزی رسد کی راہ روکتا اور اسباب رسد لوٹتا رہے۔ اور ممالک جنوبی آرکاٹ کی تسخیر کا لگ گیا۔ اور شہزادہ بلند ارادہ کو واسطے تسخیر کرناٹک گڑھ کے مامور فرمایا۔ اور رستم علی خاں فاروقی اور روشن خاں دستہ دار مع افواج سوار و پیادہ دوسرے قلاع و ممالک کی تسخیر پر مامور ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے کوہستان جینجی اور کوہ موکل اور کوہ کشن کنڈہ اور کوہ جینہ کنڈہ کے قلعہ جات کو مع ترنامل کے لڑ بھڑ کر فتح کر لیا۔ اور اُن کے علاقوں پر حیدری قبضہ قایم ہو گیا۔ اور ٹیپو سلطان نے ادہونی گڑہ اور علی آباد میں پہنچ کر قلعہ کرناٹک گڑہ کو فتح کرنے کے لئے پہاڑ پر قلعہ شکن توپیں چڑھوائیں۔ اور گولندازوں نے بڑی ہوشیاری سے حصار قلعہ پر گولے مارے لیکن وہاں گولوں نے کچھ کام نہ دیا۔ تب تین چار روز کی بے سود گولہ باری کے بعد ٹیپو سلطان

نے یہ حکمت عملی ظاہر کی کہ جو لوگ آرکاٹ کے اسیر تھے۔ اُن میں سے
چند کو چھوڑ دیا۔ اور اُن کو بصورت فتح ہو جانے اُس قلعہ کے انعام
اکرام کا متوقع کیا۔ اور کچھ باتیں اُن کو سمجھا دیں تاکہ وہ لوگ باہر
جاکر اُن کو ظاہر کریں۔ چنانچہ جب یہ لوگ قلعہ میں پہنچے تو انہوں نے
بیان کیا کہ نواب حیدر علی خاں نے قلعہ آرکاٹ کو فتح کر لیا۔ اور
تمام شہر پر قبضہ ہو گیا۔ اور ٹیپو سلطان نے کتنے قلعے فتح کر ڈالے
بڑے بڑے شورما عہدہ دار اُس کے پاس اسیر ہیں۔ نواب کا
بھائی عبدالوہاب بھی پکڑا گیا۔ ہاں جس نے اُس کی فرماں برداری و
اطاعت سے کام لیا وہ بچ گیا۔ نواب محمد علیخاں انگریزوں کے پاس
چھپ رہا ہے۔ اور اب کوئی بات اُس کے بنائے بن نہیں سکتی۔
جب ان لوگوں نے اس قسم کی باتیں کیں۔ تو قلعہ والوں نے اپنا
ایک معتمد بامید جان بخشی و اظہار اطاعت شہزادہ ٹیپو سلطان کے
حضور میں روانہ کیا۔ شہزادہ نے اُس کی التماس منظور کر لی۔ اور
وہ قلعہ مع تمام اشیاء و اسلحہ کے شاہزادہ کو سپرد کر کے سب اہل قلعہ
اُس قلعہ سے نکل گئے۔ شاہزادہ نے سب مال و اسباب قلعہ کا ضبط
کر اپنا قلعہ دار مع سپاہ ضروری متعین کر دیا اور بعد نظم و نسق مضاف
قلعہ دو روز میں کوہ ترآوت اور نیلور کے سواد پر قابض ہوتا ہوا ٹیک
گڑھ کی طرف متوجہ ہوا۔ اس قلعہ میں صاحبان انگریز کی طرف سے
ایک کپتان اور دو سو گورے رہتے تھے۔ اُن کے ساتھ کچھ اور سپاہ

تھی۔ شہزادہ نے ایک بلند مقام پر توپیں چڑھوا کر گولہ باری شروع کی۔ لیکن کار آزمودہ اور بہادر کپتان نے اُس تھوڑی جمعیت کے ساتھ اٹھائیس روز تک مقابلہ جاری رکھ کر قلعہ کو تسخیر سے بچایا۔ ازاں بعد قلعہ کا تالاب خشک ہوگیا۔ اور سپاہی پیاس سے جاں بلب ہونے لگے۔ تب بعالم مجبوری امان کی درخواست کی گئی۔ لیکن اس سے پہلے قلعہ کی سپاہ نے شاہزادہ سے ایک قول کرکے انحراف کیا تھا۔ اسلئے امان نامنظور رہوئی اور قتل عام کا حکم دیا گیا۔ اور کپتان کو عزت کے ساتھ حضور میں لایا گیا۔ بعد فتح شاہزادہ والاشان اس ملک کو منتظمان کارگزار اور قلعہ اران جاں نثار کے ہاتھوں میں چھوڑ کر مع اسیران کارزار و نقود و اجناس بیشمار باپ کے حضور میں واپس آیا۔ اور دوسرے سرداروں نے اپنی خدمات متعلقہ ممالک آرکاٹ کو فتح و کامیابی سے پورا کیا۔ اور تمام اعلٰے انتظام نواب حیدر علیخاں کے حسب فرمان و ہدایت پورے کیے گئے۔

جنرل سراری کوٹ کی لشکر کشی اور نواب حیدر علیخاں کی معرکہ آرائی جنگ محمود بندر میں میر علی رضا خاں کا مارا جانا

وقایع ۱۱۹۵ھ

اُس زمانہ کے انگریزی جنرلوں میں جنرل کوٹ نے مختلف جنگوں میں بڑی ناموری حاصل کی تھی۔ اور ولایت جاکر ممالک نو تسخیر بنگال کے نظم ونسق کو پھر واپس آیا تھا۔ وہ خدمات انتظامی بنگالہ کو چھوڑکر نواب محمد علیخاں کی مدد کو مامور ہوا۔ اور سات سو گورے اور دو پلٹنیں لیکر بسواری جہاز مدراس پہنچا۔ اُس وقت سراج الدولہ نواب محمد علیخاں دارالامارۂ ترلکھیڑی (مدراس) کی سکونت چھوڑکر میتال پیٹھ میں بحالت اضطرار وانتشار سکونت پذیر تھے۔ جنرل نے

پوچھا۔ آپ کی فوج کہاں ہے۔ نواب نے جواب دیا کہ میں نے انگریزی فوج کے یقین حمایت پر موقوف کر دی۔ اور اس کے بدلے گورنمنٹ مدراس کو روپیہ دینے لگا۔ جنرل یہ سادہ جواب سنکر ہنسا اور کہنے لگا۔ کہ کسی رئیس اور بادشاہ کو بغیر شایستہ فوج کے رہنا اور ضرورت کے وقت دوسروں سے مدد مانگنا کاسۂ گدائی کے برابر ہے۔ نواب اس بات سے نادم ہوا۔ اور دو تین ہزار پیادہ اور پانسو سوار جو اُسوقت موجود تھے جنرل کے سامنے پیش کئے۔ اور باربرداری کے بیل وغیرہ کرایہ سے لیکر اور ادھر اُدھر سے پکڑ کر مع دو لاکھ ہون نقد جو خزانہ میں موجود تھے مصارف باربرداری کے لئے جنرل صاحب کے حوالہ کئے۔ جنرل موصوف نے تین مہینے میں کئی ہزار نئی فوج آراستہ کی اور زر کثیر خرچ کرکے بنگالہ سے براہ دریا سامان حرب وضرب منگا کر اور مچھلی پٹن اور نیلور وغیرہ سے سامان خوراک جو ایک فوج کے لئے بہت دنوں کو کافی ہو مع خیمہ وخرگاہ بطور ذخیرہ جمع کرلیا۔ پھر پوری تیاری سے ارکاٹ کی جانب مع فوج وخزانہ وتوپخانہ کے روانہ ہوا

اُدھر سے نواب حیدر علی خاں نے میدی ہلال اور غلام علی خاں بخشی کے ساتھ کچھ فوج روانہ کردی۔ اور خود مع لشکر جرار اُن کے عقب میں روانہ ہوا۔ جنرل کوٹ نے اس سے پہلے قلعہ کرنگ بالہ کو فتح کرلیا تھا۔ اور حیدر علیخاں کا قلعہ دار مع سپاہ قلعہ کے قتل ہو چکا تھا۔ اور جنرل صاحب نے اسباب قلعہ کو اپنی فوج سے لٹوا کر اُسکو

تقسیم کر دیا تھا۔ اور وہاں سے کوچ کر سواد اجرادا کم میں خیمہ زن تھے اس نواح میں حیدر علیخاں کی طرف سے روشن خاں دستہ دار اور رستم علیخاں فاروقی مع اپنی اپنی جمیعت کے قلعہ بر موکل گڑہ کے محاصرہ میں مصروف تھے۔ جب اُن کو جنرل صاحب کے آمد کی خبر معلوم ہوئی تو وہ محاصرہ اٹھا کر حیدر علیخاں کے لشکر سے جا ملے۔ جنرل صاحب نے اُس قلعہ کے قلعدار کی تعریف کی اور جانب چھلجری کوچ فرما کر کوہ مور کے دامن میں قلعہ کے نیچے کیمپ قایم کیا۔ اور اپنی کارروائی سے گورنمنٹ مدراس کو اطلاع دی اور واسطے بھیجنے آذوقہ اور سامان جنگ کے تحریر بھیجی ✦

اس عرصہ میں نواب حیدر علیخاں بھی مع فوج تہار اور لشکر بیشمار جنرل کے سر پر بطور یلغار کے پہنچ گیا۔ اور دو فرسنگ کے فاصلہ سے خیمہ زن ہوا۔ اُس کو معلوم ہو گیا تھا کہ جنرل کوٹ کو جب تک مدراس سے سامان مطلوبہ نہ پہنچے۔ وہ لڑائی میں سبقت نہ کریگا۔ اس لئے اُس نے اطمینان سے میر علی رضاخاں کو مع اُسکی جمیعت کے اور سید ہلال کو مع پانچ ہزار سوار اور غازی خاں کو مع سواران یغما گر واسطے مقابلۂ جنرل موصوف کے چھوڑ کر خود مع فوج و توپخانہ محمود بندر کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور شہزادۂ ٹیپو سلطان کو سات ہزار سوار اور پانچ ہزار سپاہی اور پچیس ضرب توپ دیکر نواح تنجانگر اور تنجاور کی غارتگری پر مامور فرمایا۔ شہزادہ ٹیپو سلطان نے پہلے علاقہ تنجاور کو

لوٹ کر صاف کر دیا۔ اور تمام اشیا مغروقہ حیدر علیخاں کے پاس بھیج دیں
پھر تھر نگر پر تاخت کی اور مقامات مغروقہ پر اپنے تھانے بٹھاتا ہوا استحل
بود کاویری اور کورڈم کے ہندو معابدوں اور مندروں کو جو طلاء و
جواہر سے مملو تھے لوٹ کر کلی کوٹ کی طرف جو قلعہ ترچناپلی سے چھ
میل مشرق کی طرف واقع ہے۔ کوچ کیا۔ اور یہاں نواب حیدر علیخا
سے مل گیا۔ نواب حیدر علیخاں نے سواران یغماگر کو واسطے تاخت و
تاراج نواح ترچناپلی کے حکم دیا۔ حکم دینا تھا کہ وہ جابجا روانہ ہوگئے
اس اثنا میں ایک افسر فوج انگریزی میجر ہال نام قلعہ سے باہر چھ سو
سپاہیوں کو قواعد سکھا رہا تھا۔ وہ مع دو ضرب توپ ان سواروں کے
تعاقب کو روانہ ہوا۔ لیکن اتفاق سے ایک کمینگاہ کے سامنے پڑ گیا۔
جہاں حیدر علیخاں کے سپاہی مع توپوں کے چھپے بیٹھے تھے۔ جیسے ہی
یہ اُن کے سامنے پہنچا اُنہوں نے بندوقوں کی باڑھ ماری اور دوسرے
سواروں نے اُس کو گھیر لیا۔ نوآموز سپاہی اکثر مارے گئے یا زخمی
ہوئے۔ کچھ بھاگ نکلے۔ لیکن میجر ہال بڑی دلیری اور استقلال سے
لڑتا بھڑتا گھوڑا بھگا کر قلعہ میں پہنچ گیا۔ اور نواب نے سواد چر کل باڑہ
میں کیمپ قایم کر کے تیرداروں کو حکم دیا کہ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر
مورچے بنائے جائیں اور قلعہ میں میجر ہال اور کرنل لگسن اور شادی خاں
تحصیلدار کچھ سپاہیوں اور شرفاء شہر کو جمع کر کے حفاظت قلعہ کے انتظام
میں مصروف ہوئے۔

دو تین روز کے عرصہ میں مورچے تیار ہو کر کل کے روز گولہ باری ہونے کو تھی کہ آج میر علی رضا خاں کی عرضی اس مضمون سے پہنچی کہ جنرل کوٹ قلعہ سیلانبر پر پہنچے تھے۔ مگر مقابلہ سخت قلعدار حیدری سے ناکام ہو کر محمود بندر پر بڑھ رہے ہیں۔ اُس پر نواب نے اُس ارادہ کو ملتوی چھوڑ کر مع فوج و توپخانہ محمود بندر کیجانب کُوچ کیا۔ آگے بڑھ کر معلوم ہوا کہ سیدی بلال جو مقدمۃ الجیش تھا مع تین سَو جوانوں کے سواد باکور میں بمقابلہ فوج انگریزی کام آیا اور جنرل کوٹ آگے بڑھ رہے ہیں۔ نواب نہایت عجلت سے اپنی فوج مع توپخانہ کے آگے بڑھا کر بیچ میں حایل ہو گیا اور ساحل دریا پر ریگ کے تودوں پر توپیں چڑھوادیں۔ اور خود ایک درخت کی آڑ میں کرسی بچھا کر افسران فوج کو تدبیرات جنگ بتانے میں مصروف ہوا۔ میر علی رضا خاں کو حکم دیا کہ سپاہ انگریزی کی پُشت پر جا کر میدان محاصرہ کو تنگ کرے اور شہزادہ ٹیپو سلطان کو ارشاد ہوا کہ فوج سواران کو با افسری موشیر لالی فرانسیس اور سید حمید۔ اور شیخ انصار اور شیخ عمر اور شیخ شجاع الدین کے ہمراہ لیکر جنرل کوٹ سے مقابلہ کرے۔ اور گولہ اندازوں کو شلک کا حکم دیا گیا۔ ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ یہ کیسا موقع ہے۔ اور حیدر علی نے کس دل سے اپنے نوجوان فرزند کو جنرل کے سامنے آنے کا حکم دیا ہے۔ اور خود کس استقلال سے کرسی پر بیٹھا ہوا بہادروں کی معرکہ آرائی کا تماشا دیکھ رہا ہے۔ الحاصل اُس طرف سے جنرل کوٹ

کی توپوں نے آگ برسانا شروع کی۔ اور جنرل کی باقاعدہ فوج صف بستہ روانہ ہو کر باڑہ پر باڑہ مارتی ہوئی روانہ ہوئی۔ اور اُدھر سے نواب کے فرزند اور افسران فوج نے اپنی فوج کو آگے بڑھایا۔ اور توپوں کی شلک اور بندوقوں کی باڑہ سے زمین لرزنے لگی۔ یہانتک کہ دونو فوجیں اصول جنگ کے موافق مصروف کارزار ہو کر صبح سے دوپہر تک لڑتی رہی۔ اور وہ ریگستان دونو طرف کے مجروحوں اور مقتولوں سے بھر گیا۔ اسی ہنگامۂ محشر آشوب میں جنرل کوٹ نے سُنا۔ کہ نواب حیدرعلیخاں ایک درخت کے نیچے کُرسی بچھائے بیٹھا اپنے افسروں کو جنگ کی تدبیریں بتا رہا ہے۔ یہ سُنکر مع اپنی فوج کے اُس طرف چڑھ دوڑا اور دو جہاز جو مدراس سے آکر دریا میں لنگر ڈالے ہوئے تھے اُن کے کمانیروں کو کہلا بھیجا کہ فوج حیدری پر گولوں کا مینہ برسادیں۔ نواب نے یہ صورت مشاہدہ کرکے اپنی فوج مع توپخانہ کو گولہ باری کی زد سے بچا کر علیحدہ ہٹا دیا۔ اور خود دوسری جگہ ہٹ گئے اور جنرل کو حصار پر قبضہ کرنے کا موقع مل گیا۔ اس عرصہ میں میر علی خاں بہادر نے دریا کے کنارے سے گھوڑا بڑھایا کہ اپنی فوج سے دوسری طرف سے فوج انگریزی پر جا پڑے۔ اس میں جہاز سے ایک گولہ آکر اُس کے بازو پر بیٹھا اور وہ زمین پر آرہا۔ اُس کے رفیق فی الفور پالکی پر ڈالکر نواب کے سامنے لے گئے۔ نواب اس حادثہ سے بہت غمگین ہوا۔ لیکن اپنا دل مضبوط کئے رہا۔ پھر چند روز کو

طرفین سے جنگ موقوف ہوکر مقتولوں کی تدفین اور مجروحوں کی مرہم پٹی کا سامان ہونے لگا ۔

میر علی رضا خاں کی لاش بنہایت احترام سے سرینگ پٹن کو روانہ کی گئی۔ اور چونکہ شہزادہ ٹیپو سلطان اُس کا حقیقی بھانجا (بہن کا لڑکا) تھا۔ اس لئے اسکی فوج اور اُسکا سامان از قسم زیور و جواہرات و خزانہ شہزادہ کو دیدیا گیا۔ اور اُس کے نوجوان فرزند نواب قمرالدین خاں کو نواب نے ماتمی خلعت دیکر ہاتھی مع عماری اور نوبت و نقارہ وغیرہ سامان جلوس امارت دیکر باپ کا منصب بحال رکھا اور اعلےٰ تربیت کے لئے شاہزادہ کے سپرد کیا۔ اور جنرل کوٹ کامیاب ہوکر پھلیری اور برموکل گڑہ ہوتا ہوا فرنگی کوہ میں داخل ہوکر اُس طرف کے پرگنات اور محالات کے انتظام میں مشغول ہوا اور نواب حیدر علیخاں کئی روز قولہ نیکنا پیٹھ میں مقیم رہ کر ترو ادی کی راہ سے منزلیں طے کرتا ہوا سواد تندی ولم میں خیمہ زن ہوگیا۔ اور قلعۂ برموکل گڑہ کو مع پہاڑ کے گولہ باری سے فتح کرلیا۔ بعد چندے ہرکاروں نے خبردی کہ جنرل کوٹ کی کچھ سپاہ قلعہ ڈنڈ اوسی کو روانہ ہوئی ہے۔ اس خبر کو سُنتے ہی نواب بہادر ڈنڈ اوسی[1] کو روانہ ہوا۔ اور تین چار روز تک قلعہ کشائی کی تدبیریں کیں مگر کوئی راست نہ آئی۔ تب بندوبست شہر و قلعہ آرکاٹ کا اس سے زیادہ مقدم جانکر مع فوج آرکاٹ کو روانہ ہوگیا۔ اور موشیر لالی فرانسیس

---

[1] نشانِ حیدری میں اس قلعہ کا نام وندواسی لکھا ہے ۔

اور شیخ انصر اور شیخ حمید کو مع فوج کے یہاں چھوڑ گیا۔ تاکہ محاصرہ وغیرہ سے اس قلعہ کو فتح کریں۔ موشیر لالی نے محاصرہ میں بڑی تندہی اور جانفشانی ظاہر کی۔ لیکن اُس سے کوئی نتیجہ ظاہر نہیں ہوا تب ایک حکمت عملی کی یہ تدبیر نکالی کہ اپنی فوج کو انگریزی وردی پہنا دی اور ایک روز پہلے سوار مع چٹھی انگریزی قلعہ دار کے پاس روانہ کیا کہ ہماری فوج مدراس سے تمہاری مدد کو آئی ہے۔ کل قلعہ میں داخل ہو گی تم مطمئن رہو۔ لیکن قلعدار کو بعض وجوہ سے شک پڑ گیا اور اُس نے معلوم کر لیا کہ یہ انگریزی فوج نہیں ہے۔ تب اُس نے اس فریبی فوج کی دعوت کو پہلے سے توپوں میں گراب بھروا دیا۔ جب صبح کو یہ فوج قریب قلعہ پہنچی تو اس گراب سے اُسکی تواضع کی۔ اس سے اُس کو بہت نقصان پہنچا۔ اکثر سوار اور سپاہی وہیں گر گئے۔ باقی بھاگ نکلے۔ بدقسمت موشیر لالی نے مع ایک گروہ سواران کے بھاگ کر جان بچائی۔ اور پھر سب اپنے کیمپ میں جمع ہو کر اس مغالطہ پر افسوس کرنے لگے۔ اور قلعدار نے مقتولوں کے گھوڑے اور اُن کے ہتیار قلعہ میں رکھ لئے۔ جب نواب حیدر علیخاں کو اس واقعہ کی خبر پہنچی وہ موشیر لالی پر سخت برافروختہ ہوئے اور اُسکو واپس طلب کر کے دوسرا سردار مع فوج واسطے تسخیر قلعہ مذکور کے روانہ کیا۔

کرنل گال اور جنرل کوٹ کے ساتھ نواب حیدر علیخاں کے دوسرے محاربات

واقع سنہ ۱۱۹۶ ہجری

جب جنرل کوٹ نے جنگ محمود بندر وغیرہ کے بعد مدراس کو معاودت کی۔ تو نواب حیدر علیخاں تسخیر و انتظام قلعہ جات متعلقہ صوبہ ارکاٹ میں مصروف تھے۔ اس میں کرنل گال مع پانچ ہزار فوج گورہ اور خزانہ کثیر اور ۷۰ کشتی محمول سامان جنگ و آذوقہ کے بنگال سے وارد مدراس ہوا۔ اس کے آنے سے جنرل کوٹ کی طاقت بڑھ گئی۔ اور وہ دو مہینے میں ایک لشکر جرار آراستہ کر کے مع ساز و سامان کافی و ذخیرہ وافی از راہ تروالور قلعہ راسے ویلور کی طرف کوچ کیا سیف الملوک بہادر فرزند نواب محمد علیخاں کو بھی ساتھ لے لیا جب یہ خبر نواب حیدر علیخاں کو پہنچی۔ جو بلاد تیسور و وال پنڈل میں خیمہ زن

تھا۔ توفی الفور مع فوج و توپخانہ کاویری پاک کے راستہ سے اُسطرف کو روانہ ہوا۔ جنرل کوٹ نے اُس مقام پر ڈیرہ کیا۔ جہاں کرنل بیلی کا واقعہ پیش آیا تھا۔ تیسرے روز نواب کی فوجیں داخل ہوئیں۔ اور صبح ہوتے ہی جنرل کی فوجیں ایک بڑے میدان میں صف آرا ہوگئیں۔ اُدھرسے نواب کی فوجوں نے برابر کی صف بندی قایم کی اور دونو طرف سے بندوقوں کی باڑھیں چلنا شروع ہوئیں۔ اور نواب نے اپنی ذات سے توپخانہ ایک مناسب مقام پر قایم کیا۔ تاکہ جب اُس کے سامنے سے انگریزی فوج نکلے۔ تو آگ برسائی جائے اور ٹیپو سلطان سواروں کی فوج لیکر انگریزی فوج کی پُشت پر آپڑا۔ اور پچھلے حصہ فوج سامان و آذوقہ وغیرہ لوٹ لیا۔ تمام دن لڑائی جاری رہی۔ اثناء جنگ میں ایک گولے کا ٹکڑا کرنل اسٹوارٹ کے پاؤں میں لگا۔ وہ بیکار ہوگیا۔ اسی طرح سیف الملک بھی گولی کے لگنے سے زمین پر گر پڑا۔ شام کو دونو لشکر علیحدہ ہوئے۔ صبح کو جنرل کوٹ نے سیف الملک کو پالکی پر سوار کراکر اُس کے باپ کے پاس بھیج دیا۔ اور خود واسطے انتظام دوسری مہموں کے مدراس کی طرف کوچ کرگیا۔ اور نواب نے وہاں سے مراجعت کرکے حدود دکنی میں خیمہ گاہ قایم کی۔ اسی عرصہ میں جاسوس خبر لائے کہ فرانسیسوں کے چند جہاز مو فوجی سواری میں واسطے ملازمت سرکار حیدری کے آئے ہیں۔ اور صاحبان کونسل مدراس نے ولندیزوں کے سردار سے مواخذہ کیا ہے کہ تم نے اسباب

جنگ نواب حیدر علی خاں کے ہاتھ کیوں فروخت کیا۔ اس مواخذہ میں کرنل منرو ولندیزوں کے پاس سے ناگ پٹن کا قلعہ فتح کرکے مدراس کو واپس گیا تھا۔ اور اب وہاں سے مراجعت کر مع چار پلٹن سپاہی اور سات ضرب توپ اور سواروں کے سواد کاری گال میں خیمہ زن ہے۔ ان خبروں کو سنکر نواب حیدر علیخاں نے ٹیپو سلطان کو واسطے ملاقات سپہ سالار فرانس کے رخصت کی اور یہ حکم دیا کہ اگر راستہ میں کرنل منرو کی فوج سے مڈبھیڑ ہوجائے تو اس سے مقابلہ کرنا۔ آگے بڑھ کر شہزادہ کو معلوم ہوا کہ کرنل منرو ساحل روڈ کورڈم پر فرانسیوں کے راستے روک رہا ہے۔ تب رات کو اس نے باغ بکوٹہ میں اس کا محاصرہ کیا۔ صبح کے وقت کرنل منرو نے اپنے آپ کو مع فوج محاصرہ میں پایا تب جنگ کو آمادہ ہوا۔ اور لڑائی ہونے لگی۔ اس لڑائی میں انگریزی سواروں کا سردار میجر سائس اور سید غفار صوبہ دار اسیر ہوگئے۔ اور چونکہ شہزادہ کو سپہ سالار فرانس کی ملاقات ضروری تھی۔ اس لئے وہ وہاں سے کوچ کر قریب قلعۂ گوڈیور کے خیمہ زن ہوا۔ سپہ سالار فرانس نے انگریزی سردار قلعہ کو لکھا کہ قلعہ مذکور خالی کردیا جائے۔ اس نے لڑنا مناسب نہ جانکر قلعہ خالی کردیا۔ اور خود مع جمعیت ناگ پٹن کو چلاگیا۔ تب سپہ سالار فرانسیس نے مع پانچہزار سپاہی فرانسیس کے جہاز سے اتر کر نزدیک قلعہ کے خیمہ نصب کیا۔ دوسرے روز شہزادہ کی ملاقات کو آیا۔ اور نواب کے ساتھ بنائے اتحاد کو از

سر تو مستحکم کیا۔ اور شہزادہ واپس گیا۔ تب نواب عازم آرکاٹ ہوا اور منتظمان و محافظان نواحی ویلور کے نام حکم ہو چکا تھا کہ چاروں طرف سے رسد پہنچنا بند کر دیں اور بہت سخت نگرانی رکھیں کہ باہر سے کوئی چیز وہاں نہ جانے پائے۔ اس سے وہاں ایک آفت برپا ہو گئی۔ اور وہاں کے لوگوں نے اپنی مشکل کشائی کے لئے مدراس کو لکھا۔ ہنوز نواب آرکاٹ سے چند میل نہ گیا تھا جو خبر آئی کہ جنرل کوٹ مع فوج صحرائے ناکلا پور سے گزر کر راستے ویلور کا عازم ہے۔ نواب نے یہ خبر سنکر سید حمید اور شیخ انصر اور موشیر لالی کو مع افواج شائستہ واسطے حفاظت شہر و قلعہ آرکاٹ کے مامور فرمایا۔ اور چھوٹے شاہزادہ کریم شاہ کو مع چار ہزار سوار خاصہ اور دو ہزار سپاہی اور چند توپ کے نواح مدراس میں جاکر انگریزوں کی رسد لوٹنے اور راستے روکنے کا حکم دیا۔ اور شہزادہ کلاں ٹیپو سلطان کو ارشاد ہوا کہ نواح ارنی میں جاکر تسخیر قلعہ اور استحکام انتظام مقبوضات پر مستعد رہے۔ اور خود مع فوج و توپخانہ میدان دھولی گڑھ میں خیمہ زن ہوا۔ اس عرصہ میں جنرل کوٹ راہ ویلور میں پہنچا۔ اور ایک مہینے تک افواج حیدری سے معرکہ آرائی ہوتی رہی۔ کبھی نواب کی فوج جنرل کوٹ کی فوج کو نقصان پہنچاتی اور رسد وغیرہ لوٹ لاتی۔ کبھی جنرل کوٹ کی فوج نواب کی فوج کو ہزیمت دیتی اور جو پاتی لوٹ لیجاتی۔ ایک مہینے کے بعد جنرل کوٹ نے اپنے لشکر کو آور آگے بڑھایا۔ اور قریب دھولی گڑھ

کے کیمپ بنایا۔ یہاں بہت سخت لڑائی ہوئی۔ اور جنرل کوٹ کی فوجوں نے بڑی دلیری اور بیباکی سے نواب کی فوج کو منتشر کیا۔ اور نواب کو وہاں سے کیمپ اُٹھا کر آرنی کے میدان تک ہٹ جانا پڑا۔ اور جنرل کوٹ نے دوسرے روز وہاں سے بڑھ کر علی آباد میں خیمہ کیا۔ نواب نے اس سے پہلے محمد علی کیدان کو رسالداری سے موقوف کر دیا تھا۔ لیکن وہ نمک حلال بہادر سایہ کی طرح اپنے آقا کے ساتھ رہتا تھا۔ اس مقام پر اُس کو پھر سرداری رسالہ کا خلعت مع نقارہ نشان عنایت کیا گیا۔ جب نواب کو معلوم ہوا کہ جنرل نے علی آباد میں قیام کیا ہے۔ تو اس خیال سے کہ اب وہ بارآمحال یا ترچناپلی کا قصد رکھتا ہے سوا دارنی سے خیمہ اُٹھا باگ مار پیٹھ کے متصل کیمپ قایم کیا۔ اور سواران یغماگر کو واسطے تاخت وتاراج اُس نواح کے حکم دیا۔ اور جنرل کوٹ نے رات کو نواب کی فوج پر شبخون مارا۔ پھر نہایت عجلت سے آرنی کے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ لیکن نواب حیدرعلیخاں کے قلعدار سیدی امام نے بڑی جوانمردی سے اُس کی حفاظت قایم رکھی۔ اب جنرل کوٹ نے خیال کیا کہ اس موقع پر زیادہ ٹھیرنا مناسب نہیں۔ شاید نواب پاشنہ کوب آکر ہماری فوج کو مبتلاے آفت کردے اس لئے وہاں سے روانہ ہو کر ڈنڈوسی میں قیام کیا۔ یہاں سپاہیوں کو دو روز آرام پہنچا کر مدراس کو روانہ ہو گیا۔

بعد چند روز ہرکاروں کی زبانی معلوم ہوا کہ تعلقہ دار اور فوجدار

تنجاور اور ترچناپلی انگریزی فوج کی حمایت سے دہات کونبا نور اور مدگے
محالات پر دست تعدی دراز کر رہے ہیں۔ اور رعایا کی لوٹ مار ہو رہی
ہے۔ تب نواب نے ٹیپو سلطان کو واسطے تنبیہ اُس جماعت متمرد کے
مامور فرمایا۔ اور چار ہزار سوار کو بسر کردگی چھیلا رام مع رسالہ سلطان سنگھ
واسطے جمع کرنے اور مواشی رسد کے قدغن بلیغ فرمائی۔ اور مہامرزا خاں
بخشی اور نواب نور الا جبار خاں کو حکم دیا کہ وہ مع چھ ہزار سوار کے
روانہ ہو کر حدود کاستری اور نیکٹ گری اور نزاج کے ضبط و انتظام
میں مشغول ہوں۔ اور میر مخدوم علیخاں کے نام پروانہ لکھا جو واسطے
خبرداری ملک جنوبی پٹن کے مامور تھے۔ کہ وہ گوشمالی اور تنبیہ
نایروں میں قصور نہ کریں جو ہمیشہ رعایا کو ستاتے رہتے ہیں +

مطابق اس کے شاہزادہ ٹیپو سلطان نے روانہ ہو کر راستہ میں
خبر پائی کہ ایک فوج ترچناپلی اور تنجاور سے جمع ہو کر تسخیر قلعہ ترکاٹ پلی
اور شاکوٹہ کا ارادہ رکھتی ہے۔ مگر قبل اُس سے کہ شاہزادہ پہنچے یہاں
عجب اتفاق ہوا کہ قلعہ ترکاٹ پلی کی تسخیر کو دو فوجیں انگریزی دو
طرف سے بڑھیں اور رات میں دھاوا کیا۔ اور ایک نے دوسرے
کو اپنا حریف سمجھ کر آپس میں جنگ جاری رکھی جس سے دونو طرف
کے سات سو بہادر تلف ہوئے۔ آخر میں جب ایک سردار نے
انگریزی بولی میں کوئی اصطلاحی بات کہی اور دوسرا سردار سمجھ گیا۔ تو
وہ چلا اُٹھا کہ ہم تم دونو ایک ہیں۔ اور آخر کو دونو اپنی اپنی حماقت

پر نادم ہوئے۔ اور جو اسباب قلعہ میں پایا۔ اُسکو لیکر شاکوٹہ کو چلے گئے جب شاہزادہ آیا تو یہ حال سُنکر بہت ہنسا اور اُس قلعہ کو خالی چھوڑ دیا۔ اُدھر انگریزی پلٹن شاکوٹہ کا محاصرہ کئے تھی۔ اُس کو شاہزادہ نے ہزیمت دی اور شیخ حمید قلعہ دار کو جس نے حفاظت قلعہ میں بڑی دلیری اور مردانگی ظاہر کی تھی خلعت فاخرہ مع ایک جوڑی کڑہ طلائی مرصّع کے عنایت کیا۔ اور قلعہ کے سب سپاہیوں کو ایک ایک جوڑی کڑہ نقرہ کی عنایت ہوئی۔ پھر اُن لوگوں نے قلعہ کاٹ مینا کا محاصرہ کیا۔ اور سیڑھیاں لگا کر قلعہ پر چڑھنے لگے۔ یہاں پہلے سے قلعہ دار نے اُن کی ضیافت کا سامان کر رکھا تھا۔ یعنی بیس سپاہی جو اندر رہتے اُن کو باڑہ مارنے کے لئے جھانکیوں پر متعین کر دیا تھا۔ اور حصار قلعہ پر بڑے بڑے پتھر چنوا دئے تھے۔ اور قلعہ اور زیر قلعہ کے رہنے والی عورتوں نے مٹی کے بڑے بڑے ظروف میں نہایت گرم پانی ڈال کر گوبر گھول دیا تھا۔ جب وہ لوگ دیوار قلعہ کے سامنے آئے تو پہلے باڑہ ماری گئی۔ اور جب کچھ لوگ زینہ لگا کر چڑھنے لگے اور دیوار کے نیچے کھڑے ہوئے تو اوپر سے پتھر لڑھکائے گئے۔ اور گرم گرم گھلا ہوا گوبر اُن کے اوپر ڈالا گیا جس سے وہ پریشان اور متفرق ہو کر واپس گئے۔ شہزادہ نے یہ حال سُنکر اُن سب عورتوں کو طلائی کڑے اور ایکہزار روپے نقد انعام دئے۔ اور آگے کو کوچ فرمایا

اب میر مخدوم علیخاں کا حال سُنئے۔ میر صاحب نے بعد ورود پروانہ

انتظام ملک جنوبی دار الامارہ سرینگ پٹن میں حتے الامکان زور لگایا مگر وہاں کے مفسد لوگ ایک فوج جمع کرکے اور انگریزی فوج مقیم وہاں کے ساتھ ملکر لڑنے پر تیار ہوئے۔ پہلے میر مخدوم علیخاں نے ایک قلعہ میں پناہ لی۔ پھر مع دو سو جوانوں کے باہر نکل کر جماعت کثیر سے مقابلہ کیا۔ وہ سب جوان وہیں مارے گئے اور آخر کو میر صاحب بھی وہیں شہید ہوئے۔

کرنل پریس صاحب بہادر سے نواب حیدر علیخاں کی معرکہ آرائی

جنرل سر ایرکوٹ صاحب بہادر انگریزی فوجوں کو جا بجا اس حساب سے پھیلا گئے تھے کہ وہ نواب حیدر علیخاں سے مختلف مقاموں پر لڑتی بھڑتی رہتی تھیں۔ لیکن حیدر علی کو زیر نہ کر سکتی تھیں۔ آخر کار کونسل کلکتہ سے یہ رائے قرار پائی کہ ایک تجربہ کار اور جنگجو افسر یہاں مقرر کیا جائے۔ اس تجویز کے موافق کرنل پریس صاحب بہادر مامور ہو کر مع ایک زبردست فوج کے کلکتہ سے چینا پٹن میں پہنچے۔ اور چونکہ نظام حیدر آباد کو حیدر علی کی فتح آرکاٹ سے بیحد شک ہوا تھا اس لئے نظام نے اپنے ملازم موشیر فلیز فرانسیس کی معرفت کرنل پریس سے سفا

پیام سلام کے بعد اپنے اور انگریزوں کے درمیان ایک معاہدہ قرار دیا کہ دونو ملکر نواب حیدرعلیخاں کو زیر کریں اور اعتبار الدولہ کو پانچہزار روپیہ ماہوار مقرر کرکے دو ہزار سوار اُسکے ساتھ دئے اور کئی ہزار سوار اُس نے نوکر رکھے۔ اور کرنل صاحب کے پاس جا پہنچا۔ کرنل پریس نے مع توپخانہ اور اپنی فوج اور فوج نظام کے چیناپٹن سے کوچ کیا اور بارہ روز میں سواد آرکاٹ میں داخل ہوکر خیمہ زن ہوئے۔ اور نواب حیدرعلیخاں نے شہر آرکاٹ سے نکل کر چار میل پر اپنا کیمپ قایم کیا اور چار ہزار سواروں کو رسالہ خاص سے منتخب کرکے حکم دیا کہ لشکر انگریزی کے آس پاس بندوقوں کی باڑہ مارتے اور انگریزی فوج سے جو لوگ لکڑی گھانس وغیرہ لانے کو نکلیں اُن کو مارتے اور گرفتار کرتے رہیں جب دو تین روز اس طرح پر گزرے ایک شب کو کپتان دیس نے نواب کے لشکر پر شبخون مارا اور چار سَو آدمی مرگئے۔ صبح کو نواب نے چار ہزار سواروں کو انگریزی فوج پر تاخت کا حکم دیا۔ ان سواروں نے انگریزی فوج میں ہل چل ڈالدی۔ کرنل پریس نے پھر فوج پیادہ سے رات کو شبخون مارا اور بہت آدمی ضایع ہوئے۔ تب نواب شہر میں اُٹھ گئے اور جا بجا مورچے بندھوا پیادوں۔ تیراندازوں۔ بان برداروں گولندازوں کو حکم دیا کہ اپنی اپنی باری سے علے الاتصال فوج انگریزی کے ساتھ لڑائی جاری رکھیں اور گولے گولیاں اور تیر برساتے اور بان مارتے رہیں۔ اس طرز عمل نے کرنل فوج کو بڑی آفت میں

ڈالدیا۔ پھر رسد پہنچنے کے راستے سختی سے روکے گئے۔ گھاس لکڑی پہنچنا دشوار ہو گیا۔ سوا اس کے تالاب کا پانی کاٹ کر تالاب خشک کر دیا گیا۔ اور طرفین نے ان مشکلات میں ایک سال پورا کیا +

جنرل سر ایری کوٹ کا آنا اور صلح کا قرار پانا

جب اس جنگ کو ایک سال ہو گیا۔ اور کرنل پریس کی فوج کئی طرح کی تکلیفیں اٹھانے لگی تو کرنل موصوف نے گورنمنٹ مدراس کو لکھا اور گورنمنٹ مدراس نے پھر جنرل کوٹ کی طرف خیال رجوع کیا۔ اور اُس کو پورے اختیارات جنگ و صلح کے دیکر مع فوج شایستہ کرنل پریس کی مدد کو روانہ کیا۔ اور جنرل کوٹ کرنل پریس کے پاس پہنچ گیا۔ اور دونو فوجوں نے اکٹھا ہو کر نہایت تیز حملے کئے۔ اور کوئی دقیقہ نواب کی ہزیمت میں اُٹھا نہ رکھا۔ لیکن نواب کی فوج زیادہ اور ہر قسم کا لشکر جان بازی پر آمادہ تھا اور تمام سردار اپنے کاموں پر دن رات مستعد اور کمربستہ رہتے تھے اس لئے انگریزی فوجیں نواب کو مغلوب نکر سکیں اور نہ اُن کے رعب نے نواب کی فوج کے دل پر کچھ اثر ڈالا۔ تب جنرل کوٹ نے لاچار ہو کر چیناپٹن کی راہ لی۔ نواب نے شہر و قلعہ

آرکاٹ کی حفاظت اور انتظام کو اپنے خاص سردار مع لشکر جرار چھوڑ کر جنرل صاحب کی فوج کا تعاقب کیا۔ اور قتل و غارت کا لگا لگا دیا جنرل تیزروی سے چینا پٹن پہنچ کر داخل قلعہ ہو گیا۔ نواب نے سواد نگر چینا پٹن میں اپنی خیمہ گاہ قایم کی اور تاخت روزانہ کا مشغلہ جاری کر کے تسخیر قلعہ کی فکر میں ہوا۔ لیکن قلعہ مذکور نہایت مضبوط اور سر بلند اور ناممکن تسخیر پایا گیا۔ تب نواب نے شہر چینا پٹن کے فتح کرنے کا منصوبہ باندھا اور حصار شہر کی طرف مورچے بندھوائے۔ جنرل نے اس ارادہ کی خبر پاکر کئی جہازوں کو قلعے کے نیچے حصار کے سامنے ٹھہرا رہنے کا حکم دیا۔ جب نواب کے سوار و سپاہی حصار کی جانب بڑھنے کا ارادہ کرتے تو جہازوں کی گولہ باری سے لاچار ہوتے۔ اس حالت میں پندرہ روز بسر ہوئے۔ اور آخر کار دونو فوجوں کے سرداروں میں یہ چرچے ہونے لگے۔ کہ ایک سال سے یہ جنگ قایم ہے اور تین برس سے فوجیں ادھر اُدھر ماری پھرتی ہیں۔ اور بندگان خدا کی خونریزی اور رعایا کی بربادی کا کچھ حساب نہیں۔ اس لئے اب تو صلح ہو جانا ہی بہتر ہے۔ چنانچہ زبانِ خلق نقارۂ خدا۔ صلح کی تدبیریں ہونے لگیں۔ لیکن نواب نے اپنی طرف سے جنرل صاحب کو پیغام دینا قبول نہ کیا۔ اور جنرل صاحب بھی اس کو اپنی کسر شان جانتے تھے۔ لیکن نواب حیدر علیخاں کے خیرخواہ دیوان پُرنیا (وزیر مال) اور سداشیو برہمن ہوا خواہ دیوان مذکور اور سنواس راؤ معتمد جنرل

کوٹ صاحب کے ذریعہ سے یہ معاملہ یکسُو ہو کر جنرل صاحب نے اپنی طرف سے سنواس راؤ کا جانا منظور کر لیا۔ دوسرے روز سنواس راؤ مع ایک پلٹن سپاہ کے مصالحت دوستانہ کی غرض سے روانہ ہوا جب یہ خبر نواب کو پہنچی۔ نواب نے کشن راؤ پیشکار دیوانی اور یار علی بیگ داروغہ کو واسطے استقبال سنواس راؤ کے بھیجا اور ایک پُر تکلف خیمہ واسطے ٹھہرنے سنواس راؤ کے نصب کیا گیا۔ جب سنواس راؤ لشکر گاہ حیدری میں داخل ہو کر دیوان کے خیمہ پر پہنچا۔ تو دیوان نے اُس کا استقبال کر کے دوپہر تک اُس سے تخلیہ کیا۔ پھر نواب کے حضور میں لے گیا۔ نواب نے جنرل صاحب کی خیریت پوچھی اور اُسکے آنے کا سبب دریافت کیا۔ سنواس راؤ نے مناسب وقت شیریں بیانی سے عرض کیا کہ حضور بادشاہ ہیں اور جنرل صاحب بھی ایک بڑی فوج کے مالک ہیں۔ لیکن اس کشاکشی میں یہ ملک برباد ہو رہا ہے۔ اور بندگانِ خدا ضایع ہو رہے ہیں۔ اور تین سال سے فوجوں کو دم لینے کی مناسب مہلت نہیں ملی۔ اب دونو طرف سے خلقِ خدا پر رحم ہونا چاہیئے۔ اور حضور کو اپنی تلوار میان میں کر لینا خلقِ خدا کی عام دُعا کا باعث ہو سکتا ہے۔ اس لئے جنرل صاحب نے فدوی کو واسطے اظہار پیام دوستی کے روانہ کیا ہے۔ اور جنرل صاحب جنگ سے زیادہ صلح کو پسند کرتے ہیں۔ نواب کو یہ تقریر پسند آئی اور جواب دیا کہ خیر مضایقہ نہیں لیکن بارہ لاکھ ہُون واسطے اخراجات

لابدی لشکر کے ہم کو مطلوب ہیں وہ جنرل صاحب بھیج دیں تو ہم کو یہاں سے کُوچ کر جانے میں عذر نہ ہوگا۔ اور اگر زر نقد نہ ہوسکے تو بارامحال کے وہ تعلقے جو ہمارے ملک کے متصل ہوں اور خراج اُن کا اس روپے کے مساوی ہو جس پر صلح قرار پائے۔ ادائے زر مذکور تک رہن کے طور پر ہماری سرکار میں مکفول رہیں۔ یہ سُن کر سنواس راؤ نہایت ادب سے آداب بجا لا کر رخصت ہوا اور جنرل صاحب کے پاس پہنچ کر یہ روئداد بیان کی۔ جنرل صاحب خوش ہوگئے۔ اور عہد نامۂ صلح مع سند واگزاشت تعلقات لکھ کر سنواس راؤ کو دی اور فرمایا کہ نواب صاحب سے جا کر عرض کرو کہ تمام ملک کرناٹک تین سال سے آپ کے پاس ہے۔ اُس کا ایک دام سرکار کمپنی میں داخل نہیں ہوا۔ اور بہ سبب اخراجات اس مہم کے لاکھوں روپے کی زیر باری ہوگئی ہے۔ اس لئے سرانجام زر نقد ناممکن ہے۔ آپ زر نقد کے عوض میں تعلقات مذکورہ کو اپنے پاس رکھیں اور شہر آرکاٹ کو مع قلعہ جات ملک پائیں گھاٹ کے چھوڑ دیں (جس سے نواب محمد علیخاں کی ہٹ پوری کی جائے) چنانچہ سنواس راؤ وہ کاغذ مُہری و دستخطی لے کر نواب حیدر علیخاں کے حضور میں حاضر ہوا۔ اور جنرل صاحب کا سلام دوستانہ عرض کر کے وہ کاغذات پیش کر دئے۔ نواب نے اُس کی تقریر شکر اور وہ کاغذات منتسبان بارگاہ کو دکھا کر حضار مجلس کے سامنے خدا کا شکر ادا کیا کہ اُس نے نواب کی خاطر خواہ

بات رکھ لی اور صلح کی نیت پر فاتحہ پڑھ کر اپنی ہاتھ سے اپنی تلوار خدمتگار کو دی کہ غلاف کر کے سلح خانہ میں رکھی جائے اور اُسی وقت تمام لشکر میں اشتہار دیا گیا کہ اب درمیان قوم انگریز اور سرکار حیدری کے صلح ہو گئی ہے۔ اب کوئی شخص خلاف دوستی کوئی کام نہ کرے اور اپنی طرف سے بھی ایک عہد نامہ لکھوا کر اور مُہر خاص سے مزین کر اپنے معتمد کے ہاتھ روانہ کیا اور چند خلعت ہائے فاخرہ اور جواہرات نادرہ اور دو راس اسپ عربی بازین مرصع اور تحایف نفیسہ جنرل صاحب اور دوسرے سرداروں کے لئے روانہ کئے اور سنواس راؤ کو خلعت خاص جواہر گراں بہا اور ایک راس اسپ بازین مطلا اور ایک ہاتھی مع عماری نقرہ سے سرافراز کیا۔ پھر دوسرے روز راؤ مذکور نے جنرل صاحب کی طرف سے ایک مکتوب محبت اسلوب مع تحایف لایقہ قیمتی پچاس ہزار روپیہ حضور میں نواب حیدر علیخاں کے پیش کیا۔ زاں بعد طرفین سے راہ و رسم محبت جاری ہو گئی۔ اور نواب کے معتمدوں نے قلعہ آرکاٹ خالی کر کے جنرل کوٹ کو سپرد کر دیا۔ اسی طرح تعلقات پائیں گھاٹ سے اپنے تھانے اُٹھوا کر اُن کا انتظام سربراہ کاران انگریزی کے سپرد کر دیا گیا اور نواب آرکاٹ سے نواح بارہ محال کی طرف روانہ ہوا اور تعلقہ جات مندرجہ بالا میں دخل کر تربیت علیخاں کو واسطے انتظام تعلقات کے مامور فرمایا ؎

رسیدہ بُود بلائے ولے بخیر گزشت

نواب حیدر علی خاں کا فرانسیسوں کی اعانت کرنا اور آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی سے بگاڑ ہونا

اُدھر جنرل کوٹ اور نواب حیدر علیخاں کے فیمابین مصالحت کا عہدنامہ ہوا۔ اُدھر گورنمنٹ بنگال نے ملک پر تسلط پاکر فرانسیسوں کو نکال دینا چاہا۔ اور حسب ایماء ولایت فرانسیسوں کی سب کوٹھیاں جو ملک بنگال میں تھیں ایک ہی روز میں ضبط کراکر مکانوں کو ڈھا دیا۔ اور موشیر شانور گورنر فرانس کو قید کرلیا۔ اُسی طرح گورنرمدراس نے فرانسیسوں کی کوٹھی پہلچری کو مسمار کرکے اُسکی توپیں اور تمام سامان حرب ضبط کرلیا۔ یہ حال دیکھ کر گورنر پہلچری نے وہاں سے بھاگ کر کوڑیال بندر علاقہ نواب حیدر علیخاں میں پناہ لی۔ اور فرانسیسوں کے ساتھ انگریزوں کے برتاؤ اور تشدد ناروا کا حال نواب کو لکھا۔ نواب نے ازراہ شرافت اپنے اہلکاران کوڑیال بندر کو لکھا کہ فریخ گورنر کی پوری عزت کی جائے اور اُس کو ہر طرح کا

آرام دیا جائے۔ اور ایک خط گورنر مدراس کو لکھا کہ پھلچری میں فرانسیسوں کی کوٹھی آپ کے درود سے پہلے کی ہے۔ اور آپ دونو ایک ولایت کے رہنے والے اور ایک مذہب رکھنے والے ہیں۔ آپ کو اس طرح پر اُن کا ستانا آپ کے جبروت وعظمت کے شایاں نہیں + اور یہ ایک تفاق کی بات ہے کہ گورنر فرانسیس نے میرے ملک میں آکر پناہ لی ہے اور مجھ سے اور آپ سے صلح ہو گئی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ اس صلح میں خلل واقع ہو۔ اس لئے میں اُمید رکھتا ہوں۔ کہ آپ کوٹھی پھلچری مع اسباب گورنر فرانسیس کو واپس دیدیں اور اپنی برتری اور اپنی ہمسایہ قوم کی عزت اور میری سفارش کا لحاظ فرمائیں۔ گورنر مدراس نے اس کے جواب میں لکھا کہ انگریزوں اور فرانسیسوں کا معاملہ ولایت سے تعلق رکھتا ہے۔ ہم کو جو حکم ملا اُسکی تعمیل کی اور آیندہ جو حکم ملے گا اُس کی تعمیل کریں گے۔ آپ کو اس بات میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں۔ اور میں وہ کوٹھی واپس نہیں دے سکتا۔ اس جواب کے آنے پر حیدر علیخاں کو ایک شریفانہ جوش پیدا ہوا۔ اور وہ دفعتاً فرانسیسوں کی اس ہزیمت اور قوم انگریزی کے اس برتاؤ سے سخت متاثر ہوا۔ اور اس نے فی الفور سرداران فوج کے نام جو کوریاں بندر پر متعین تھے پروانے لکھوائے کہ تم سب ملکر گورنر فرانسیس کے ساتھ پھلچری پر تاخت کرو۔ اور اپنے معزز مہمان کی عزت کا ساتھ دو۔ ہم ملک مدراس پر بڑھتے

نواب حیدر علیخاں کا فرانسیسوں کی اعانت کرنا اور آنربیل ایسٹ انڈیا کمپنی سے بگاڑ ہونا

اُدھر جنرل کوٹ اور نواب حیدر علیخاں کے فیمابین مصالحت کا عہدنامہ ہوا۔ اُدھر گورنمنٹ بنگال نے ملک پر تسلط پاکر فرانسیسوں کو نکال دینا چاہا۔ اور حسب ایماء ولایت فرانسیسوں کی سب کوٹھیاں جو ملک بنگال میں تھیں ایک ہی روز میں ضبط کرا کر مکانوں کو ڈھا دیا۔ اور موشیر شانو۔ گورنر فرانس کو قید کر لیا۔ اُسی طرح گورنر مدراس نے فرانسیسوں کی کوٹھی پھلچری کو مسمار کرکے اُسکی توپیں اور تمام سامان حرب ضبط کر لیا۔ یہ حال دیکھ کر گورنر پھلچری نے وہاں سے بھاگ کر کوڑیال بندر علاقہ نواب حیدر علیخاں میں پناہ لی۔ اور فرانسیسوں کے ساتھ انگریزوں کے برتاؤ اور تشدد ناروا کا حال نواب کو لکھا۔ نواب نے ازراہ شرافت اپنے اہلکاران کوڑیال بندر کو لکھا کہ فرنچ گورنر کی پوری عزت کی جائے اور اُس وہ سب طرح کا

آرام دیا جائے۔ اور ایک خط گورنر مدراس کو لکھا کہ پھلچری میں فرانسیسیوں کی کوٹھی آپ کے ورود سے پہلے کی ہے۔ اور آپ دونو ایک ولایت کے رہنے والے اور ایک مذہب رکھنے والے ہیں۔ آپ کو اس طور پر اُن کا ستانا آپ کے جبروت وعظمت کے شایاں نہیں + اور یہ ایک اتفاق کی بات ہے کہ گورنر فرانسیس نے میرے ملک میں آکر پناہ لی ہے اور مجھ سے اور آپ سے صلح ہو گئی ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ اس صلح میں خلل واقع ہو۔ اس لئے میں اُمید رکھتا ہوں۔ کہ آپ کوٹھی پھلچری مع اسباب گورنر فرانسیس کو واپس دیدیں اور اپنی برتری اور اپنی ہمسایہ قوم کی عزت اور میری سفارش کا لحاظ فرمائیں۔ گورنر مدراس نے اس کے جواب میں لکھا کہ انگریزوں اور فرانسیسوں کا معاملہ ولایت سے تعلق رکھتا ہے۔ ہم کو جو حکم ملا اُسکی تعمیل کی اور آیندہ جو حکم ملے گا اُس کی تعمیل کریں گے۔ آپ کو اس بات میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں۔ اور میں وہ کوٹھی واپس نہیں دے سکتا۔ اس جواب کے آنے پر حیدر علیخاں کو ایک شریفانہ جوش پیدا ہوا۔ اور وہ دفعتاً فرانسیسوں کی اس ہزیمت اور قوم انگریزی کے اس برتاؤ سے سخت متاثر ہوا۔ اور اس نے فی الفور سرداران فوج کے نام جو گورنریاں بندر پر متعین تھے پروانے لکھوائے کہ تم سب ملکر گورنر فرانسیس کے ساتھ پھلچری پر تاخت کرو۔ اور اپنے معزز مہمان کی عزت کا ساتھ دو۔ ہم ملک مدراس پر بڑھتے

ہیں۔ چنانچہ غرہ ذیقعدہ ۱۱۹۶ھ ہجری کو نواب نے مع لشکر جرار و توپ خانہ آتشبار کے بعزم مدراس کوچ فرمایا۔ اور گورنر مدراس نے نوجکشی نواب کی سنکر کرشن گری کی طرف کے سب راستوں پر نہایت سخت سدآہنی قایم کردی۔ اس لئے نواب کوچی کی طرف پھرا جب متصل بالاگھاٹ چری کے پہنچا۔ فوج کوڑیال بندر کی بھی مع گورنر پھیچری کے وہاں آپہنچی۔ اور دوسرے روز نواب نے چھ ہزار سوار کو حکم دیا کہ اس جوار کے جو راجہ اور زمیندار سرکار انگریزی سے واسطہ رکھتے ہیں اُن کو لوٹ ڈالیں اور گورنر فرانسیس اور موشیہ لالی فرانسیس کو جو مع دو ہزار گورہ اور چھ ہزار سپاہ کے مدت سے سرکار حیدری کا نوکر تھا حکم ہوا کہ جسقدر جہاز بہم پہنچیں کرایہ کرکے اور سلاح جنگ واذوقہ سے بھر کر پہلچری پر پہنچیں۔ چنانچہ اُنھوں نے سات جہاز کلاں اور چھ جہاز خورد کرایہ کر اور اسباب جنگ واذوقہ سے بھر قلعہ پھیچری کے سامنے لنگر ڈال دیا اور قلعہ پر گولہ باری کرنے لگے اور خشکی کے راستہ سے نواب بطور ایلغار وہاں جا پہنچا۔ اور چاروں طرف مورچے اور دمدمے بندھوا کر گولوں کا مینہ برسانا شروع کیا۔ جب قلعہ والوں نے جان بچتی نہ دیکھی تو برج قلعہ پر فرانسیسی نشان قایم کردیا جو صلح کی نمایاں علامت تھی۔ اس نشان کو دیکھ کر گولہ باری موقوف کی گئی۔ اور گورنر فرانسیس کو مع چند ہمراہیوں کے ایک کشتی پر

بٹھا کر قلعہ کو روانہ کیا۔ صاحبان انگریز بہادر دروازہ تک استقبال کو تشریف لائے اور گورنر فرانسیس کو بڑے احترام سے قلعہ میں لے گئے اور تمام مال و اسباب مطابق تعلیقہ کے کارپردازان فرانسیس کو سپرد کر دیا۔ دوسرے روز صاحبان انگریز بہادر مع فوج انگریزی قلعہ سے نکلکر مدراس کو روانہ ہو گئے۔ اور نواب حیدر علیخاں نے اس مہم کو نہایت کامیابی سے پورا کرکے اپنے مستقر حکومت کو معاودت فرمائی +

اور ٹیپو سلطان کو واسطے تنبیہ راجہ کورگ کے متعین فرمایا +

شمائل جسمانی و عادات زندگانی

نواب حیدر علیخاں بہادر

نواب کی عمر چھپن برس کی تھی۔ قد تناور چھ فٹ انگریزی۔ قوی۔ چست چالاک۔ جفاکش۔ محنتی آدمی تھا۔ پیدل چلتا تو کوسوں چلا جاتا۔ ضرورت کے وقت رات دن گھوڑے پر سوار رہتا۔ اس پر بھی ماندگی کے آثار ظاہر نہ ہوتے۔ بشرہ گندم گوں۔ چہرہ درشت۔ داڑھی۔ مونچھ اور ابروؤں کا صفایا رکھتا۔ پوشاک ہندوستانی سفید ململ یا تنزیب کی پہنتا۔ اور اسی کی پگڑی سر پر ہوتی۔ قبا دامن فراخ

آستین تنگ وچُست۔ لیکن سپاہیانہ پوشاک اُس کی قسم خاص کی تھی جو اُس نے اپنے اور اپنی سپاہ کے لئے ایجاد کی تھی +

سفید اطلس کی قبا جس میں سُنہری گُل ٹنکے ہوتے۔ ویسے ہی اطلس کا پاجامہ۔ مخمل زرد کے موزے۔ سفید ابریشمی کمربند۔ سُرخ شفقی رنگ کی دستار۔ جب پیادہ چلتا۔ اکثر بید کی چھڑی ہاتھ میں ہوتی جس کی مُوٹھ پر جواہر جڑے ہوتے۔ اور جب گھوڑے پر سوار ہوتا تو ایک شمشیر پرتلے میں پڑی ہوتی اور پرتلے کے پرزوں پر الماس جگمگاتے ہوتے۔ ہر باب میں سہولت اور آسانی سے کام کرتا۔ اور ہر شخص کی بات سُنتا اور جواب دیتا۔ ایک وقت میں کئی کئی کام کرتا۔ یعنی دل ہی دل میں مقامات ملکداری میں غور کرتا مقدمات میں حکم دیتا۔ حاضرین مجلس سے سوال کرتا۔ اور بعض کو جواب دیتا جاتا۔ ایک منشی سے کاغذ سنتا۔ دوسرے منشی کو حکم بتاتا سامنے کوئی تماشا ہوتا تو اُس کو دیکھتا جاتا۔ اجنبی لوگوں سے ملاقات کرتا۔ صدہا چوبدار حاضر رہتے جو ہر قسم کے امیدواروں کی اطلاع کرتے۔ وہ اُن کو بُلاتا۔ اُن کی عرض معروض پر التفات اور اُن سے ہر طرح کے حالات دریافت کرتا۔ لیکن فقیروں کو اپنے سامنے نہ آنے دیتا۔ اُن کے لئے اُس نے علیحدہ ایک میر صدقات مقرر کر رکھا تھا۔ اُس کے پاس بھیج دیتا۔ وہ بقدر مناسب حاجت روائی کرتا قبل طلوع آفتاب بیدار ہوتا۔ تب نقیب اور سپہ سالار جو گزشتہ رات

اور دن کی چوکی پر مامور رہے۔ اور وہ لوگ جو اُن کی بدلی پر آج کے دن اور رات کے لئے آئے ہیں سامنے آکر آداب بجا لاتے۔ اور گزشتہ دن رات کے اخبار ضروری عرض کرتے۔ اور آج کے لئے نئے احکام حاصل کرتے۔ اور سپہ سالار فوج اور کارگزاران دیوانی کو پہنچاتے۔ ذمہ دار افسروں کو اجازت تھی کہ وہ ضرورت کے وقت بام خانہ میں حاضر ہوکر خود عرض حال کیا کریں۔ آٹھ بجے دیوان خانہ میں داخل ہوتا۔ جہاں سب منشی اور کارپرداز ہر صیغہ اور ہر کارخانہ کے کاغذات اور خطوط لئے ہوئے موجود ہوتے۔ اُن سب کو احکام بتاتا اور ضروری جواب لکھواتا۔ یہیں امراء و اعزہ حاضر ہوتے۔ ازاں بعد ناشتہ کرکے آئینہ محل میں بیٹھتا۔ یہاں سائیس اور فیلبان گھوڑے اور ہاتھی سامنے سے نکالتے۔ اُن کے متعلق جو ہدایت منظور ہوتی صادر کرتا۔ پھر شکاری چیتے سبز باناتی کی پوشش میں زری کی ٹوپیاں لگائے سامنے سے نکلے جاتے۔ یہ ٹوپیاں اس حکمت سے بنائی گئی تھی جو چیتے کی ذرا سی حرکت میں نیچے گر کر اسکی آنکھوں پر اندھیری ڈالدیتی تھیں۔ نواب بہادر اپنے ہاتھ سے بعض خوب صورت چیتوں کو لقمہ دیتا اور اُن کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتا وہ اُس کو اپنا مالک جانکر دم ہلاتے اور خوش فعلیاں کرتے۔ یہاں سے دس بجے کا کھانا کھاکر ساڑھے دس بجے دیوانخانہ یا بارگاہ دربار عام میں تشریف لے جاتے۔ یہاں ایک چھوٹا شامیانہ زردوزی کا تنا ہوتا۔ اور اس کی چوبیں طلائی مرصع کار ہوتیں۔ اس

شامیانہ کے نیچے کرسی طلائی پر جلوس فرماتے۔ سب ارکان و اعیان دولت بپایہ حاضر رہوتے۔ جو لوگ دادخواہ ہوتے اُن کی عرضیاں نقیبوں کے ذریعہ سے پیش ہوتیں یا وہ خود طلب کئے جاتے۔ وہیں انکی عرضیوں پر احکام لکھے جاتے یا کوئی حکم زبانی صادر ہوتا۔ سواری میں عرضی دینے کا دستور نہ تھا۔ سوائے اس کے کہ کوئی خاص معاملہ فوری اطلاع و تدارک کے قابل ہو جو شاذو نادر ہوتا تھا +

۱۸۶۷ء میں ایک روز نواب کو نبا تور میں شام کی ہواخوری کو نکلے۔ ایک بڑھیا نے فریاد کی کہ میں بیوہ ہوں۔ میرے ایک لڑکی تھی اُس کو نقیبوں کے سرگروہ آغا محمد نے مجھ سے چھین لیا ہے۔ یہ عرضی عرض بیگیوں کے سردار حیدر شاہ کے ہاتھ میں دی گئی۔ حیدر شاہ نے اس قسم کی باتیں بنائیں کہ یہ عورت اور اس کی لڑکی پردہ نشین خاتونوں کی طرح نہیں بلکہ خانگیوں کی طرح رہتی تھیں۔ اس لئے آغا محمد نے اُس کو گھر میں ڈال لیا ہے۔ نواب نے اس واقعہ کا حال دریافت کرکے حکم دیا کہ حیدر شاہ کے دو سَو کوڑے لگائے جائیں جو رعایا کی فریاد کو دوسرے پیرایہ میں ظاہر کرتا ہے۔ اور جلاد کو حکم دیا کہ اس ظلم پر کہ آغا محمد اُس کو بزور چھین کرلے گیا اور اپنے گھر میں قید کر رکھا آغا محمد کا سر قلم کیا جاوے۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی اور وہ لڑکی بڑھیا کو دلائی گئی +

دربار حیدری میں چالیس پچاس منشی دست چپ کی طرف

دیوانخانے میں حاضر رہتے۔ اور جو ایلچی یا قاصد دوسرے ملکوں سے آتے وہ یہاں بُلائے جاتے۔ وہ اپنے تحائف اور خطوط سر مُہر پیش کرتے۔ یہ خطوط نواب کے سامنے کھولے جاتے۔ اور نواب ہر ایک کو سُنکر اُس کا جواب لکھواتا۔ پھر وہ مکتوب دفتر وزارت میں بھیجے جاتے۔ یہیں نواب کی طرف پروانے اور فرمان تحریر ہوتے۔ ان میں جو کاغذ دفتر وزارت سے جاری ہوتے اُن پر دیوان عام کی بڑی مہر ثبت ہوتی۔ اور جو فرمان اور پروانہ دستخط خاص سے مزین ہوتا اُسپر ایک چھوٹی مُہر بادشاہی ثبت کی جاتی۔ یہ مہر شاہی میر منشی کے پاس رہتی تھی۔ اور جب کوئی خاص حکم جیسے کسی مہم کی نسبت صادر ہوتا تو اس پر نواب کی دستی مُہر لگائی جاتی تھی جو زیب انگشت کوچک ہوتی تھی۔ قاصدوں کو معزز خرایطؔ ضابطہ کی پوری پابندی سے دئے جاتے تھے۔ یہیں گھوڑے اور ہاتھی بکاؤ اور نئی توپیں جو اعلےٰ کاریگر نذر دینے کو لاتے جلوخانے میں حاضر رہتے۔ اور نواب صاحب بنفس نفیس اُن کو ملاحظہ فرماتے۔ اس موقع پر جلیل القدر امیر اور سفیر و سپہ سالار بہت کم حاضر ہوتے۔ راجگان ماتحت اور امرا کے وکیل دربار میں حاضر رہتے اور مقاصد ضروری عرض کرتے۔ جب کوئی سفیر یا ذی عزت شخص پیش ہوتا تو نقیبوں کا افسر آواز بلند سے پکارتا

ؔ خرایط کمخواب یا زربفت کی تھیلیوں سے مراد ہے جس میں بادشاہوں یا والیان ملک کے خاص خطوط لفافوں میں بند ہوکر رکھے جاتے اور سر بمہر کئے جاتے ہیں ۔

جہاں پناہ سلامت - فلاں خاں یا بیگ وظیفۂ خدمت بجا
لاتا ہے۔

روزمرّہ کے حاضر رہنے والے لوگ اس قاعدہ سے مستثنےٰ تھے۔
وہ بطور خود حاضر ہوتے رہتے تھے +

نواب بعض کو خصوصیت سے بیٹھنے کا اشارہ کرتا - اور اُس ست اُس کے خصوصیات وطن دریافت کرتا - اگر کوئی تاجر ہوتا تو اُسکے مال دیکھنے کے لئے کوئی خاص روز مقرر کرتا اور اُس کو پان دیکر رخصت کیا جاتا - یہ دربار شام کے تین بجے تک قایم رہتا - پھر نواب صاحب حجرۂ خاص میں واسطے استراحت کے تشریف لے جاتے اور قریب ساڑھے پانچ بجے کے ایوان بار عام میں تشریف لاتے - وہاں بیٹھ کر قواعد سپاہیوں اور صف بندی سواروں کی ملاحظہ فرماتے - اور اصلاح مناسب کے احکام صادر کرتے - بعض اقرباء و مصاحبین بھی حاضر ہوتے - یہاں بھی منشی لوگ اپنے اپنے کام لئے ہوئے حاضر رہتے جو وہیں طے ہوتے جاتے - قریب شام گھوڑے پر ہوا خوری کو تشریف لے جاتے - وہاں سے واپس آکر ایک نہایت مکلّف مکان میں رونق افروز ہوتے جو طرح طرح کے جھاڑ فانوس اور انواع و اقسام شیشۂ آلات سے جگمگاتا اور عود عنبر اور اقسام عطریات کی خوشبو سے مہکتا ہوتا - یہاں کی خوشبوؤں سے دور دور تک کی ہوا معطر اور معنبر ہو جاتی تھی - یہاں خوش گلو قوال اور شیریں حرکات بھانڈ

اور نہایت حسین اور تعلیم یافتہ طوائفیں حاضر ہوتی تھیں۔ جو تفریح طبع کا سامان تھا۔ اکثر امراء اور مصاحب اور امیرزادے قاعدہ و ادب سے تفریح میں شریک رہتے۔ گیارہ بجے تک یہ صحبت رہتی۔ امیر زادوں میں سے چار امیرزادے کمر بستہ مع شمشیر بہ شب کو وہیں حاضر رہتے۔ شرکاء مجلس میں سے جو شخص کچھ کھانا چاہتا۔ وہ نعمتخانہ میں جاکر کھا لیتا۔ گیارہ بجے کے بعد نواب صاحب خلوت خاص میں تشریف لے جاتے اور حسب معمول آفتاب نکلنے سے پہلے پھر برآمد ہو جاتے +

جب کسی بڑی مہم کی فتح پر کوئی جشن و دربار ہوتا تو شاعر قصیدے پڑھتے۔ جن میں نواب کی شجاعت اور سخاوت اور ہر قسم کی تعریف ہوتی۔ حاضرین دربار ہمہ تن گوش ہو کر سنتے۔ اور نواب صاحب صلۂ معقول عنایت فرماتے۔ اور جب سفر میں ہوتے تو اکثر ہفتے میں دو بار گینڈے۔ ہرن۔ شیر۔ تیندوے۔ چیتے کا شکار کھیلتے۔ بعض اوقات شیر کو نیزہ یا تلوار سے مار لیتے +

نواب حیدر علیخاں کی سواری کا شاہانہ تزک و احتشام

جب نواب حیدر علیخاں مملکت کنڑہ اور ملیبار کو فتح کر کے سرنگ پٹن کو واپس ہوئے اور کوئمبا تور سے کوچ فرمایا۔ اُس روز کا جلوس

قابل یادگار ہے۔ یہ جلوس پچاس ہزار سوار جرار اور اسی ہزار پیادہ اور چار ہزار بندوقچی سینگرہ دار پر مشتمل تھا۔ علاوہ اس کے توپخانہ انگریزی اور ہندوستانی اور باندار اور علم بردار وغیرہ کی تعداد علیحدہ تھی۔ جلوس کی ترکیب یوں قایم ہوتی :-

(۱) سب سے آگے سواران فرنگستان کا خوبصورت رسالہ ہوتا۔ جن کی خوشنما وردیاں اور اونچی دیکھی تابناک ٹوپیاں عجیب بہار دکھاتیں اور اُن نے زرق برق اسلحہ اور تنومند گھوڑوں سے عجیب جاہ و احتشام ظاہر ہوتا +

(۲) اُن کے پیچھے تین سو شتر سوار نامہ بر سازو سامان سے آراستہ دوکوہان والے اونٹوں پر چمکدار بجا لئے نظر آتے +

(۳) اُن کے بعد دو ہاتھی نہایت سربلند ہوتے۔ نشان بردار ہوتے یہ نشان نیلے رنگ کے ریشمی اور زرکار پھریروں سے آراستہ ہوتے۔ اور ایک نشان پر آفتاب کی صورت اور دوسرے پر چاند اور ستاروں کی صورت زریں کام سے بنی ہوئی ہوتی +

(۴) اِن کے بعد ایک سب سے اونچی ہاتھی پر ایک جوڑی نقارہ کی رکھی ہوتی۔ اور نقارہ نواز بجاتے چلتے۔ ان نقاروں کی آواز چھ میل انگریزی تک جاتی تھی +

(۵) پھر قرنا بجانے والے سواروں کا ایک غول ہوتا تھا۔ اس قرنا کے ذریعہ سے جوشیلے راگ فوج کو سُنائے جاتے تھے۔ اور

سپہ سالاروں کے احکام بھی انہیں کے ذریعہ سے تعلیم یافتہ
فوج کو پہنچائے جاتے تھے +

(۶) ان کے بعد چار ہاتھی اور ہوتے۔ ان پر چوبیس ارباب نشاط
بیٹھتے اور موسیقی کے ساز بجاتے چلتے +

(۷) زاں بعد پانچ ہاتھی اور ہوتے جن پر طلائی مرصع کار عماریاں
رکھی ہوتیں۔ یہ ہاتھی اس لئے ساتھ ہوتے کہ لڑائی کے وقت
نواب مع سرداروں کے سوار ہو۔ لیکن نواب نے سوائے
گھوڑے کے کبھی ان ہاتھیوں پر بیٹھنا پسند نہیں کیا +

(۸) ان کے بعد چار ہاتھی اور ہوتے اُن پر زریں ہشت پہلو ہودے
کسے ہوتے۔ ان ہودوں پر چھ چھ جوان زرہ خود چار آینہ
جوش بکتر پہنے ہوئے سوار ہوتے۔ اور بھری ہوئی قرابینیں
اُن کے ہاتھوں میں ہوتیں۔ جو ادنےٰ اشارہ سے گراب مارنے
پر تیار ہوتے +

(۹) زاں بعد دو رسالے حبشیوں کے آتے۔ ان کے ہتیار نہایت
چمکدار ہوتے۔ جن کی چمچاہٹ سے آنکھیں خیرہ ہوتیں۔ ان
کے خودوں کے اوپر سُرخ و سیاہ پر نہایت لطف دیتے۔ ان
کے ہاتھوں پر چمکدار نیزے رہتے۔ اور گھوڑوں کے ابریشمین
زینوں میں خوب صورت آویزے عجیب بہار دکھاتے +

(۱۰) ان کے پیچھے کالوں کا ایک عجیب قشون ہوتا۔ یہ ایک چادر

اوڑھے اور گھٹنوں کے اوپر تک جانگئے پہنے اور کمر میں بجتا ہوا گھنٹہ باندھے سر پر شتر مرغ کے پر لگائے مستانہ چال چلتے ہوتے ہاتھوں میں لمبے نیزے ہوتے +

(۱۱) ان کے بعد ایک لمبی قطار جھنڈی برداروں کی ہوتی۔ ان کی جھنڈیوں میں سُرخ اطلس کے پھریرے ہوتے۔ اور جھنڈیوں کے اوپر فولاد کی تیز پھال لگی ہوتی +

(۱۲) زاں بعد دولت حیدری کے شاہزادے اور سپہدار اور دوسرے افسر اور جاں نثار ہوتے جو سر سے پاؤں تک غرق فولاد نظر آتے۔ عربی گھوڑوں پر سوار شمشیر زریں نیام کمر سے لگی۔ لباس نہایت خوشرنگ و زرکار۔ خودوں پر جڑاؤ کلغیاں لگی ہوئی بعض شوقین زرہ میناکار پہنے رواں ہوتے۔ گھوڑے کے سرو پر جڑاؤ کلغیاں اور موتیوں کی جھالر لٹکے ہوئے زین عجب بہار دیتے۔ اس جماعت خاص میں کم وبیش چھ سو آدمی ہوتے +

(۱۳) اس جماعت کے بعد اسی سوار شکاری آتے جو اسباب میں یکتا ہوتے۔ ان کے گھوڑے بھی نہایت اعلےٰ درجہ کے عربی اور خوبصورت سامان سے آراستہ ہوتے +

(۱۴) زاں بعد بارہ گھوڑے سواری خاصہ کے چھل بل دکھاتے کوتل چلتے۔ یہ گھوڑے بہت ہی قیمتی اور شایستہ ہوتے۔ اور ان کے زریں اور مرصع زین و لگام بھی لاکھوں روپے کی قیمت کے ہوتے +

(۱۵) ان گھوڑوں کے پیچھے ایک فوج پیادوں کی ہوتی جو سنہری
موٹھ کا ایک لمبا سیاہ رنگ عصا لئے ہوتی +

(۱۶) زاں بعد بارہ نقیب ترکی گھوڑوں پر سوار سونے کی عصاے
مرصع ہاتھوں میں لئے ہوتے +

(۱۷) ان کے بعد سب منصبدار خانگی جیسے خانساماں سرگروہ نقیباں
اور سلحدار حیدری وغیرہ کے ہوتے۔ ان کے گلوں میں طوق
زریں اُن کی شناخت کا پڑا رہتا +

(۱۸) زاں بعد میر صدقات کا ہاتھی ہوتا جو پیرزادہ سید مشہور تھا

(۱۹) انتے سلسلۂ مواکب کے بعد نواب حیدرعلیخاں بہادر کا سفید
ہاتھی جھوم جھوم کر خراماں ہوتا۔ اس خوش نصیب ہاتھی کے
اگلے پاؤں میں چاندی کے حلقے اور گلے میں سونے کی زنجیریں
پڑی رہتی تھیں۔ سب ہاتھیوں سے زیادہ بلند اور تنومند
تھا۔ اُس کی عماری جس میں نواب بیٹھتے سوائے چار کلس
طلائی کے اور کوئی زینت خاص نہ رکھتی تھی۔ اور دو تیر
سونے کی زنجیروں سے بندھے عماری کے دونو طرف لٹکتے رہتے
تھے۔ یہ دونو تیر راجہ زمورین حاکم ملیبار کی عماری میں
رہتے تھے + جب نواب نے اُس پر فتح پائی تو وہ تیر نواب
کی عماری میں لٹکائے جانے لگے۔ اس ہاتھی کی مستک پر
ایک زریں سپر لگی رہتی تھی۔ اور خواصی میں دو چنور بردار

بیٹھے مورچھل جھلتے رہتے تھے۔ اس مورچھل سے نہایت عمدہ خوشبو نکلتی اور دور دور تک کی ہوا کو خوشبودار کر دیتی تھی +

(۲۰) نواب کے ہاتھی کے بعد دو سَو ہاتھیوں کی قطار ہوتی تھی جو دو دو ہاتھی برابر رکھ کر قایم کی جاتی تھی۔ ان پر طرح طرح کے نقرہ اور طلائی اور مرصع ہودے اور عماریاں کسی ہوتی تھیں۔ ہر ہودہ پر ایک سردار بیٹھتا اور اُس کی خواصی میں اُس کا خدمتگار ہوتا۔ ہاتھیوں کی پوشش اور جھولیں زربفت و زرکار کی مغرق ہوتی تھیں۔ اور جن ہودوں یا عماریوں میں شاہزادے یا اکابر دولت سوار ہوتے وہ جواہر بیش قیمت سے مرصع ہوتیں۔ جھولوں میں سچے موتیوں کی جھالریں نظر آتیں +

(۲۱) اس قطار کے بعد پانچ سربلند ہاتھی اور ہوتے۔ ان میں ایک ہاتھی پر طلائی مسجد رکھی ہوتی۔ دوسرے ہاتھی پر تین مچھلیاں جن کے فلوس جواہر سے بنائے گئے تھے۔ اور بعض جگہ میناکاری کی ہوئی تھی کھڑی ہوئی معلوم ہوتیں۔ تیسرے ہاتھی پر ایک بہت بڑی اور موٹی بتی کافور کی شمعدان زرین میں لگی ہوتی چوتھے ہاتھی پر دو دیگچیاں سونے کی دو سنہری چوبوں پر رکھی ہوتیں۔ پانچویں ہاتھی پر ہاتھی دانت کی بنی ہوئی ایک چوکی رکھی ہوتی +

(۲۲) زاں بعد دو رسالے حبشیوں کے اُسی ساز و سامان سے پھر

نکلتے جیسے پہلے نکل چکے +

(۲۳) ان کے بعد حبشیوں کی پلٹن آتی۔ ان کا لباس قرمزی رنگ کا ہوتا۔ گلے میں چاندی کے طوق پڑے ہوتے۔ ہاتھوں میں بھالے لئے ہوئے نیزے لئے ہوئے ہوتے +

(۲۴) پھر اور ایک چالاک و جانباز سپاہیوں کا غول ہوتا۔ جو دو دو ملکر چلتے۔ ان کا لباس ریشمی ہوتا۔ اور اُن کے ہاتھوں میں ایک ایک نیزہ چودہ چودہ ہاتھ کا لانبا سیاہ وارنش سے چمکتا ہوا نظر آتا۔ قصہ مختصر نواب حیدر علیخاں کا یہ جلوس جہاں سے گزرتا۔ دشت و صحرا کو لالہ زار بناتا۔ اور تماشائیوں کو باجاہ و جلال بہار دکھاتا جاتا۔ جس کا ذکر مہینوں ہوتا رہتا۔ اور درمیان میں جو راجے اور نواب پڑتے وہ بڑے شوق سے اُس کے استقبال اور اُس کے فوجی احتشام کو دیکھنے آتے۔ قصہ مختصر جب نواب کا یہ جلوس سرینگ پٹن کے قریب پہنچا۔ تو میر مخدوم علی خاں نے بہت بڑی دھوم دھام سے مع اُمراؤ سرداران دارالامارۃ شہر سے چند میل باہر استقبال کیا۔ اور تمام اُمراء اور سردار اور سب اہل فوج شاداں شاداں اپنے گھروں میں داخل ہوئے ؛

میرزا علیخاں خسر پورہ نواب حیدر علیخاں کا مادھوراؤ پیشوا سے ملجانا اور مادھوراؤ کا باتفاق نظام حیدرآباد و صاحبان انگریز کے سرینگ پٹن پر چڑھنا۔ مع معرکہ آرائی نواب ممدوح

نواب حیدر علی خاں نے اپنے نوجوان بھتیجے میرزا علی خاں کو صوبہ دار سرا مقرر کر دیا تھا۔ اور بمقتضاے حزم و احتیاط ایک مدبّر برہمن کو اُس کا نایب مقرر کیا تھا۔ میرزا علیخاں صوبہ داری پر پہنچ کر عیش و نشاط میں پڑ گیا۔ اور جوانی کی اُمنگ اور حکومت کی ترنگ میں لاکھوں روپے خرچ کرنے لگا سے کہ قرضداری پر نوبت پہنچی۔ اور برہمن مذکور اُس کو اَور بھی حوصلہ دلاتا۔ اور اُسکی

فیاضی کی تعریف کرتا۔ آخر میں جب نواب نے حساب پوچھا تو میرزا علیخاں کو فکر ہوئی۔ تب برہمن مذکور نے اُس کو خوف دلایا کہ اب نواب آپکو اور مجھ کو دونو کو خراب کریگا۔ اس لئے سوا اس کے کوئی تدبیر نہیں کہ آپ پیشواے پُونا کو اپنا سرپرست بنالیں۔ اور یہ صوبہ جو نواب نے مرہٹوں سے چھینا ہے تھوڑے خراج پر انہیں پھیر دینے کی تدبیر کریں تو البتہ آپ کی حکومت بطور خود قایم رہ سکتی ہے۔ میرزا علیخاں اُس کے کہنے میں آگیا اور اُس کو اپنا سفیر بناکر دربار پُونا میں روانہ کیا۔ جب برہمن مذکور دربار پونا میں پہنچا اور میرزا علیخاں کی تحریر پیش کی تو سفیر انگریزی بھی واں موجود تھا۔ اُس نے بھی پیشوا کو اس موقع سے فایدہ اُٹھانے کی ترغیب دی۔ اور نظام حیدرآباد کو بھی لکھا۔ اور انگریزوں کی طرف سے بھی شرکت کا وعدہ کیا۔ اور وہاں اس کے موافق تیاری ہونے لگی ✦

ادھر نواب کو اُس نمک حرام اور فتنہ پرداز برہمن کی چالاکی اور پونا میں اس مشورۂ متفقہ کا حال معلوم ہوا تو وہ اپنا گھر اپنے گھر کے چراغ سے جلتا دیکھ کر سخت مغموم و متردد ہوا۔ تاہم اُس نے اپنی دلیری اور استقلال اور اپنی راے صایب کو رہنما بناکر یہ تدبیر کی کہ اپنی سب فوج کو چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم کرکے دارالملک کے چاروں طرف متعین کردیا۔ اور سپہداروں کو حکم دیا کہ شہر و قصبات اور دیہات اور قلعہ جات کے رہنے والوں کو بنعد

اور از راہ حکمت عملی اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ اپنے مکانوں کو چھوڑ کر سرینگ پٹن میں آ رہیں اور سوائے بڑے بڑے درختوں کے گھانس تنک کو جلا کر خاکستر کر دیں۔ کیونکہ اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو مرہٹوں کی فوج سے تکلیف اُٹھائیں گے۔ اور پھر بھاگنے کا موقع بھی نہ پائیں گے۔ اور لشکر کے تمام اہل حرفہ اور بھیر بنگاہ کو حکم دیدیا کہ چاروں طرف جا کر لوٹ لیں۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں سرنگپٹن کے آس پاس تیس تیس میل تک تباہ و برباد ہو گیا۔ اور ہر قسم کا غلہ اور سامان سرینگ پٹن میں آ کر بھر گیا۔ جو رعایا اپنا اسباب و غلہ سرینگ پٹن میں لاتی وہ سب سرکار حیدری میں معقول نرخ و قیمت پر خرید کر لیا جاتا۔ اس سے غلہ ذخیرہ کے انبار لگ گئے۔ اور جو لوگ یہاں اُٹھ آئے تھے اُن کے ساتھ نہایت نرمی اور دلجوئی کا برتاؤ کیا گیا۔ جس سے ہر شخص نواب کی مصلحت کا شریک بن گیا۔ اور نواب کی بہتری میں اپنی بہتری سمجھنے لگا۔ جب اس انتظام سے فرصت ہوئی۔ تو سب فوجوں کو جمع کر کے ایک عظیم الشان لشکر گاہ قایم کی جس سے تمام شہر اور قلعہ گھر گیا۔ اور نہر کاویری پر پورا پورا قبضہ رکھا گیا۔ بڑی بڑی توپیں حصار قلعہ پر لگائی گئیں۔ اور چونکہ اس قلعہ کے متعلق تھوڑے فاصلہ پر سات قلعے اور تھے اُن پر اٹھارہ اٹھارہ توپیں چڑھوا دیں اور پانسو گولہ انداز اُن پر متعین ہوئے۔ اور منوں کی مقدار میں آہنی گوکھرو بنوائے گئے تاکہ

حملۂ مخالف کے وقت میدان پیشرو میں پھیلا دئے جائیں۔ ایک سو
ضرب توپ سرینگہ پٹن کے حصار قلعہ پر اور پچاس ضرب توپ ایک
معبد سنگین پر جو رود کاویری کے سامنے ایک پہاڑ پر واقع ہے۔ اور
تین سو ضرب توپ اُس لشکرگاہ کے آس پاس لگائی گئیں۔ اور
سواروں کی فوج کو میر مخدوم علیخاں کی سرکردگی میں واسطے مدافعہ
نواب نظام علیخاں کے حدود بنگلور پر بھیج دیا۔ انہوں نے وہاں پہنچ کر
آس پاس کے دہات کو تباہ کرنا شروع کیا۔ باقی سوار اور پیادوں
کو مع ایک بہیر کے نواب میر فیض اللہ خاں کے سپرد کیا۔ کہ وہ دیار
بنگر میں جاکر اُن کوہستانی راستوں کو روکے جو اُس ملک کو کڑپے
سے جدا کرتے ہیں۔ اور جو فوج وہاں متعین ہے اُس سے ملکر مرہٹہ
فوج کی یورش کو روکے۔ اور انگریزی سپاہ ایک قلعۂ درمیانی پر
مامور کی گئی۔ اُدھر مادھوراؤ پیشوا ڈیڑھ لاکھ سواروں کی جمعیت
سے مع توپخانہ وغیرہ نواح سرا میں نمودار ہوا۔ اس موقع پر جب
لوگوں کو معلوم ہوا کہ میرزا علیخاں مرہٹوں سے مل گیا ہے تو قلعدارانِ
حصار مارٹ سرا اور مگھیری نے مادھوراؤ کے مقابلہ میں ایسے جوہر
مردانگی دکھلائے کہ اُس نے باوصف فتح کرلینے قلعوں کے نشان
اور سلاح دونو چھوڑ دئے۔ اور سولہ گولہ انداز فرنگی جو قلعہ سرا میں
تھے۔ میرزا علیخاں پر نفرین کرتے ہوئے نواب حیدر علیخاں کے
پاس چلے آئے۔ نواب نے اُن کو بڑی عزت سے لیا اور ایک ایک

جوڑی کنگن طلائی کی افسروں کو اور زر نقد سپاہیوں کو انعام دیا۔ اور جو اسباب اُن کا قلعہ میں چھوٹ گیا تھا اُسکی قیمت اُن کے کہنے کے موافق اُن کو دی گئی۔ جس سے وہ نہایت خوش ہو کر نواب کی حمایت پر آمادہ ہوئے۔ اور دوسرے مقامات پر متعین کر دئے گئے۔ اور چونکہ انگلش سفیر کی تحریک اور شہ دینے سے نظام حیدر آباد بھی مع فوج و توپخانہ کے چل پڑے تھے۔ اس لئے وہ اور مادھوراؤ دونو سیناپٹن کے سنسان میدانوں میں ایک ساتھ پہنچے جو سرینگ پٹن سے سات فرسنگ پر واقع ہے۔ اور آپس میں سرینگ پٹن کی تسخیر اور خزاین کی لوٹ اور ضبطی کے بڑے بڑے منصوبے کرنے لگے۔ لیکن جب اُن کو معلوم ہوا کہ یہاں تیس تیس میل تک ملک برباد کر دیا گیا ہے۔ اور اس دور میں گھانس کا تنکا تک نہیں ملتا اور نہ کوئی آدمی موجود ہے تو اُن کو ضروریات لازمی افواج کے لئے نہایت پریشانی ہوئی۔ اُن کی فوج سے جو کوئی لکڑی گھانس کو جاتا اُس کو کہیں تنکا تک نظر نہ آتا۔ نہ کوئی آدمی ملتا جس سے کچھ پتہ لگائے یا جبر و تشدد سے کوئی چیز حاصل کر سکے۔ اور اُس حد سے باہر نواب کی متعینہ فوجیں راستوں پر غنیم کی ضیافت کو بیٹھی ہوئی تھیں جس سے سو دو سو ہزار دو ہزار کی جمیعت کو لوٹ لیتیں اور خوب دق کرتیں۔ دوسرے روز افواج مرہٹہ اور نظام کے کئی رسالے حوالی سرینگ پٹنہ کی دیکھ بھال کو آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ نواب حیدر علیخاں کا

لشکر اس حساب سے پھیلا ہوا ہے۔ اور سینکڑوں توپوں کی تیغچی اس حساب سے لگی ہوئی ہے کہ وہاں پہنچ کر ایک لشکر "نہ جائے ماندن و پائے رفتن" میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ اور بڑا لطف یہ ہے کہ حیدر علیخاں کے لشکر والوں نے ان کی دیکھ بھال میں کچھ مزاحمت نہ کی بلکہ اخلاق سے باتیں کر کے اُن کو اور زیادہ دیکھ بھال کا موقع دیدیا۔ دوسرے روز دوسرے رسالوں نے دوسرے افسروں کے ساتھ آکر دیکھ بھال کی۔ تیسرے روز نواب نظام علیخاں اور مادھو راؤ مع اپنے اپنے امیروں اور سرداروں کے جو ہاتھیوں پر سوار تھے ایک مرتبہ میدان میں نمودار ہوئے۔ پھر دیکھتے دیکھتے وہ میدان فوجوں سے بھر گیا۔ اس انبوہ کثیر میں دو لاکھ سوار و پیادہ کا اندازہ کیا گیا ہے۔ اور امیروں اور سرداروں کے عماری دار ہاتھی دو سو سے زاید تھے۔ جنرل اسمتھ اپنے رسالۂ ترک سواران کے ساتھ واسطے دریافت بعض حالات کے آگے بڑھے اور اُس حد تک جا پہنچے جس سے آگے جانا ممکن نہ تھا۔ اور جیسے آگے بڑھنے کا حوصلہ کیا۔ اُن سات قلعوں میں سے ایک قلعہ سے جس پر خود نواب حیدر علیخاں حکمران تھا اور دُوربین سے اُن فوجوں کی کثرت کو دیکھ رہا تھا ایک بلند پرچم کے ذریعہ سے اشارہ کیا گیا۔ اشارہ ہوتے ہی سب قلعوں سے گولے اولوں کی طرح برسنا شروع ہوئے اور مشاق گولہ اندازوں نے ایسے تیز فیر داغے کہ غنیم کی فوجوں میں پہنچتے ہی سے بوکھلاہٹ

شروع ہوگیا۔ پھر پہاڑی پرسے آگ برسنا شروع ہوئی۔ اس سے بہت تھوڑی دیر میں کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ آدمی پر آدمی اور سوار پر سوار گرنے لگے۔ گرے ہوئے سواروں کے گھوڑوں نے بھاگ بھاگ کر کشتوں کو کچل ڈالا اور صف بندی کو درہم و برہم کردیا۔ توپوں کی آواز سے اہل فوج کو اپنے افسروں کی آواز کا سُننا دشوار ہوگیا اس موقع پر سب سے پہلے نظام علیخاں کو اپنی جان کی فکر ہوئی اور اسکی آرام طلب فوج بھی ہیبت زدہ ہو کر بھاگنے کے لئے ادھر اُدھر دیکھنے لگی۔ اور جنرل اسمتھ پر ثابت ہوگیا کہ ان فوجوں سے حیدرعلی کی فوج کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ نہ ان سرداروں میں حیدرعلی خاں جیسا دم خم ہے اس لئے جنرل نے نظام کو واپسی کا مشورہ دیا اور باقیماندہ فوجیں مع سرداروں کے اپنی اپنی خیمہ گاہ پر واپس پہنچیں۔ دوسرے روز مجلس مشورہ منعقد ہوئی۔ اور دونو لشکروں کے سردار اور سپہ سالار وہاں جمع ہوئے۔ جنرل اسمتھ نے رائے دی کہ دونو سردار مل کر نواب حیدرعلیخاں کو قلعہ سے باہر آکر میدان میں جنگ کرنے پر آمادہ کریں۔ اس پر ان کا اتفاق نہ ہوا۔ اس ناکامی کے علاوہ افواج نظام اور مرہٹہ کو آٹے دال گھاس لکڑی وغیرہ ہر ہر چیز کی تکلیف ہونے لگی۔ اور ہاتھی اور گھوڑے بھوکوں مرنے لگے۔ جو سامان باہر سے آتا وہ کئی منزل پہلے ہی لوٹ لیا جاتا۔ اور نواب کی فوجوں میں کسی بات کی کمی نہ تھی جس کا انتظام پہلے سے

کرلیا تھا۔ لاچار مادھوراؤ نے سیپاپٹن سے اپنی خیمہ گاہ اُٹھا کر رود کاویری کے کنارے سرینگ پٹن سے پانچ میل دوسری جانب ڈیرا کیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس سے پہلے روز فیمابین نواب اور مرہٹہ کے کوئی خفیہ بات ٹھہر گئی تھی جس سے اُس مقام پر ڈیرہ کرتے ہی صلح موفق قرار پاگئی۔ اور وہ تیسرے روز صوبہ سرا کا رپرداز ان حیدری کو سپرد کرکے پونا کو روانہ ہو گیا۔ یہ حال دیکھ کر نظام علیخاں کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑ گئے۔ نواب حیدرعلیخاں کو معلوم تھا کہ نظام علیخاں زیادہ دلیر نہیں۔ اور وہ خوف کے وقت استقلال کو قایم نہیں رکھ سکتا۔ اور نیز پرچہ نویسوں کی تحریر سے نظام کی پریشانی کا حال معلوم ہوا تو اُس نے جنرل اسمتھ کی بات کو تازہ کرنے کے لئے قلعہ سے نکلکر اپنی خیمہ گاہ سیناپٹن کے میدان میں قایم کردی جہاں تین روز پہلے مرہٹے پڑے ہوئے تھے۔ اس حرکت سے نظام علیخاں پر اور زیادہ وحشت غالب ہوئی۔ اور اس نے اپنے امیروں سے صلاح کی۔ آخرکار نواب رکن الدولہ دیوان نظام نے اس کام کو اپنے ذمہ لیکر نظام سے عرض کی کہ فدوی کے نزدیک بعد چلے جانے مرہٹہ کے صلح و آشتی بہتر ہے۔ اور جنرل اسمتھ کو دوسری باتوں میں لگایا لیکن عقلمند جنرل تاڑ گیا کہ ان باتوں میں ایک منافقانہ خیال پوشیدہ ہے۔ ممکن ہے کہ نظام علیخاں مجھ کو نواب حیدرعلیخاں کے سپرد کرکے چلتا ہو۔ اس لئے وہ مدراس کو روانہ ہو گیا۔ اور یہ سب

حال گورنمنٹ مدراس کو تحریر کیا۔ اور آخر میں لکھا کہ نظام انگریزوں کو تنہا رکھنا چاہتا ہے جس کے نتائج نہایت نقصان رساں پیدا ہونا ممکن ہیں۔ اُدھر رُکن الدولہ نے اپنے برادر نسبتی نواب محمد علیخاں (ناظم ارکاٹ) کو لکھ بھیجا کہ جب تک نواب حیدر علیخاں نواح بنگلور اور بالیم نواب نظام علیخاں کو نہ دیں صلح نہ ہوگی۔ اور نواب محمد علی خاں نے یہ خیال گورنمنٹ مدراس پر ظاہر کیا۔ مدراس کی کونسل نے جنرل اسمتھ کے خیال کو صحیح نہ جانکر جنرل کو لکھا کہ تم ہر حال میں نظام علیخاں کے ساتھ شریک رہو۔ نظام بجائے صلح کے جنگ جاری رکھنا چاہتے ہیں۔ یہاں تو یہ حال ہوا اُدھر رُکن الدولہ نے حیدر علیخاں کو لکھا کہ میں آپ کی حسب مرضی سب کام ہونے کی غرض سے آپ کے حضور میں آنا چاہتا ہوں۔ اور یہ کارروائی نواب محفوظ خاں کی معرفت کی گئی۔ چنانچہ اُس کو حاضر ہونے کا حکم ہوا۔ اور جنگی تیاریاں ملتوی ہوگئیں۔ رُکن الدولہ نے نواب حیدر علیخاں کے سامنے جا کر طرح طرح کی باتیں بنائیں۔ اور حتے الامکان اپنے مالک کا کام بنانا چاہا۔ امور صلح میں یہ قرار پایا:۔

(۱) نواب محفوظ خاں (برادر کلاں نواب محمد علیخاں ناظم آرکاٹ) اپنی بیٹی کی ٹیپو سلطان سے شادی کردیں •

(۲) نواب محفوظ خاں جو نواب انورالدین خاں کے بڑے بیٹے مالک اور وارث ممالک ارکاٹ کے ہیں اپنے تمام حقوق نوابی

ٹیپو سلطان کے حق میں چھوڑ دیں گے +

(۳) نواب حیدر علیخاں اور نظام علیخاں اپنی افواج متفقہ سے نواب محمد علیخاں کو مقہور کریں گے جو نواب محفوظ خاں کے ہوتے ہوئے مالک نہیں ہو سکتا +

(۴) قلعہ جات مفتوحہ پر قلعہ دار وغیرہ مامور کرنے کا اختیار نواب حیدر علیخاں کو ہوگا +

(۵) میر مخدوم علیخاں کو ان قلعہ جات و ممالک کی قلعہ داری تفویض ہوگی تا وہ اپنے بھانجے ٹیپو سلطان کے تمام کاموں کو بطور نیابت اُس صوبہ کے انجام دیتے رہیں +

(۶) نواب رضا علی خاں خلف نواب چندا صاحب مرحوم نے بھی اپنے تمام حقوق نوابی آرکاٹ و ترچناپلی و ماڈورا کو بنام شاہزادہ ٹیپو سلطان واگزاشت کیا ہے +

(۷) نواب حیدر علیخاں اور ٹیپو سلطان تمام مملکت تنجاور بعد معزول کرنے راجہ تنجاور کے نواب میر رضا علیخاں کو سر بہا میں نواب چندا صاحب مقتول پدر نواب رضا علیخاں مذکور کے دیویں +

(۸) نواب حیدر علیخاں اور نظام علیخاں ایک دوسرے سے نفاق و مخالفت روا نہ رکھ کر ایک دوسرے کے دوست و مددگار رہیں گے +

قبل توثیق اس عہد نامہ کے ٹیپو سلطان کا نظام علیخاں کے پاس

جانا قرار پایا جواب وہاں بطور ایک جلیل الشان دوست کے مقیم تھے۔ ٹیپو سلطان بڑے شکوہ واحتشام سے نظام علیخاں کی خیمگاہ میں گیا۔ دس ہزار فوج مع توپخانہ اور چھ سو فوج گورہ نہایت زرق برق لباس میں ساتھ تھی۔ نظام علیخاں کے سرداروں اور انگریزی افسروں نے اس فوج اور توپخانہ کو بہت ہی پسند کیا۔ اور نواب حیدرعلیخاں اور ٹیپو سلطان کی بہادری اور آراستگی فوج کی داد دی۔ ٹیپو سلطان کے داخل ہوتے ہی سلامی کی توپیں چھوٹنے لگیں اور بہت بڑے احترام سے لیا گیا۔ دوسرے روز نواب بصالت جنگ برادر نظام علیخاں سلطان موصوف کی ملاقات کو آئے۔ رکن الدولہ اور دوسرے ارکان دولت نظامیہ بھی ساتھ تھے۔ تیسرے روز نواب حیدرعلیخاں اور نظام علیخاں سے ملاقات ہوئی۔ پھر نظام حیدرآباد نے باقی فوج انگریزی کو بھی رخصت کر دیا جو جنرل اسمتھ کے بعد رہ گئی تھی۔ اور کونسل مدراس کو اس صلح و اتفاق کی اطلاع دیدی اور نواب حیدرعلیخاں نے اپنے وکیل سیناجی پنڈت حاضر باش کونسل مدراس کے ذریعہ سے ایک مراسلہ گورنمنٹ مدراس کے پاس بھیجا۔ اُس کا مضمون یہ تھا کہ نواب محمد علیخاں کی منافقت اور چالبازی سے تمام ملک پریشان اور مضطرب ہو رہا ہے۔ وہ محض اپنی چالبازی سے آرکاٹ کا مالک بن بیٹھا ہے۔ حالانکہ وہ نواب محفوظ خاں کے ہوتے ہوئے ملک کا وارث اور مالک نہیں ہو سکتا۔ اُسی نے

انگریزوں کو طرح طرح کے لالچ دیکر جنگ پر آمادہ کیا۔ اور ایک کو دوسرے سے لڑادینے کو اپنی عیاری سمجھا۔ اب ہم دونو نے اُس کو ملک سے بیدخل کردیا ہے۔ آیندہ آپ اُس کی باتوں میں نہ آئیں اور اپنی فوجوں سے اُس کو مدد نہ دیں اور جو فوجیں قلعہ جات ممالک آرکاٹ میں اُسکی کمک کے نام سے آپ نے متعین کررکھی ہیں۔ وہ اُٹھائی جائیں۔ اور جو ملک اور قلعہ جات نواب محمد علیخاں نے آپ کے پاس رہن کردئے ہیں اُن کا روپیہ سرکار حیدری سے ادا کردیا جائیگا +

تفصیل ممالک نواب حیدر علی خاں و تقابل افواج انگریزی چشم دید نامہ نگار فرانسیسی

۱۷۶۷ء سے ۱۷۶۹ء تک جو لڑائیاں نواب حیدر علیخاں اور انگریزوں سے واقع ہوئیں۔ اُن کے متعلق ایک نامہ نگار فرانسیسی اپنے چشمدید حالات یوں بیان کرتا ہے کہ ۱۷۶۷ء میں ممالک متصرفہ حیدری اس تفصیل سے تھے :-

مملکت میسور۔ صوبہ بنگلور و منگلور۔ ساونددرگ۔ چیتل درگ۔ نندی درگ۔ گنگن گڑہ۔ رائے درگ۔ کرناٹک جو تمام وادی جبال تر انبور اور ترچناپلی سے ماڈورا اور ترا ونکور اور سواحل ملیبار تک پھیلا ہوا ہے۔ صوبۂ سرا۔ شانور۔ کڑپہ۔ کنول۔ بالاپور۔ کوچک۔ کولا۔ گرم کنڈہ۔ مرزبوم۔ بالاپور کلاں۔ ریاست کوچک (کوچین) بنگر۔ کش گیری۔ گُنتی۔ بلاری۔ حیدرنگر۔ مدگیری۔ رنجن گڑہ وغیرہ۔ مملکت کنڑہ جو راس رامہ سے شمال کی طرف سرحد بیجاپور تک چلی گئی ہے سواحل ملیبار۔ جزایر مالدیوہ ؛

اور نواب حیدرعلیخاں کے ممالک مقبوضہ میں ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ سب ایک دوسرے سے ملے ہوئے واقع ہوئے ہیں اور جو سرحد علاقۂ انگریزی سے ملتی ہے وہ قدرتی پہاڑوں اور تنگ دروں سے محفوظ ہے +

اگر روایت عام پر اعتبار کیا جائے تو ممالک حیدری میں چھوٹے بڑے ایک ہزار قلعوں سے زیادہ ہیں۔ اور جو قلعے نامہ نگار نے دیکھے وہ بھی سیکڑوں کی تعداد میں ہیں۔ ہر قلعہ میں اُسکی حیثیت اور ضرورت کے موافق سپاہ رہتی ہے۔ اور جب کوئی بڑی ضرورت پیش آئے تو پہاڑوں کی جنگلی رعایا جو تیراندازی میں نہایت مشاق ہوتی ہے ان قلعوں کی کمک کو آجاتی ہے۔ اور ایسی جاں فشانی ظاہر کرتی ہے کہ غنیم بغیر محاصرہ شدید کسی ایک قلعہ پر قبضہ نہیں کرسکتا

ہر قلعہ میں تمام غلہ جات اور اشیاء ضروری کا ذخیرہ موجود رہتا ہے اس ملک میں ہر قسم کے جانور پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن حیدر علیخاں اپنے سلیقۂ خداداد سے اونٹ۔ گھوڑے۔ ہاتھی بطور خود پرورش کرتا ہے علاوہ اُن گھوڑوں اور ہاتھیوں کے جو سواروں اور سرداروں کے پاس ہیں بیس ہزار گھوڑوں کا ایک گلہ اور چھ سو ہاتھیوں کا ایک حلقہ کوہ وصحرا کی بہتر سے بہتر چراگاہوں میں انتظام خاص کے ساتھ رکھا جاتا ہے۔ ضرورت کے وقت طلب کر لئے جاتے ہیں۔ جو کم ہجتے ہیں وہ خرید کر داخل کئے جاتے ہیں۔ اُن کے علاوہ ہاتھی گھوڑوں کی خرید برابر جاری رہتی ہے۔ سوداگر لوگ دور دور سے اُس کے لئے ہاتھی گھوڑے لاتے اور اسکی قدردانی اور فیاضی سے فایدہ اُٹھاتے ہیں۔ نواب اپنی فوج کے لئے ہر مقام پر عام ضرورتوں کا سامان کثیر فراہم رکھتا۔ کسی چیز کی کمی نہ ہوتی۔ اور سامان حرب وضرب کے بھی تودے اور انبار لگے رہتے۔ ۱۷۶۷ء میں نواب حیدر علیخاں کے پاس ایک لاکھ اسی ہزار سوار و پیادہ تھے۔ اُن میں سے نواب نے انگریزوں کے مقابلہ کے لئے جو سوار و پیادے چھانٹ لئے تھے اُن کی تفصیل یہ ہے:۔

سواران چیدہ	سواران غارتگر از قوم مرہٹہ و پنڈارہ
۱۸ ہزار	۲۸ ہزار
سواران حبشی ۲ رسالہ	سپاہی قواعددان ۲۰ ہزار +

اور سپاہیان فرنگ ملازم حیدری اس تفصیل سے تھے :-

سواران فرنگی ۲۰۰ سالہ - گولنداز ۲۵۰ - اور اکثر منصبدار اور تومندار اور جمعدار اور حوالدار قشون گرانڈیلوں اور دوسری پلٹنوں میں تقسیم کئے گئے تھے - دوسرا لشکر اس وقت کے سلاح فرنگ کے موافق مرتب تھا اور ایک جیش دو ہزار زنبورچیوں کا تھا (دو دو زنبورچی ایک اونٹ پر بیٹھتے اور ایک ایک شترنال ہر اونٹ پر لگی ہوتی) - ایک فوج بندوقچیان قدر انداز دیسی کی تھی جو سواروں کے پیچھے رہتی اور کمینگاہ میں چھپ کر کام کرتی ❊

پانچ ہزار بان بردار تھے (بان ایک آہنی چونگلا ہوتا ہے اُس میں باروت بھرتے ہیں اور سہ پائے پر رکھ کر فلیتے میں آگ دیتے ہیں وہ دو دو ہزار گز تک اُڑتا جاتا ہے - درمیان میں جو آ پڑتا ہے اُس کو نیست نابود کر دیتا ہے - یہ ہندوستان کا قدیم آلۂ حرب ہے)

ایک جماعت عربوں کی تھی - جو تیر و کمان کے نہایت مشاق تھے وہ اپنے تیر کے سامنے گولی کی کچھ حقیقت نہ جانتے تھے - اُن کے تیر و کمان نہایت خوب صورت رنگین اور مرتب تھے ❊

نواب نظام علیخاں صوبہ دار دکن بھی حیدر علیخاں کے ساتھ تھا - نظام کے ساتھ گنتی گنانے کو ایک لاکھ سوار و پیادوں کی جمعیت تھی - لیکن اُن میں شاید دو ہزار بھی اچھے بندوقچی اور جان باز نہ ہونگے - نظام کے ماتحت سرداروں میں ایک رام چندر مرہٹہ اکہ

تین نواب شانور وکڑپہ وکانور بھی شامل تھے۔ اس کے علاوہ بہیر بنگاہ کا حساب نہیں۔ ہرچند اس فوج سے حیدرعلیخاں کو کچھ مدد نہ ملی۔ لیکن حیدرآباد کے اکثر امراء وسردار اُس کے دوست بن گئے حیدرعلیخاں نواب نظام علیخاں اور اُس کے نایب رکن الدولہ سے ہمیشہ بدگمان رہتا تھا۔ کیونکہ وہ طوطا چشمی سے بہت جلد آنکھ پھیر لیتے اور گرماگرمی کے بعد دفعۃً سردمہری ظاہر کرنے لگتے اُن کی باتوں میں وعدۂ معشوق سے زیادہ بے اعتباری کے وجوہ پیدا ہوتے تھے +

نظام کے لشکر میں ایک سو دس توپیں تھیں اور نواب حیدرعلیخاں کا توپخانہ بھی خوب آراستہ تھا۔ توپچی اُس کے سب فرنگستانی تھے +

نواب بہادر کے حلقہ جہازات کو نامہ نگار فرانسیسی نے افواج حیدری کے شمار میں داخل نہیں کیا +

اس حلقہ میں ایک جہاز قوم ڈانس سے خرید کیا گیا تھا اُس پر ساٹھ توپیں چڑھی تھیں اور تیس جہاز ۲۴ یا ۳۲ توپ والے تھے اور آٹھ جہاز چھوٹے تھے۔ جن کو پام کہتے تھے۔ اُن میں بعض پر بارہ اور بعض پر چودہ توپیں تھیں۔ اور بیس سفینے ایسے تھے کہ اُن میں اسّی نفر سپاہی اور دو توپیں تھیں۔ انگریزوں کے ساتھ آغاز جنگ میں نواب کی بحری فوج اسی قدر تھی جو ظاہر

کی گئی۔ اب انگریزی فوج کا حال سنیئے کہ اُس زمانے میں انگریزوں کے پاس نوّے ہزار سے زیادہ فوج تھی جو بنگالہ اور بمبئی اور مدراس میں بٹی ہوئی تھی ✦

جنرل اسمتھ کے ساتھ پانچ ہزار فوج گورہ اور ڈھائی ہزار دیسی اور ڈھائی ہزار سوار تھے۔ اس کے علاوہ نواب محمد علیخاں اور مرار راؤ مرہٹہ اور بعض دوسرے راجاؤں کی فوج پچاس ہزار شمار کی گئی ہے جو جنرل اسمتھ کی حکم بردار تھی لیکن بسبب نہ جاننے قواعد جنگ اور ناشایستگی گھوڑوں کے حیدر علیخاں کی فوج سے مقابلہ کی طاقت نہ رکھتی تھی ✦

جنرل اسمتھ اس سبب سے اپنے حریف نواب حیدر علیخاں پر برتری رکھتا تھا کہ اُس کی سپاہ آداب اور قواعد جنگ سے بخوبی ماہر تھی۔ اور اُس کا اکثر حصہ گورہ فوج پر مشتمل تھا۔ سوائے اسکے جنرل کے گولنداز اور انجنیر بڑے تجربہ کار اور لایق تھے۔ اور وہ خود بھی ان کاموں میں دستگاہ رکھتا تھا۔ لیکن وہ میدانی جنگ کا طلبگار تھا۔ حیدر علیخاں کی تاخت اور شبخون اور جنگل پہاڑ کی پوشیدہ کمینگاہوں میں چھپ کر تاخت کرنے اور افواج کثیر حیدری پر غالب آنے کی قدرت نہ رکھتا تھا۔ سوا اس کے اُس کو ایک مشکل یہ تھی کہ گورنر مدراس یا مدراس کی کونسل اُس کو اپنے دوسرے فواید پر نظر کرکے ایسے حکم دیتے جن سے وہ اپنے خیالات کو

پورا کر سکتا تھا اور چونکہ انگریزوں کو ہر کام میں روپیہ کمانا ہی مقصود ہوتا اسلئے منرو نے یہ تجویز کی کہ انگریزی فوج کو دیسی شراب کی بجائے رم فروخت کی جائے تاکہ اس کا منافع انکی جیب میں جائے دوسرے جنگی کاموں کے لئے بیل اس کثرت سے پکڑے گئے اور ملکوں کو تمام اگر ایک ملک مدراس مواشی سے خالی ہوگیا اور بیلوں کا کام ہندیوں سے لیا جانے لگا۔

جنرل اسمتھ سے مقابلہ

جنرل اسمتھ نے قلعہ ترپاتور۔ وانمباڑی۔ سنگومن۔ کبیری پٹن کو مسخر کر لیا۔ جبکہ قلاع مذکورہ میں حفاظت اور مدافعت کا سامان کافی موجود نہ تھا اور قلعہ کشن گیری کا محاصرہ کیا تو حیدر علیخاں اس طرف کو روانہ ہوا۔ حیدر علیخاں کی آمد کی خبر پا کر جنرل اسمتھ نے وہ محاصرہ اُٹھالیا اور وہاں سے کوچ کرکے ایک مقام پر جہاں سے براہ ویلور حیدر علیخاں کے بڑھنے کو روک سکتا تھا اپنا کیمپ قائم کیا۔ یہ تدبیر خوب سوجھی۔ کیونکہ وہاں سے توپخانہ بڑھانے کو وہی ایک صحیح راستہ تھا۔ یہ صورت معلوم ہونے پر نواب حیدر علیخاں نے رکن الدولہ دیوان نظام علیخاں اور دوسرے سرداروں سے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ آخر الامر یہ تجویز ہوئی کہ ویلور کا راستہ سپاہ انگریزی نے روک رکھا ہے اور کشن گیری کا راستہ توپخانہ نکلنے کے لائق نہیں۔ اس لئے تیسری راہ ینگٹ گیری کی اختیار کرنا چاہیئے۔ اس موقع پر نواب حیدر علیخاں نے فوجوں کو

اِس طریق پر علیحدہ علیحدہ روانہ کیا کہ جنرل اسمتھ ایک طرف کا خیال کرکے دوسری طرف سے غافل ہو جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یعنی جنرل نے بینگٹ گیری کو فوج بڑھائی اور ویلور کا راستہ خالی ہوگیا۔ تب نواب کے رسالے مع گولندازوں اور بندوقچیوں کے بسرعت تمام اُس راہ سے نکل گئے اور نہایت تیز روی سے چار فرسنگ راہ طے کی اور سپہدار سپاہ فرنگ ملازم سرکار حیدری نے حکم دیا کہ ۹ توپیں اسطور پر کہ پہلے تین توپیں سر کی جائیں پھر تھوڑی دیر سے تین تین توپیں اور چھوڑی جائیں یہ درمیان اُس سپہدار اور نواب بہادر کے ایک اشارہ تھا اس معنی پر کہ راستہ دشمنوں سے پاک ہے۔ نواب نے اس اشارہ کے پاتے ہی حکم دیا کہ تمام لشکر دیلور کی راہ سے کوچ کرے اور خود بدولت نے مع اپنے سواران خاصہ کے اُس مقام پر پہنچ کر دیکھا کہ رسالے تو نکل گئے۔ اب توپخانہ حیدری سپاہ بندوقچیوں کی حمایت میں جا رہا ہے ✦

جب جنرل اسمتھ نے یہ خبر پائی کہ افواج حیدری تو پھر کر دیلور کے راستے سے آگے گئی تو وہ اپنا مغالطہ محسوس کرکے بسرعت تمام کیبرپٹن کی طرف روانہ ہوا اور ایک دستہ فوج کا کیبرپٹن کی حفاظت کو چھوڑ کر ترپانور کو روانہ ہوا تا اُس کی مدد کے لئے قریب میں موجود رہے۔ اس وقت جنرل اسمتھ اُس فوج سے جسکے آنے کی مدد اس سے اُمید تھی اور نیز جنرل اُوڈ کی آٹھ ہزار فوج سے جو محاصرۂ قلعہ آمبور میں مشغول تھی مل جانا چاہتا تھا۔ چنانچہ

پندرہ روز کے محاصرہ میں وہ قلعہ مفتوح ہوا۔ اور نواب حیدر علیخاں کی سب فوج مع توپخانہ ایک ہی روز میں اُس راہ سے گزر گئیں اور نواب بہادر نے اپنے سواروں سمیت کوہستان سے عبور کر میر مخدوم علیخاں کو مع چار ہزار سوار جرار اور توپخانہ آتشبار کے روانہ کیا تاکہ افواج انگریزی کا تعاقب کر کے کبیر پٹن کو محاصرہ میں لائے ✣

کبیر پٹن کا محاصرہ۔ راستوں کی مسدودی

نواب حیدر علیخاں کے ارشاد کے موافق میر مخدوم علیخاں آگے بڑھے۔ اور تمام کبیر پٹن کا محاصرہ قایم کر کے پہلا انتظام یہ کیا کہ جنرل اسمتھ کو جو خبریں کبیر پٹن سے پہنچتی تھیں۔ وہ نہ پہنچنے پائیں اس انتظام میں کئی خط ایسے بھی پکڑے گئے جن سے جنرل اسمتھ اور بعض سرداران فوج نظام کی پوشیدہ خط و کتابت کا پتہ لگا۔ میر مخدوم علیخاں پھر اس محاصرہ کی نگہداشت ایک دوسرے سردار معتمد کے سپرد کر کے ترپاتور کو روانہ ہو گئے۔ اور رات کو ایک پہاڑی کے پیچھے جو ترپاتور سے ایک فرسنگ ہے قیام کیا ✣

جنرل اسمتھ نے جب شام تک کوئی خبر کبیر پٹن کی نہ پائی۔ تو خیال کیا کہ حیدر علیخاں آرام کرنا چاہتا ہے۔ اور فوج والوں کو

لکھا کہ کل علی الصباح بیل لیکر اذوقہ کی تلاش میں نکلیں اور تمام اذوقہ فراہم کرکے لائیں۔ صبح ہوتے ہی یہ جویائے رزق آگے بڑھے جب اُس پہاڑی کے قریب پہنچے جو میر مخدوم علی کی کمینگاہ تھی میر مخدوم علیخاں نے اپنے سواران غارتگر کو اشارہ کردیا۔ انہوں نے دیکھتے دیکھتے ان کا اسباب چھین لیا اور ان کو متفرق کردیا۔ اسپر ایک ہزار سوار کا رسالہ واسطے سرکوبی غارتگروں کے روانہ کیا گیا۔ غارتگران حیدری نے جیسے ہی اُن کو آتے دیکھا اُن کے سامنے پڑکر بھاگنا شروع کیا۔ انگریزی سوار اُن کے پیچھے ہوئے۔ جب میر صاحب کی کمینگاہ کے سامنے پہنچے۔ میر صاحب کے سواران یغماگر نے اُنپر باڑھ ماری اور شیر گرسنہ کی طرح شکار پر آپڑے۔ آخرکار اُن میں بھاگڑ پڑگئی۔ ایک جمیعت اپنے لشکر کی طرف اور دوسری شہر کی جانب بھاگی۔ میر مخدوم علیخاں کے سوار اس جمیعت کے پیچھے ہوئے اور لڑتے بھڑتے شہر پر قبضہ کرلیا۔ اُدھر جنرل اسمتھ نے اس یلغار کا حال سُنکر اپنی فوج کو تیاری کا حکم دیا۔ لیکن جب غور کیا۔ کہ حیدر علیخاں اصول جنگ سے واقف ہے۔ ایسا نہ ہو جو میں دونو طرف سے اُسکی فوجوں میں گھر جاؤں۔ اس لئے اب مصلحت یہ ہے کہ جھٹ پٹ اس خوفناک اندیشہ کی حد سے باہر نکل جاؤں اور باہر سے آذوقہ وغیرہ فراہم کرلاؤں۔ انہیں وجوہ سے جنرل موصوف مع فوج و توپخانہ قلعہ ترپاتور سے نکل کر سنگومن کی طرف رجو سلسلہ

کوہستان کوچک کے سرے پر واقع ہے) روانہ ہوا۔ درمیان میں میر مخدوم علیخاں نے بہت سے بیل لدے ہوئے مع دو سو سواروں اور چھ انگریزوں کے گرفتار کر لئے مگر جنرل اسمتھ صحیح و سالم منزل مقصود پر پہنچ گیا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نواب حیدر علیخاں نے جا بجا جنرل اسمتھ کو اصول جنگ کے کیسے کیسے سبق دئے۔ راستہ کا بھلاوا دیا۔ خبریں بند کیں۔ راستہ روکا۔ اذوقہ پکڑا۔ سوار و انگریز گرفتار کئے۔ جنرل اسمتھ قلعہ تریا تور چھوڑنے پر مجبور ہوا +

قصہ مختصر جنرل اسمتھ قلعہ سنگومن میں مقیم ہو کر کرنل اوڈ کے آنے کا انتظار کرنے لگا +

کبیر پٹن پر حیدر علیخاں کا پہنچنا اور قلعہ کا فتح ہونا

نواب حیدر علیخاں نے اُسی روز شام کے وقت دیلو سے گزر کر کبیر پٹن سے دو ڈھائی میل پر خیمہ گاہ قایم کی۔ اور پہاڑی پر چڑھ کر دیکھا کہ سپاہ حیدری نے شہر میں آگ لگا دی ہے۔ گھر جل رہے ہیں۔ اس میں خبر آئی کہ شہر کے خوش باش اور انگریز لوگ قلعہ میں جا رہنے کا انتظام کر رہے ہیں۔ نواب نے افسر توپخانہ کو حکم دیا۔ کہ

مناسب وقت کام کرنے کے لئے فی الفور تیار ہو۔ اور کرناٹکی فوج حصار شہر پر چڑھ جائے۔ انگریز لوگ اپنا اسباب قلعہ میں بھیجنے نہ پائیں افسر توپخانہ نے بہ حکم پاکر تیس ضرب توپوں میں سے (جو پہاڑ کے پیچھے لگا رکھی تھیں) آٹھ توپیں باہر نکالیں اور بیلوں وغیرہ کی آڑ میں لیجا کر حصار کے خندق پر قایم کر دیں۔ قلعہ کا کرنیل اس کارروائی سے ایسا بے خبر تھا کہ فصیل قلعہ پر ایک خیمہ میں میز بچھائے اور کرسیاں لگائے دوسرے افسروں کے ساتھ لطف مے نوشی حاصل کر رہا تھا۔ کبھی آنکھ اٹھا کر حیدر علیخاں کے سواروں کا نظارہ کر لیتا تھا۔ اس میں گولنداز حیدری نے اُن آٹھ توپوں میں سے ایک توپ کا رُخ اُس طرف کر کے سب سے پہلے اُس خیمہ کو نشانہ بنایا۔ پھر سب توپوں سے آگ برسانا شروع کیا۔ چشم زدن میں نشہ دور ہو کر وہ صحبت درہم و برہم ہو گئی +

آں قدح بشکست و آں ساقی نماند

پھر شہر پر گولہ باری ہونے لگی اور سہ پہر کے وقت تک سرداران افواج حیدری نے اپنی اپنی جمیعت کے لوگوں کو کام بتا کر اور موقعے دکھا کر بیس ہزار سوار و پیادہ سے ایک دم حملہ کر دیا۔ یہ سب حملہ کے وقت شور و غل کرتے ہوئے آگے بڑھے۔ اُن کے شور و غل سے عجیب ہیبت ناک حالت پیدا ہوئی۔ اُن میں سے ایک جماعت ندی کے پار اُترنے لگی۔ ایک جماعت بانس کے زینے لگا کر خندق

میں اُتر گئی۔ ایک جماعت نے فصیل پر چڑھنے کا اہتمام کیا۔ تبردار لوگ شہر پناہ کے دروازے توڑنے لگے۔ غرض ایکدم سے عجیب نرغہ کی حالت پیدا ہو گئی۔ انگریزوں نے اس حالت کو مشاہدہ کر کے مقابلہ مناسب نہ جانا اور قلعہ کی راہ لی۔ اُن میں سے پچاس سپاہی ہندوستانی اور ایک کپتان اور ایک لفٹنٹ راہ میں مارے گئے۔ لیکن اس شہر کے متموّل لوگ انگریزی محاصرہ سے پہلے دوسرے شہروں کو چلے گئے تھے +

رات کے وقت نواب نے بیس ضرب توپ چڑھانے کے لئے دمدمہ تیار کرایا۔ اور صبح ہوتے ہی وہ توپیں چلنے لگیں۔ قلعہ کے بروج وفصیل سے انگریز لشکر حیدری پر گولے مارتے تھے۔ اور چونکہ قلعہ کی زد ٹھیک پڑتی تھی۔ اس لئے لشکر حیدری کا نقصان زیادہ ہوتا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر سپہدار حیدری نے دوسَو قرابین والوں کو حکم دیا کہ وہ دیوار کے آسرے میں رہ کر قلعہ کی سپاہ اور توپچی کو مارتے رہیں۔ یہ اس غضب کے قادر انداز تھے کہ اُنکی اوّل ہی شلک نے کتنے سپاہی اور دس بارہ توپچیوں کو نیچے گرا دیا۔ کم سے کم جو گولہ انداز توپ چلانے کو کھڑا ہوا وہ ان کی شلک سے نہ بچا۔ یہ تدبیر ایسی کارگر ہوئی کہ توپ کا کام کرنے والے لوگ باقی نہ رہے یا زخمی ہو کر بیکار ہو گئے۔ اس سے قلعہ میں بہت ہی گھبراہٹ پیدا ہو گئی۔ اور دس بجے قلعہ سے توپ چلنا موقوف

ہوکر امان کا سپید نشان اُڑایا گیا۔ نواب حیدر علیخاں اس خبر کو سنکر متعجب ہوا۔ اس میں سپہدار سربراہ کار یورش مع ایک افسر فوج قلعہ کے نواب کے سامنے حاضر ہوئے۔ نواب نے حکم دیا۔ کہ صاحبان انگریز کی عزت اور اُن کی بہادری کا پورا پورا خیال رکھا جائے۔ اور کپتان م نے اجازت پائی کہ بلا فوج قلعہ سے اُس حرمت کے ساتھ جو بہادروں کے لئے مخصوص ہے قلعہ سے چلا جائے۔ اور انگریزی فوج قلعہ سے نکلکر ترپاتور اور ویلور آرکاٹ کے راستہ سے مدراس کو روانہ ہو۔ اور ہندوستانی سپاہ کو اُس کے اختیار پر چھوڑا جائے۔ وہ جہاں چاہے جائے۔ اور اگر سرکار حیدری کی نوکری منظور ہو تو اُس کو یہاں نوکری دی جاسکتی ہے۔ چنانچہ سب سوار اور پیادے سرکار حیدری میں ملازم ہوگئے۔ اور حکم دیا گیا کہ سب افسر و سپاہی اپنا اپنا سامان نکال لیں۔ لیکن وہ ہتیار اور سامان جنگ جو سرکار کمپنی یا نواب محمد علیخاں سے تعلق رکھتا ہے معتمدان سرکار حیدری کو تفویض کیا جائے۔ اسپر کپتان م نے عرض کی کہ اذوقہ لشکری جو قلعہ میں فراہم ہے یہ میں نے اپنے روپے سے خرید کیا ہے۔ مجھے اُمید نہیں کہ گورنر مدراس وہ روپے مجھ کو دے۔ تب نواب نے اُسکی قیمت اپنے پاس سے دیدی۔ اس میں نواب کی یہ ہوشیاری تھی کہ آیندہ دوسرے قلعوں کے کپتان یا انگریز افسر سنیں تو میری مہربانی پر وثوق کریں۔ اور

مجھ کو اُن کی رعایت سے دوسرے کام آسان ہوں ✦

منگومن کی طرف ایلغار اور جنرل اسمتھ سے مقابلہ

جب نواب حیدر علیخاں نے شہر کیبہ پٹن اور اُس کے قلعہ کو انگریزوں کے پاس سے نکال لیا تو اُس کو اپنے معتمدین کے انتظام میں چھوڑ کر دوسرے ہی دن صبح کو وہاں سے کوچ کر دیا۔ دوپہر کو پالر ندی پر ٹھیرا۔ یہاں اپنی جمعیت بیقاعدہ چھوڑ کر فوج باقاعدہ کو ساتھ لیا اور شام کو ندی سے عبور کر ہراول اور چنداول کے دو حصے کئے۔ پہلے حصہ ہراول میں سوار اور گرانڈیل روانہ ہوئے دوسرا حصہ توپخانہ اور سپاہ پیدل کا چنداول میں رہا۔ انہوں نے آگے بڑھ کر دو گھنٹے آرام کیا۔ ورنہ تمام رات چلتے رہے۔ جب سپیدۂ سحر نمودار ہوا سواروں کا پیشرو حصہ میر مخدوم علیخاں کی فوج سے جو جنگل میں پریشان و متفرق ہو رہی تھی مل گیا۔ اور ایک نے دوسرے کے ملنے سے تقویت پائی اور مسرت حاصل کی میر صاحب کی فوج سترہ روز سے بغیر خیمہ و خرگاہ اور بغیر سامان لازمی کے اُس جنگل میں نہایت تکلیف سے رات دن بسر کرتی تھی

اور میر صاحب بھی ہر تکلیف میں اپنی فوج کے شریک حال تھے اُدھر
جنرل اسمتھ سمجھ رہا تھا کہ میں سنگومن میں چند روز غنیم سے محفوظ ہو کر
رہ سکوں گا۔ کیونکہ ابھی نواب محاصرہ کبیر پٹن میں مصروف ہے یہاں
نہ آئے گا اور کبیر پٹن کا فیصلہ ہونے تک جنرل اوڈ اپنی فوج لیکر
مجھ سے آملے گا۔ لیکن نواب کبیر پٹن کا غیر متوقع فیصلہ کرکے بہ عجلت
تمام اُس کے قریب جا پہنچا۔ میر مخدوم علیخاں نے اپنے سوار اور
پیادوں کو جنگل کی کمینگاہوں میں پوشیدہ اور اُن سب راستوں پر
قابض کر رکھا تھا جو لشکر انگریزی کے کام آسکتے تھے۔ اس عرصہ میں
دفعۃً نواب رکن الدولہ نے نواب حیدر علیخاں کے خلاف توقع ایک
نقارہ کے ذریعہ سے جنرل اسمتھ کو آگاہ کیا کہ غنیم آپہنچا ہُشیار رہو۔
چنانچہ فی الفور جنرل اسمتھ نے اپنے خیمے اُکھڑوا کر وہاں سے کوچ
کیا۔ ندی کے قریب جا رہا تھا۔ تاکہ قریب کی پہاڑی پر پہنچ جائے
جاسوسوں نے یہ خبر نواب کو پہنچائی۔ نواب نے فی الفور اپنے
سواروں کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ پیچھے فوج پیادہ آرہی تھی۔ وہ
تھکی ہوئی تھی۔ لیکن اُس کو بھی بغیر لینے آرام کے اُن کے بعد
روانہ کر دیا۔ نواب کی یہ مستعدی اور فوج کی یہ ماندگی اور شتاب روی
کا حال دیکھ کر انگریز حیران ہو گئے۔ اور خود کو گرتے پڑتے اُس
پہاڑی پر پہنچا لیا۔ اُس وقت لشکر انگریزی میں تین ہزار فرنگی۔
دس ہزار ہندوستانی۔ دو ہزار سوار موجود تھے اور ۴۲ ضرب توپ

قلب و جناح فوج میں لگائی گئی تھی۔ اور ہر قشون کے ساتھ ایک
توپ میدانی مع اسباب و آلات سواروں کے بدرقہ میں تھی۔ وہ
پہاڑ گنجان درختوں کے جھنڈ سے چھپا ہوا تھا۔ باایں ہمہ فوج حیدری
بڑھتی گئی اور برستی ہوئی گولیوں اور گولوں میں نہایت بہادری
سے انگریزی فوج کی دو توپیں چھین لیں۔ لیکن انگریزی فوج کی
ایک ٹکڑی نے جو واسطے کمک میسرہ کے متعین ہوئی تھی دونوں توپیں
واپس لیں۔ اس میں شام ہو گئی اور طرفین سے لڑائی موقوف
ہوئی۔ مگر انگریزوں کو فوج حیدری کی دلیری اور جفاکشی اور
جانبازی کا چشمدید ثبوت مل گیا اور انہوں نے مقابلہ آسان نہ
سمجھ کر گیارہ بجے رات کو چپ چاپ چلدینے کا منصوبہ کیا۔ اور
اپنے زخمیوں کو ڈولی میں ڈال کر روانہ ہو گئی۔ نواب نے فی الفور
خبر پائی لیکن اپنی فوج کو حکم دیا کہ اب سب کھانے پکاؤ اور کھاؤ
اور رات بھر آرام کرو۔ اور گھوڑوں کو مل دل کر آرام دو۔ صبح
کو دیکھا جائیگا۔ اس حکم سے تمام سپاہی خوش ہو گئے۔ اور ہزاروں
چولھے روشن ہو گئے۔ رات بھر فوج نے دم لیا۔ صبح سے پہلے سب
سوار و سپاہی کمربستہ ہو کر مع ساز و یراق تیار ہو گئے۔ نواب نے
بیدار ہوتے ہی سب کو تیار پایا۔ اُن میں سے سواروں کو تاخت
اور تعاقب کا حکم دیا۔ اور ایک دستہ کو انگریزی خیمہ گاہ پر بھیجا۔
اُس نے وہاں جا کر جنرل کے باورچیخانہ کا سامان اور میجر جنرل ہیکو

کے دو صندوق محمولہ ملبوسات وغیرہ پائے۔ اُن کو اُٹھا لایا اور معلوم کیا کہ جنرل اسمتھ نے بہت سا سامان جنگی اور اذوقے کا ذخیرہ ندی میں ڈلوا دیا ہے تاکہ اُن کی گاڑیاں زخمیوں کے کام آئیں۔ انگریز اپنی طرف کی بہت سی لاشوں کو ایک جگہ گڑھے میں جمع کرکے اُسپر مٹی ڈال گئے تھے۔ چنانچہ اُس ندی سے بہت سے گولے اور چاولوں کے بورے نکالے گئے۔ اور جنرل اسمتھ تیزروی سے راستہ قطع کرکے قریب ترنا ملی کے پہنچ گیا۔ وہاں سواروں نے اُس کو دبایا۔ لیکن اب موقع باقی نہ رہا تھا۔ اس لئے وہ فوج کی نہایت باقاعدہ صف بندی سے قلعہ ترنا ملی میں داخل ہو گیا۔ ہاں اُس سے دو توپیں چھُٹ گئی تھیں وہ سواران حیدری اپنے ساتھ لے آئے۔ یہ صورت دیکھ کر نواب حیدر علیخاں نے ترنا ملی سے تین میل ایک پہاڑ کے دامن میں اپنا کیمپ قایم کیا۔ اس کے اور ترنا ملی کے درمیان میں ایک بڑا وسیع دہموار میدان تھا اُس پر بھی نواب نے فوجی قبضہ کر لیا۔ لیکن نواب سے یہ غلطی ہوئی کہ فی الفور اُس نے جنگ جاری نہ کی اور جنرل اسمتھ عمداً خاموش اور جنرل اوڈ کے آنے کا منتظر تھا۔ چنانچہ اُس کی قسمت سے جنرل اوڈ مع اپنے لشکر کے اُس سے آملا۔ اور اب لشکر انگریزی کی تعداد پچیس ہزار سپاہ تک کی ہو گئی۔ جس میں ساڑھے چار ہزار فرنگی تھے۔ جنرل اسمتھ سب کو وہیں چھوڑ کر مع اپنی خاص فوج کے قلعہ ترنا ملی سے چار پانچ میل

علیحدہ نہایت پُر فضا اور گھنے ہوئے میدان میں جاکر خیمہ زن ہوا۔
نواب حیدر علیخاں اپنے سرداروں سے تاخت یا فوجکشی کا مشورہ
کر رہا تھا۔ اس میں میر مخدوم علیخاں بھی مع اپنے لشکر ہراول کے
حیدر علیخاں سے آملا۔ نواب نے اُسی رات کو سپیدۂ سحر کے نمایاں
ہونے سے پہلے چار ضرب پیادہ اور چالیس ضرب توپ کے ساتھ ترنامل
پر تاخت کی اور شہر کو مفتوح پایا۔ تب نواب نے قریب لشکر نظام علیخاں
کے جو پیشتر سے اُس پُر فزا مرغزار میں خیمہ زن تھا اپنی خیمہ گاہ قایم
کردی اور میدان وسیع میں دور دور تک لالہ و گل کی بہار لوٹنے
لگا۔ اور اپنی کثیر فوج کو جابجا متعین کر کے چاروں طرف سے انگریزی
فوج کے لئے رسد اور سامان ضروری پہنچنے کے راستے روک دئے
اور چاروں طرف سے ایک محاصرہ کی صورت پیدا کر دی اس سے
بعد چندے فوج انگریزی نہایت تکلیف پانے لگی۔ خصوصاً شراب
کے نہ پہنچنے سے گورہ فوج کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑ گئے۔ اور
جنرل اسمتھ کی بعض کارروائیوں کو کونسل مدراس نے پسند نہ کیا۔
اور جنرل اسمتھ کونسل کے احکام سے بددل ہوا۔ آخرکار فوج انگریزی
نے اس خوفناک حالت سے نکلنے کے لئے دس بجے رات کو چپ
چاپ فوج نظام کی طرف کوچ کیا۔ جو وہاں سے چھ فرسنگ اور نواب
حیدر علیخاں کے لشکر سے ڈیڑھ فرسنگ تھی۔ نواب حیدر علیخاں
نے اس راز سے مطلع ہو کر اندیشہ کیا کہ یہ کیا بات ہے۔ کیا انگریزوں

نے نظام کو ملا لیا ہے جو اُس طرف فوج لے چلے یا اُس پر شبخوں مارنے کا قصد ہے اور آخر کو یہ تجویز قرار دی کہ فوج انگریزی کو لشکر نظام تک پہنچنے سے پہلے راستہ میں روکا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا یعنی فوج حیدری نے پاشتہ کوب جاکر اُس کو روکا اور لڑائی ہونے لگی یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ تب انگریزوں نے دست چپ کی طرف کوچ کیا اور ترنامل کے نزدیک دوسرے مقام پر ایک بڑے چشمے کے کنارے اپنا کیمپ قایم کیا۔ اس کے سامنے پہاڑ اور نہایت گھنا جنگل تھا۔ جہاں سوار نہ جا سکتے تھے۔ یہ حال سُنکر نواب حیدر علیخاں نے اپنا کیمپ بھی وہاں سے اُٹھواکر ایک دوسرے مقام پر جو انگریزی کیمپ سے دو فرسنگ تھا قایم کیا۔ اور اس طور سے انگریزی کیمپ اور لشکر گاہ نظام کے بیچ میں حایل ہو گیا۔ تاکہ دونو طرف کی خبریں نے سکے ٭

ٹیپو سلطان کو تخریب قرب وجوار مدراس پر مامور کرنا

نواب حیدر علیخاں نے جنرل اسمتھ کو یہاں روک رکھا اور پانچ ہزار سوار جرار اور توپخانہ آتشبار شہزادہ ٹیپو سلطان کو دیکر

واسطے تخریب علاقہ جات مدراس کے روانہ کیا۔ شاہزادہ نے اس سرعت اور خاموشی کے ساتھ مدراس پر تاخت کی کہ گورنر مدراس کو مطلق خبر نہ ہوئی اور یہ مدراس جا پہنچا۔ لکھا ہے کہ جب شاہزادہ مع فوج کے مدراس جا پہنچا تو گورنر مع مصاحبین اور نواب محمد علیخاں کے کمپنی باغ میں ایک خیمے کے اندر تھے۔ قریب تھا کہ گرفتار ہو جائیں۔ لیکن ایک فرانسیسی جاسوس نے انگریزوں کو خبر کر دی کہ شاہزادہ آپہنچا۔ اس سے وہ سب کے سب گھبرا کر فی الفور جہاز پر چلے گئے جو باغ کے سامنے ساحل پر لنگر انداز رہتا تھا۔ اس گھبراہٹ میں گورنر کی ٹوپی اور تلوار وہیں چھوٹ گئی۔ اُسکو سواران حیدری نے اُٹھا لیا۔ اور پیچھے سے دھاوا کر کے اُن کا راستہ مدراس کو واپس آنے کا روک دیا۔ اور نواب محمد علیخاں اپنے نہایت عمدہ گھوڑے کی بدولت انگریزوں سے پہلے بھاگ کر اپنے ایوان میں پہنچ گیا۔

اور شہزادہ ٹیپو سلطان نے شہر مدراس کی لُوٹ کا حکم دیا۔ اور لوٹ جاری ہو گئی۔ اُدھر نواب حیدر علیخاں نے جنرل اسمتھ کی فوج پر گولہ باری شروع کی۔ ان خبروں سے نظام علیخاں کا دل بھی کچھ بڑھ گیا۔ اور نظام نے مع فوج و سوار و پیادہ انگریزی فوج کا محاصرہ کیا۔ تب انگریز ایک گھبراہٹ میں پڑ گئے۔ لیکن چار بجے تک لڑتے بھڑتے رہے۔ پھر اپنا توپخانہ بجائے ہراول

کے آگے بڑھایا۔ اور سوار و پیادہ کو پیچھے رکھا۔ اور صف باندھ کر توپیں مارتے نکلے۔ انگریزی توپخانہ سے نظام علیخاں کی فوج پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ اُس کے پاؤں اُکھڑ گئے اور وہ حیدر علیخاں کے لشکر میں ہوکر گرتی پڑتی بھاگی۔ اُس کا انتشار دیکھ کر حیدر علیخاں کے لشکر میں بھی بدنظمی پھیل گئی۔ اور حیدر علیخاں کو سخت انتشار ہوا کہ اب دیکھئے نظام علیخاں کی بزدلی اور تلون مزاجی اور اُسکی فوجی بدسلیقگی سے کیا نتیجہ ظہور پذیر ہو۔ اور ازسرِ نو اُس نے اپنے سرداروں کی معرفت فوجی سلسلہ درست کرکے آمادگی قایم رکھی۔ اور شام تک لڑائی ہوتی رہی۔ انگریزی توپخانہ نے نہایت عمدہ کام دیا اور انگریزی قوم کی بات رکھ لی۔ شام کو لڑائی موقوف ہوئی۔ دونو فوجیں اپنے اپنے مقام پر گئیں۔ اور نظام علیخاں ہزیمت کے بعد اپنی خیمہ گاہ علیحدہ قایم کی۔ آٹھ ضرب توپ بھی یہیں چھوڑ گئے۔ جن کے لے جانے کا بروقت انتظام نہ ہو سکا۔ اور اس ہلڑ اور بدنظمی میں بہت سی ٹوٹی گاڑیاں اور چاندی کے باسن اور قیمتی چیزیں بھی پڑی رہ گئیں جو بعد میں نواب حیدر علیخاں نے جمع کرا کر نظام علیخاں کے پاس بھیج دیں۔ اور جب صبح ہوئی۔ تو نواب حیدر علیخاں اپنی فوج لیکر نواب نظام علیخاں کی جگہ آ موجود ہوا۔ لیکن خیال ہوا تھا کہ جنرل اسمتھ نے کل کی فتح کو بڑی رنگ آمیزی سے گورنر مدراس پر ظاہر کیا ہوگا۔ دیکھئے وہاں کیا

نتیجہ پیش آئے۔ وہاں یہ صورت پیش آئی کہ ٹیپو سلطان کو اس کے اتالیق اور مشیروں نے قلعہ سینٹ جارج کی مداخلت سے باز رکھا تاکہ خدانخواستہ کوئی نقصان شہزادہ کو نہ پہنچے۔ اور شاہزادہ سے عرض کی کہ نواب حیدر علیخاں کا حکم مدراس سے باہر باہر لوٹ مار کرنے کا ہے۔ اندر شہر یا قلعہ کے متعلق معرکہ آرائی کا حکم نہیں۔ اس سے شاہزادہ رک گیا اور گورنر اور ارباب کونسل جہاز سے اتر کر اپنے ایوان میں واپس آئے۔

اس عرصہ میں جنرل اسمتھ کا سانڈنی سوار مدراس پہنچا۔ اور ایک نخہ مہ گورنر کو دیا۔ گورنر نے اس فتح کی خوشی میں قلعہ سنٹ جارج سے ایک سو ایک توپ چھوٹنے کا حکم دیا تاکہ شہر والے انگریزوں میں ایسی خوشی کے ہونے سے مطمئن ہو جائیں۔ دوسرے معززین شہر کے ذریعہ سے اس خبر کو اور زیادہ مبالغہ سے شہر میں مشہور کرا دیا۔ جس سے حیدر علیخاں پر انگریزی فوج کا غلبہ ظاہر ہو۔ اور پھر حیدری سواروں کا سا لباس پہن کر شاہزادہ کے لشکر میں داخل ہوا۔ اور وہاں یہ خبر مشہور کر دی کہ ترنامل کی لڑائی بوجہ بزدلی و ابتری فوج نظام کے ہاتھ سے جا چکی اس لئے نواب نے شاہزادہ کو واپس طلب کیا ہے۔ اس خبر نے غیر معمولی انتشار پیدا کیا اور شاہزادہ کو اس کے مشیروں نے واپس چلنے کی صلاح دی۔ تب شہزادہ مع فوج واپس ہوا۔ اور چونکہ نواب حیدر علی خاں نے کہہ دیا تھا کہ لوٹتے وقت

مدراس سے ایک بڑے لایق انگریز کو ساتھ لاتا جو انگریزی فوج کا واقف حال ہو۔ شاہزادہ کو ایسا شخص تو نہ ملا لیکن اُس نے چار پادری اپنے ساتھ لے لیئے۔ اور اُن کو خرچ معقول دے کر عزت سے ساتھ لے چلا۔ ترناملی کی لڑائی کے بعد سنکرمن سے بالڑ ندی کو عبور کر کیمپ پٹن سے پانچ اور وانباڑی سے چھ فرسنگ پر ایک وسیع میدان میں کیمپ قایم کیا۔ یہیں شاہزادہ ٹیپو سلطان آملا۔ اس موقع پر نظام علیخاں نے دوستی کو قایم رکھکر نواب حیدر علیخاں سے علیحدہ ہونے کا منصوبہ گانٹھا۔ اور ٹیپو سلطان کے مدراس سے بخیریت مع سامان غنیمت واپس آنے پر ایک بزم شاہانہ آراستہ ہوکر نواب حیدر علیخاں بہادر کی مع اُس کے تمام ارکین کے دعوت کی۔ اور اُس کی نشست کے لیئے ایک تخت نما نشستگاہ پر زردوزی کی مسند تکیہ لگایا۔ اور طلائی چوبوں پر زربفت کا شامیانہ کھڑا کیا گیا۔ نواب حیدر علیخاں نے آکر اُس پر نشست کی۔ اور چلتے وقت وہ سامان مع کشتی ہاے خلعت وجواہر گراں بہا بطور ہدیہ اُس کے ہمراہ کر دیا گیا +

کئی روز بعد نواب حیدر علیخاں بہادر نے نواب نظام علیخاں کو مدعو کیا۔ اور روپوں اور اشرفیوں سے بھرے ہوئے توڑوں کا ایک چبوترا بنوایا۔ اُس پر عمدہ زربفت کا غالیچہ بچھوا کر اور زردوزی کا مسند تکیہ لگوا کر بزم عیش کو آراستہ کر رکھا۔ نظام علیخاں تشریف لائے

اور وقت رخصت یہ سب سامان مع خوانہائے جواہر و مروارید و تحفہائے عمدہ بطریق پیشکش اُن کے ساتھ کر دیا گیا۔ اس ملاقات میں دونو نواب اس بات پر متفق ہوئے کہ اب دونو لشکر ایک دوسرے سے جُدا ہوں اور نظام الدولہ اپنے دارالملک کو مراجعت فرمائیں ٭

نواب حیدر علیخاں کی والدہ کا تشریف لانا

جنرل اسمتھ کی اس فتح نے دور دور طرح طرح کی افواہیں پھیلا دیں۔ ان خبروں کو سُنکر نواب حیدر علیخاں کی والدہ کا اپنے بہادر بیٹے کے دیکھنے کو دل بیقرار ہوا۔ ہرچند برسات کا زمانہ اور چار سَو میل کا فاصلہ تھا۔ لیکن وہ چلنے پر آمادہ ہو گئیں۔ اور حیدر نگر سے چلکر یہاں تشریف لائیں۔ داخلہ سے قبل نواب مع فوج سد راہ ہوا۔ اور تین میل پر فوج کو صف بستہ کرکے خود مع شاہزادہ ٹیپو سلطان اور کریم شاہ کے گھوڑوں پر سوار ہو کر آگے بڑھا۔ والدہ بیگم صاحبہ بیٹے اور پوتوں کو دیکھ کر باغ باغ ہو گئیں اور یہ تینوں اُن کے محافے کے دہنے بائیں ساتھ ہو لئے۔ جب محافہ فوج کے سامنے پہنچا۔ فوج نہایت آداب و ادب سے تسلیم اور مجرا بجا لائی۔ بیگم صاحبہ کے جلو میں دو سَو اردا بیگنیاں برقعے پہنے ہوئے عربی گھوڑوں اور گجراتی بیلوں پر سوار تھیں۔ اور محافے کے پیچھے

آٹھ رتھ زردوزی سقرلات کی پوششوں کے تھے۔ اُن کو ناگوری بیل اُڑائے لیئے جاتے تھے۔ زنانی سواری کے آگے فرنگستانی سوار اور چھ سَو بھالے بردار اور سواری کے پیچھے چار سَو ہندوستانی سوار تھے۔

والدہ بیگم صاحبہ ایک عالیشان خیمہ میں اُتاری گئیں۔ مگر لڑائی بھڑائی کے خیال سے صرف دو روز قیام فرمایا۔ پھر واپس تشریف لے گئیں۔ اور نواب حیدر علیخاں مع فرزندان اُسی مقام تک ہمرکاب گئے۔ جہاں تک پہلے استقبال کو گئے تھے۔

قلعہ وانمباڑی سے انگریزوں کو نکال دینا مع اقرار نامہ

والدہ بیگم کو رخصت کرنے کے بعد وانمباڑی کی جانب کوچ ہوا اور ایک ایسے مقام پر جو جنگل جھاڑی کے نزدیک اور اونچے ٹیلے اور چشمے کے قریب واقع تھا فروکش ہو کر اُسی رات کو ایک ایسا دمدمہ بنا لیا جس پر بارہ توپیں چڑھ سکیں۔ اور ایک پلٹن مع چار ضرب توپ ویلور کا راستہ روکنے کو بھیجی گئی جو میل پر واقع تھا۔ اس رات کو فرنگستانی فوج کا افسر بیمار تھا۔ مورچہ بندی کی تعلیم نہ

کر سکتا تھا۔ اس لیئے نواب نے اُس کو رات بھر آرام کرنے کا حکم دیا اور خود سادہ طور پر وہیں بیٹھ کر مورچہ بندی کی تعلیم کرتا رہا۔ قلعہ پر سے تمام رات گولہ باری کی گئی کہ یہاں مورچہ نہ بننے پائے۔ لیکن نواب اپنے عزم سے باز نہ آیا اور خدا کے فضل پر بھروسہ کر کے خود ایک درخت کے نیچے بیٹھا ہوا ہر شخص کو لطیف باتوں سے رات بھر ہنساتا جگاتا رہا۔ اوپر کے گولے اکثر رائیگاں گئے۔ دمدمہ والوں کو کام سے نہ روک سکے۔ جب صبح کو وہ افسر آگیا تو نواب نے اپنے خیمے میں جا کر آرام کیا۔ نو بجے توپوں سے گولہ باری شروع ہوئی کپتان ٹر قلعہ کا حاکم تھا۔ وہ معمولی طور سے جواب دیتا اور گولے مارتا رہا۔ لیکن کوئی خاص چستی ظاہر نہ ہوئی۔ بلکہ بعد چند گھنٹے کے قلعہ کے برج سے ایک سفید جھنڈا اُڑایا گیا جو امان مانگنے کے لیئے اُڑایا جاتا ہے۔ تب اُس طرف سے گولہ باری موقوف ہوئی۔ اور حاکم قلعہ نے ایک لفٹنٹ کو ایلچی بنا کر نواب کے سپہدار انگریزی کے پاس روانہ کیا۔ آخر میں نواب نے یہ ارشاد کیا کہ صلح اس شرط پر منظور ہے کہ وہاں کا حاکم اور سارے انگریز سردار اور سپاہی انگریزوں کی طرف سے برس دن تک نواب کے ساتھ نہ لڑیں اور نہ اُس پر ہتیار اُٹھائیں آخر کار انگریزوں میں مشورہ ہو کر یہ بات منظور کی گئی اور ایک اقرار نامہ نواب حیدر علیخاں کو لکھ دیا کہ آیندہ ایک سال تک ایسا نہ ہوگا اور دوسرا اقرار نامہ سال بھر تک کے ایفائے عہد کا نواب کیطرف سے لکھا گیا

اور اس وقت بڑی مہر موجود نہ تھی۔ اس لئے نواب کی دستی مہر کی گئی۔ اور انگریزوں نے قلعہ خالی کر دیا۔

بیان کیا گیا ہے کہ اس قلعہ کے حاکم نے اچھا مقابلہ نہ کیا۔ ورنہ ایک ہزار سپاہی ہندوستانی اور تیس انگریز اور چودہ توپیں موجود تھیں اور کسی قسم کے اذوقہ کی کمی نہ تھی۔ الغرض نواب نے ایک پلٹن اس قلعہ کے انتظام کو چھوڑ کر قلعہ آنبور کا قصد کیا۔

قلعۂ آنبور پر جنرل اسمتھ اور نواب کی فوجوں سے مقابلہ اور راز سازش انگریزی کا افشاء

یہ قلعہ تین علیحدہ علیحدہ قلعوں پر مشتمل ہے۔ ایک بالائے کوہ دوسرا اس سے اتر کر۔ تیسرا شہر کے اندر۔ پہلے قلعہ کی دیکھ بھال میں نواب کے قریب یک گولہ آ پڑا۔ مگر نواب نے مع سواروں کے دیکھ بھال موقوف نہ کی۔ اور ندی کے پار پہاڑوں کے سلسلہ میں جو میدان نو میل لانبا اور قریب نصف کے چوڑا ہے کیمپ قایم کیا

اور بانس کی سیڑھیاں بنانے کو حکم دیا +

چنانچہ سیڑھیاں بنکر تیار ہو گئیں۔ اور گرانڈیل سپاہی بڑے صبر کو لیکر چپ چاپ اپنے موقع سے آگے رہے اور شام کے بعد توپیں بھی گھسیٹ لے گئے اور ندی کے سامنے خالی گڑھوں میں رکھدیں جو کنجان درختوں کے سامنے تھے۔ انگریز رات بھر ان گڑھوں پر گولے برساتے رہے۔ لیکن صرف ایک آدمی ضایع ہوا۔ ان کو اس انتظام کی خبر نہ تھی۔ صبح ہوتے ہی جب وہ حوائج ضروری میں مصروف ہوئے۔ بہادران حیدری نہایت چالاکی سے سیڑھیاں لیکر حصار قلعہ تک پہنچ گئے اور حصار پر چڑھکر جھنڈیاں اڑانے لگے۔ ہر چند قلعہ سے گولہ باری جاری تھی۔ لیکن یہ اپنے کام سے باز نہ آئے۔ اس کے ساتھ ہی نواب کے سواروں نے شہر آبنور کو لوٹنا شروع کر دیا۔ اس حالت کو مشاہدہ کرکے قلعہ سے توپ چلنا بند ہوا۔ یہ قلعہ شہر کے اندر واقع تھا۔ دن بھر لوٹ مار ہوتی رہی۔ شام کو ایک انگریزی گولنداز جو قلعہ چھوڑ کر بھاگتا تھا۔ خبر لایا کہ آج ہی رات کو اس قلعہ کی فوج اور قلعدار دوسرے قلعہ میں چلے جائیں گے۔ بالفعل وہ اس فکر میں ہیں کہ عمدہ اور قیمتی چیزوں کو نکال لے جائیں اور باقی جلا دیں +

اب پر سیڑھیوں کے ذریعہ سے زبردست حملہ کیا گیا۔ ۲۵ سپاہی ایک ہندوستانی عہدہ دار اور چھ انگریز جن میں دو زخمی

تھے۔ اسیر ہوئے۔ اور اٹھارہ ضرب توپ برنجی تین ہزار بندوقیں اور بیشمار گولے گولیاں ہاتھ آئے ✦

اب حیدر علیخاں نے اُس قلعہ کی نسبت خیال دوڑایا جو تیہا پر واقع تھا۔ لیکن اُس کا لے لینا مشکل تھا۔ کیونکہ اسوقت اسکے پاس بڑے بڑے آلات موجود نہ تھے۔ تاہم نواب نے شہر کی ایک خندق پر دمدمہ بندھوا کر توپیں چڑھوا دیں۔ اگرچہ اس کام کے پورا ہونے تک کئی توپچی قلعے کی توپ سے اُڑ گئے مگر کام پورا کیا گیا۔ لیکن سترہ روز کی گولہ باری پر بھی کوئی نتیجہ محسوس نہ ہوا اس میں خبر آئی کہ انگریزی فوجیں ویلور میں جمع ہو کر یہاں یلغار مارنا چاہتی ہیں۔ اس خبر کو سُنتے ہی نواب اُس سے کنارہ کش ہو کر وانمباڑی کو آگیا۔ اُس کو خیال تھا کہ انگریز پیچھا نہ کرینگے اسلئے سواروں کو پیچھے چھوڑ آیا ✦

ادھر جنرل اسمتھ چھبیس ہزار فوج کے جماؤ سے آ پہنچا جس میں گورہ سپاہی پانچ ہزار تھے۔ نواب کو توپ کے دو فیروں سے اطلاع دی گئی کہ غنیم آ پہنچا ✦

نواب کو خیال تھا کہ مدراس میں صلح کی منظوری ہو گئی ہوگی اور جنرل اسمتھ بھی صلح کو مفید جانتا تھا لیکن کونسل مدراس نے اُسکو منظور نہ کیا۔ اور آخرکار جنرل اسمتھ اور نواب حیدر علیخاں کی فوجوں میں مقابلہ ہو گیا۔ اور فرنگستانی سوار ملازم حیدری نہایت

چالاکی سے پیشقدمی کو آگے بڑھے۔ معرکۂ جنگ میں اُن کا افسر گھوڑے سے گر گیا جس کو انگریزی فوج نے گھیر لیا اور اپنی خیمہ گاہ میں پہنچا دیا۔ لیکن اس کے ساتھ والے انگریزی سواروں نے اُس کے گر جانے کی کچھ پرواہ نہ کی۔ یہ افسر فرانسیس تھا۔ جنرل اسمتھ نے اُس فرنچ افسر کی بڑی عزت کی اور اپنے خاص خیمہ میں رکھ کر اُس سے کہا کہ اس کوچ سے غرض ہماری یہ تھی کہ نواب کے لشکر سے فرنگستانی لوگوں کو بھاگ کر ہمارے لشکر میں آجانے کا موقع ملے جس کے لئے بہت دنوں سے سازش ہو رہی تھی اور وہاں سے کوچ کر اُس راہ پر جو آنبور کو گئی ہے ندی سے ڈیڑھ میل آگے کیمپ قایم کیا گیا۔

اور ایک کمینہ۔ احسان فراموش۔ دغاباز۔ مکار انگریز نے جو جراحی اور ڈاکٹری کا پیشہ کرتا تھا ایک فرنچ افسر اور کئی پادریوں کو مدراس اور پانڈیچری سے لامذہبی مواخلت سے نواب حیدر علیخاں کی فرنگستانی سپاہ میں منافقت اور برگشتگی کا مادہ پیدا کر دیا۔ اور اُن کو چپکے چپکے انگریزوں سے ملجانے پر آمادہ کر لیا۔ نواب کو بھی یہ راز معلوم ہو گیا۔ مگر وقت زیادہ تنبیہ کا نہ تھا۔ اس لئے خموشی سے کام لیا اور ان دونو مکاروں کو اپنی فوج سے دور کیا۔

نظام علیخاں کا تعلق انگریزوں کے ساتھ

جب نظام علیخاں (حسب صراحت بالا) نواب حیدر علیخاں سے رخصت ہوئے تو کڑپہ کو تشریف لے گئے۔ وہاں سے نواب رکن الدولہ (مختار کل) نے اپنے رشتہ دار نواب محمد علیخاں کو لکھا کہ میں نے بڑی کوشش سے نواب نظام علیخاں بہادر کو حیدر علیخاں سے علیحدہ کرپایا ہے۔ اب اگر آپ کہیں اور انگریز چاہیں تو میں بطور سفیر مطلق کے مدراس آؤں۔ اس پیام مسرت انجام کے سنتے ہی محمد علی خاں نے جواب دیا ؎

گر بر سر و چشم من بیائی
در چشم کشم کہ توتیائی

اور صاحبان کونسل کی طرف سے اشتیاق نامہ لکھا گیا۔ اس پر رکن الدولہ مع رام چند سردار مرہٹہ کے جو نظام علیخاں کے رفقائے خاص میں تھا مدراس جا پہنچے۔ انگریزوں کی طرف سے بڑی آؤ بھگت ظاہر کی گئی۔ تب اُن دونو وکیلوں نے نواب نظام علیخاں بہادر کی طرف سے اُس جگہ کی مالکی اور آرکاٹ کی نوابی نواب محمد علیخاں کے نام لکھکر اُس سند پر اپنے دستخط کردئے۔ اور نظام کی جانب سے مچھلی بندر کی شمالی چار سرکاریں مع شہر انگریزوں کے نام بعوض حسن خدمات

لکھ دیں۔

پھر مدراس سے دو رکن کونسل حیدرآباد گئے وہاں نظام علیخاں نے اُن کی خاطر خواہ تعظیم کی اور چلتے وقت بیش قیمت چیزیں اور قیمتی تحفے اُن کو اور گورنر مدراس کو عنایت کئے۔ وہ مدراس آگئے۔ اور مرارو راؤ سردار مرہٹہ جو سرا کے اُس طرف ایک چھوٹی ریاست کا مالک تھا ڈھائی ہزار سوار اور تین ہزار پیادہ لیکر انگریزی لشکر میں آ داخل ہوا کیونکہ ان دنوں انگریزوں نے جابجا سے کمک طلب کی تھی۔

جنرل اسمتھ کا صلح میں کوشش کرنا اور ناکام رہنا اور کرنل اوڈ کا شریک کیا جانا

جنرل اسمتھ نے پچھلی لڑائیوں اور نواب حیدر علیخاں کی کثرت فوج اور معرکہ آرائیوں کی مفصل رپورٹ کونسل مدراس کو لکھ کر رائے دی کہ نواب سے صلح ہو جانا بہتر ہے۔ لیکن کونسل نے منظور نہ کی اور جنرل اسمتھ کو یہ حکم دیا کہ تم اپنی فوج کے دو حصے کر کے نصف

حصہ کرنل اوڈ کے سپرد کر دو تاکہ وہ گھاٹیوں کے مسلسل قلعوں کی فتح و تسخیر کا کام جاری رکھے۔ اور تم نصف فوج سے نواب حیدر علیخاں کا مقابلہ کرتے رہو۔

جنرل اسمتھ نے اس حکم کی تعمیل کی۔ یعنی نصف فوج کرنل اوڈ کو سپرد کر دی۔ کرنل اوڈ نے اکثر مقامات کو جہاں ایسی فوج کے مقابلے کا سامان اور ایسی باقاعدہ فوج نہ تھی جلد جلد فتح کر لیا۔

مدراس میں ان فتحوں سے خوشی کے باجے بجنے لگے۔ اس میں سنا گیا کہ بمبئی سے آٹھ ہزار جہازیوں نے جا کر منگلور فتح کر لیا اور تین سو ضرب توپ بھی اُن کے ہاتھ آگئیں۔ پھر تو انگریزان مدراس کی خوشی کی حد نہ رہی فوراً قلعہ سینٹ جارج سے ایک سو ایک فیر خوشی کے داغے گئے۔

حیدر علی خاں کی آمادگی۔ اور انگریزوں کا عزم تسخیر بنگلور

جب منگلور میں انگریزی لشکر کے اُترنے کی خبر نواب حیدر علیخاں کو پہنچی وہ باوصف نہایت پریشانی کے مستقل مزاج رہا۔ اور بنگلور اور سرا اور سرینگ پٹن کی فوجوں کو حکم دیا کہ وہ فی الفور کنٹرے کی

طرف روانہ ہوں۔ اور ٹیپو سلطان تین ہزار سوار جرار لیکر روانہ ہوگیا اور خود نواب تین ہزار گرانڈیل سپاہی اور کئی ضرب توپ اور بارہ ہزار سوار لیکر اُس طرف کا عازم ہوا باقی افواج کی سپہ سالاری میر مخدوم علیخاں کو سپرد کرکے ارشاد کیا کہ تم جنرل اسمتھ اور کرنل اوڈ سے سمجھتے رہو +

اُدھر مدراس کی کونسل نے کرنل گال۔ نواب محمد علیخاں۔ مسٹر ماکس کو منگلور کی مہم پر مامور کیا اور سولہ غبارے اور ۳۵ توپ کلاں اور پچاس توپ خورد مع سامان ضروری اُن کے ساتھ کردیں۔ لیکن مدراس سے منگلور تک اسی فرسنگ کا فاصلہ ہے اس لئے ان کو باربرداری وغیرہ کی کمیابی سے کئی جگہ توقف کرنا پڑا +

جنرل اسمتھ اور میر مخدوم علیخاں کی معرکہ آرائی

جنرل اسمتھ جو بنگلور کے محاصرہ کا عزم کر رہا تھا اُس نے خیال کیا کہ اُس سے پہلے ان قلعوں کو فتح کرلینا ضرور ہے جو درمیان میں حایل ہیں تاکہ بنگلور تک رسد وغیرہ پہنچنے کے لئے راستہ صاف ہوجائے اس خیال سے اُس نے پہلے قلعہ کو اس چالاکی سے حاصل کیا

کہ میر مخدوم علیخاں کے ایک قاصد کو گرفتار کرلیا جو قلعدار کے نام اس مضمون کا خط لئے جاتا تھا کہ آج ہی پانسو آدمیوں کی کمک پہنچے گی مطلع رہو۔ اور وہ خط اپنے سوار کو حیدری فوج کی وردی پہنا کر اُس قلعدار کے پاس بھیج دیا اور کہہ دیا کہ یہ کمک پچھلی رات کو آئیگی۔ چنانچہ پچھلی رات کو انگریزی فوج گئی۔ قلعدار نے دروازہ کھول دیا۔ اُس فوج نے اندر جاکر قبضہ کرلیا۔ لیکن میر مخدوم علیخاں نے چند روز بعد اس فریب کا یُوں بدلہ لیا کہ اپنے ہندوستانی سواروں کو جو انگریزی نوکری چھوڑ کر حیدری فوج میں ملازم ہوگئے تھے۔ انگریزی سواروں کی نیلی وردی پہنا کر حکم دیا کہ قلعہ کے میدان میں نمایاں ہوں اور ایک شخص کو جو انگریزی زبان سے خوب واقف تھا ایک چھوٹا افسر بنا کر اُس قلعہ کے قلعدار کے پاس بھیجا تاکہ بیان کرے کہ حیدری سواروں کے ایک بڑے غول نے ہمارا پیچھا کیا ہم بہزار خرابی وہاں سے بھاگ نکلے اب ہمارا رسالدار مع ساتھیوں کے اس نواح میں آیا اور مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ شفقت کی راہ سے ہم کو اپنے قلعہ میں لے لیں۔ وہاں یہ باتیں ہورہی تھیں کہ پہلے وہی نیلی وردی والے سوار قلعہ میں داخل ہوگئے۔ اُن کے بعد دوسرے سواروں نے حملہ کردیا اور قلعہ واپس لیا جنرل سمتھ نے پچھلی رات کو وہ کارروائی کی تھی۔ میر مخدوم علیخاں نے پچھلے دن کو یہ کارروائی کی۔

اُدھر کرنل اوڈ نے کئی قلعوں کا محاصرہ کر رکھا تھا لیکن کسی طرح سے کامیاب نہ ہوتا تھا اس لئے اُس نے مدراس سے اَور کمک طلب کی تھی۔ اسی عرصہ میں وہ دار ما پوری کے قلعہ کا محاصرہ کرکے گولے مارتا تھا اور پایندہ خاں قلعدار نہایت مردانگی سے اُس کو روک رہا تھا۔ اُس میں گولوں سے قلعہ کی دیوار گر گئی تب اُس نے امان کا سفید نشان کھڑا کیا۔ لیکن کرنل اوڈ کی فوج نے قلعہ میں داخل ہو کر قتل عام کر ڈالا اور قلعہ پر قبضہ کر لیا +

کچھ دنوں بعد میر مخدوم علیخاں نے دار ما پوری کے مظلوموں کا یوں بدلا لیا کہ ویلور کے میدان میں انگریزی سپاہیوں کی پوری پلٹن کا قتل عام کروا دیا۔ قصہ مختصر بعد تسخیر قلعہ دار ما پوری کے کرنل اوڈ کی فوج حسب الحکم کونسل مدراس جنرل اسمتھ کی فوج سے جا ملی تب جنرل اسمتھ نے بنگلور کی طرف کوچ کیا اور اُسکے قریب کے کئی قلعوں کو مثل کولار ہکوٹہ وغیرہ کے لے لیا اور بہت کرخاص طور پر ذخیرہ گاہ بنایا

دیونہلی کے باشندوں پر جنرل اسمتھ کی مہربانی سے

نواب حیدر علی خاں کا خوش ہونا

جب جنرل اسمتھ ہکوٹہ میں پہنچا۔ تو باشندگان دیونہلی نے اپنے

دو وکیل مع زر پیشکش اُسکی خدمت میں بھیجے۔ وکیلوں نے عرض کی کہ یہ قلعہ اور قصبہ نواب حیدر علیخاں کا جائے ولادت ہے اس سے وہ سب قلعوں پر برتری رکھتا ہے۔ جنرل اسمتھ نے شریفانہ جواب دیا کہ میں ان مراتب کا لحاظ رکھوں گا بلکہ میں ایک ایسی سند دیتا ہوں جس سے تمام انگریزی عہدہ دار اس کا لحاظ رکھیں یہ کہہ کر اُس نے ایک کاغذ میں لکھ دیا کہ یہ شہر اور قلعہ اور اس کے آس پاس کی بستیاں انگریزی تاخت تاراج سے محفوظ رہیں۔ اور وہ روپے واپس کردئے اور اپنی فوج کو حکم دیا کہ خبردار ان مقامات میں کسی طرح کی زیادتی نہ ہونے پائے +

جنرل اسمتھ کی اس شریفانہ انسانیت نے نواب کے دل میں جنرل کی سچی عزت کو بہت زیادہ بڑھا دیا۔ اور نواب نے دو راس اسپ بی جڑاؤ زین سمیت جنرل اسمتھ کو بطور شکریہ روانہ کئے +

تسخیر منگلور کے بعد حیدر نگر کا عزم

افواج بمبئی کے سپہ سالار نے منگلور کو مسخر کر لینے کے بعد حیدر نگر کو لینے کا عزم کیا۔ اور اس عزم سے کونسل بمبئی کو اطلاع دی اور روانہ ہو گیا۔ اب اُن ا ۱ تو پوں کا چھوٹنا صحیح ہوا +

ٹیپو سلطان کا منگلور پر آپڑنا اور انگریزوں کو ہزیمت دینا

شاہزادہ ٹیپو سلطان انگریزی فوج کی یورش اور باپ کی مشکلات کو معلوم کر کے شباب کے جوش اور بہادری کے خروش میں بنگلور چھوڑ ایلغار کرتا ہوا کنڑے کی سرحد میں آ پہنچا۔ خوفزدہ دنیا کی ڈھارس بندھ گئی۔ شاہزادہ نے اُن کی تشفی کی اور ساری فوج کو جو مختلف صوبوں سے اُس جگہ اکٹھا ہوئی تھیں اپنی فوج کا شریک کر کے منگلور کی جانب کوچ کیا۔ اور نہایت پُرجوش و خروش جنگی باجے بجواتا اور ہزاروں بیرقیں اُڑاتا منگلور پر جا پڑا اور جاتے ہی فوج انگریزی میں بھل چل ڈال دی۔ سپاہیوں کو تلوار کے گھاٹ اُتارا۔ انگریز خیموں سے نکل نکل شہر میں چھپے گئے۔ فوج میں بھگدڑ پڑ گئی۔ بھاگنے والوں نے شہر کا رُخ کیا۔ شاہزادہ نے اُن کا تعاقب کر کے بہتوں کو قتل کیا۔ پھر انگریزی چھاؤنی کا تمام اسباب لوٹ لیا گیا۔ شہر میں بھی لوٹ جاری ہوئی۔ ٹیپو کی فوج نے انگریزوں کا سامنا کرنے میں جی چُرایا اور اُن کی بزدلی تھی اس لئے وہ ذلیل نہایت سمجھے گئے۔

اس لڑائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزوں نے ایسی شکست کھائی کہ ان کے بہت ہی تھوڑے آدمی بچ کر جہاز پر پہنچ سکے - مگر وہاں بھی نہ بچ سکے - اور تین جہاز جو رسد لانے پر مقرر تھے گرفتار ہوگئے اس گرفتاری میں ایک جنرل چوالیس[۴۴] عہدہ دار اور چھ سو تینتالیس[۶۴۳] انگریزی عہدہ دار اور چھ ہزار ہندوستانی سپاہی مع اسلحہ و اسباب گرفتاری میں آئے +

یہ بڑی فتح منگلور کے نکل جانے سے آٹھ روز بعد ظہور پذیر ہوئی - اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ انگریزی جنرل فتح منگلور کے منصوبہ میں رہ کر چاروں طرف کا راستہ بند کرنے سے غافل رہا جس سے ٹیپو سلطان اور حیدرعلیخاں کی فوجوں کو بے روک ٹوک وہاں پہنچنے اور اس آفت برپا کرنے کا موقع مل گیا +

بہرحال ٹیپو سلطان نے یہ ایسی نمایاں فتح حاصل کی جس نے بہت بڑی بات رکھ لی +

حیدرعلیخاں نے سُنا کہ بہادر فرزند منگلور کی طرف گیا ہے تو وہ بھی اپنا کام چھوڑ کر یلغار مارتا ہوا آیا - یہاں اُس دن شام کو پہنچا جب لڑائی فتح ہو چکی تھی - بہادر فرزند کے ڈیرہ میں گیا بہادر فرزند نے قیصر جولیس کی طرح ان تین باتوں میں آیا، موقع دیکھا - میدان مار لیا - ساری روئداد بیان کر دی - یہ سُنکر اولوالعزم باپ نے بہادر بیٹے کو گلے سے لگایا اور دیر تک لگائے رکھا - کہتے ہیں

کہ حیدر علیخاں نے جب فرزند کو دفورِ محبت سے آغوش میں دبایا تو جوش مسرت سے اُس کے آنسو نکل پڑے تھے اور اُس کا چہرہ فرزند کی بہادری پر ایک فخر کا اظہار کر رہا تھا۔ پھر اُس نے فرزند پر زر و جواہر نثار کیئے۔ مسکینوں کو کھانا کھلایا۔ فوج کو شاباش دی اور سب کو کہا انعام دیگر تمام فوج کی دعوت کی اور جشن منانے کا حکم دیا اور خود انکے ساتھ شریک جشن ہوا +

منگلور کے پرتگیز سوداگروں سے حیدر علیخاں کی مزاحمت

پرتگیز سوداگر مدت سے منگلور میں بستے اور حیدر علیخاں کی حمایت میں رہتے تھے مگر جب انہوں نے انگریزوں کا غلبہ دیکھا تو وہ اس طرف کو ڈھل گئے۔ اور انگریزوں کو مدد دینے لگے۔ حیدر علیخاں نے یہ معلوم کر کے تین پادریوں کو طلب کیا جو منگلور میں رہتے تھے اور اُن سے سوال کیا کہ جو لوگ اپنے آقا و حاکم کے ساتھ دغا اور عہد شکنی کریں اُنکی کیا سزا ہے۔ پادریوں نے جواب دیا کہ ایسے لوگ قتل کے لایق ہیں۔ تب اُس نے کہا کہ مذہب اسلام اتنی سختی پسند نہیں کرتا۔ لیکن جو لوگ اپنے کو انگریز کہتے ہیں تو اُن کا مال و اسباب انگریزوں کو

دیا جائے گا اور یہ قید رہیں گے۔ یہ حکم دیکر اور منگلور کا انتظام کرکے بنگلور جانے کی تیاری کی۔

جنرل اسمتھ کی سرگذشت

جن دنوں میں نواب منگلور سے دور تھا تو جنرل اسمتھ نے فرصت پاکر سب لوازمہ درست کیا۔ اور مدراس سے نواب محمد علیخاں اور دو رکن کونسل اور مرار راؤ بھی آگئے۔ لیکن گیہوں چاول وغیرہ سامان اذوقہ کی کمی تھی جو مدت محاصرہ قلعہ بنگلور تک کے لئے ناکافی تھی۔ مرار راؤ سردار مرہٹہ نے صاحبان کونسل کو یہ صلاح بتائی کہ پہلے قلعہ کوچک بالاپور کا محاصرہ کیا جائے۔ جب وہ ہاتھ میں آجائیگا تو دو طرف سے رسد کا موقع مل جائے گا۔ یہ صلاح کونسل والوں نے پسند کی اور اب جنرل اسمتھ تھوڑی سی فوج واسطے نگہبانی قلعہ اور اسباب شوراسنے ہکوٹہ میں چھوڑ بالاپور کی طرف روانہ ہوا۔ وہ تو اس طرف کو گیا۔ ادھر نواب حیدر علیخاں نے خبر پاکر ہکوٹہ کا عزم کیا اور صبح سے پہلے وہاں پہنچ کر انگریزوں کے بنائے ہوئے پشتوں اور خندقوں کو جو قلعہ کے گرد بنائے تھے اپنے قبضہ میں کرلیا۔ اور انگریزی فوج کے فرنگستانی اور ہندوستانی سپاہی جو وہاں بیمار پڑے تھے ان پر بھی اپنا پہرہ لگا دیا۔ اور چونکہ وہ نواب

محمد علیخاں کو ایک بزدلا آدمی جانتا تھا اس لیئے اُس نے اُسکے گھبرا دینے کو محاصرہ قلعہ کی تیاری شروع کردی۔ اور اُس کے نوکروں کو نواب محمد علیخاں کے گرفتار کرا دینے کا لالچ دیا۔ اور اسکے اکثر لوگوں کو اشرفیاں انعام میں دیکر آیندہ کو بعد فتح انعام مزید کا متوقع کیا۔ نواب محمد علیخاں کو بھی اس کارروائی کی اطلاع ہوئی وہ گھبرا گیا۔ اور اس نے کرنل لال کی مرضی کے خلاف جنرل اسمتھ کو یہ فرمان بھیجا کہ تم بانپور کے محاصرے سے دست بردار ہو کر یہاں آجاؤ۔ چنانچہ جنرل اسمتھ اپنی فوج سمیت واپس آگیا۔ اور اب نواب محمد علیخاں نے مدراس جانے پر زور دیا۔ لیکن نواب محمد علیخاں کا بغیر فوج کثیر مدراس پہنچنا ممکن نہ تھا۔ لاچار جنرل اسمتھ نے اپنا سب سامان ملوکہ جیتہ میں چھوڑ دیا۔ اور نواب محمد علیخاں اور کرنل لال کو اپنی فوج کے ساتھ لے نکلا تاکہ وہ بخیریت تمام مدراس پہنچ جائیں یہ سُنکر نواب حیدر علیخاں نے جنرل اسمتھ کا تعاقب کا سامان کیا

مرزا علیخاں کا نادم ہو کر پھر آ ملنا

ناظرین اوپر پڑھ چکے ہونگے کہ نواب حیدر علیخاں کے سالے میرزا علیخاں صوبہ سرا نے مرہٹوں سے ملکر کیسی بیوفائی کی تھی جو اُس کے ہوش درست ہوئے اور اُس نے سُنا کہ میرا سرپرست

بھائی ایک بڑی پریشانی میں مبتلا ہے۔ بیس ہزار جوان ساتھ لے حیدر علیخاں کے لشکر سے دو فرسنگ پر آموجود ہوا۔ جہاں میر مخدوم علیخاں ٹھیرے ہوئے تھے۔ وہاں میر مخدوم علیخاں کے خیمہ میں جاکر اپنے گذشتہ قصور پر اظہار ندامت اور خجالت کرکے درخواست کی کہ مجھ کو نواب تک لے چلیں۔ اب مجھ کو جدائی کی تاب نہیں چنانچہ میر صاحب اپنے ساتھ لے گئے۔ اور نواب کے حضور میں پیش کیا۔ میرزا علیخاں جاتے ہی پاؤں پر گر گیا۔ نواب نے اُس کا سر اُٹھا کر چھاتی سے لگایا۔ اور معذرت قبول کی۔ اس طور سے نواب کو ایک زبردست بازو اور مل گیا +

اور نواب نے ویلور تک جنرل اسمتھ کا پیچھا کرکے اپنی جنگی کا طور بدل دیا یعنی سواروں کے تین حصے کرکے ایک کی سپہ سالاری اپنے ہاتھ میں لی۔ دوسرے کی سرداری میر مخدوم علیخاں کو دی۔ تیسرا حصہ میرزا علیخاں کے سپرد ہوا +

ایسے ہی مدراس کے کونسلیوں نے بھی انگریزی فوج کی تین ٹکڑیاں بنائیں۔ اُن میں ایک ٹکڑی چار ہزار سپاہ کی کرنل فرنجن کو دی گئی اس میں چھ سو جوان فرنگستانی تھے۔ اس سے پہلے وہ کبھی حیدر علیخاں سے معرکہ آرا نہ ہوا تھا۔ ساتھ والوں نے کہا کہ آپ کو اپنی فوج جنگل میں رکھنی چاہیے مگر وہ نہ مانا۔ اور کہا کہ دیکھو میں کیا کرتا ہوں۔ اور فوج کو صف بستہ لے چلا اُدھر سے

حیدری سواروں نے بڑھ کر باڑہ مارنا شروع کی پھر نیزہ اور تلواروں پر دھر لیا۔ تھوڑی دیر میں صف بندی ٹوٹ گئی۔ ...... سپاہی بھاگنے لگے۔ یہ حال دیکھ کر کرنل مذکور بھی اپنا گھوڑا دوڑا کر نکل گیا۔ پچاس سے زیادہ عہدہ دار قتل ہوئے یا گرفتار کر لئے گئے کپتان ...... بھی پکڑا گیا جس نے قلعہ وانمباڑی میں قول دیا تھا کہ ہر میں روز تک ہتھیار نہ اٹھاؤنگا اور فوج حیدری کا مقابلہ نہ کرونگا اُس کو میر مخدوم علیخاں کے حکم سے پھانسی دیدی گئی +

اور نواب حیدر علیخاں کرنل ...... وڈ کی پشت پر آپہنچے جو ...... سپاہی لیکر تھیا گڑھ کے نزدیک آپہنچا تھا اور اُس کو ایسا تنگ کیا۔ کہ وہ جنگل میں پناہ لینے پر مجبور ہوا اور کرنل مذکور کے ...... یلوانیسور کی افسری ایک متوالی شرابی کپتان کے ہاتھ میں چھوڑی

شرابی کپتان کی حکایت

کرنل اوڈ جس نے اس شرابی کپتان کو قلعہ یلوانیسور کی افسری سپرد کی تھی روز شراب پیتا اور چین کرتا۔ اتفاق سے نواب حیدر علیخاں بھی مع رسالۂ سواران و توپخانہ کے آگیا شرابی کپتان نے اُس کو خیمہ زن دیکھ کر اپنا گھوڑا اٹھایا اور خیمہ گاہ میں در آیا۔ اور نواب کے سامنے پہنچ کر عرض کی کہ آپ بادشاہ ہند

میں اس قلعہ کا ٹون میجر ہوں۔ اور ہر طرح سے حراست وحفاظت قلعہ پر جانثار لیکن قلعہ میں شراب نبڑ گئی ہے۔ اگر حضور کی نوازش سے شراب مل جائے تو یہ بے لطفی دور رہو۔ نواب نے اُس کو ایک متوالا انگریز سمجھ کر حکم دیا کہ اس کو علیحدہ خیمہ میں لے جاؤ اور طرح طرح کی شرابیں پلاؤ۔ چنانچہ جب وہ اُس نشہ میں غرقاب ہو گیا۔ تو اُس سے کہا گیا کہ اب تم یا تو قلعہ ہمارے سپرد کر دو یا اپنی پھانسی پر راضی ہو۔ اُس نے کہا کہ اچھا میرے نایب کو بلاؤ۔ چنانچہ نایب بلایا گیا۔ جب وہ آگیا تو اُس سے قلعہ حوالہ کر دینے کو حکم دیا۔ اور سپردگی قلعہ کی باقاعدہ چٹھی لکھ دی۔ اُس نے سواران حیدری کو قلعہ سپرد کر دیا اور حیدری قبضہ ہو گیا +

اونز ٹیپو سلطان اور میرزا علیخاں نے سب قلعے جو انگریزوں کے قبضے میں چلے گئے تھے۔ خوبکشی سے واپس لئے۔ صرف ایک بکوٹہ باقی رہ گیا۔ جس کو جنرل اسمتھ نے بہت زیادہ مضبوط کر دیا تھا اور وہاں فوج کی کافی تعداد مع اتواپ کثیر کے موجود تھی +

اب اس قلعہ کو نواب نے مصالحت سے حاصل کرنا مناسب جانا۔ تاکہ بیفایدہ طرفین کا زیادہ نقصان اور کشت وخون نہ ہو +

ولایت سے مسٹر ڈپری سابق رکن کونسل مدراس کا گورنر ہو کر آنا اور نواب حیدر علی خاں کے ساتھ مصالحت کا فرمان لانا

اس حالت میں کہ نواب حیدر علیخاں اور ٹیپو سلطان اور میر مخدوم علیخاں اور میرزا علیخاں انگریزی فوجوں کو جابجا تنگ کر رہے اور اپنا بدلا لے رہے تھے۔ انگلستان سے ایک جہاز آیا جس پر مسٹر ڈپری مدراس کا سابق کونسل بھی آیا جو بڑا صاحب فراست مشہور تھا۔ تاکہ [illegible]ء کا بندوبست اپنی راے سے کرے اور بادشاہ کا ایک فرمان اپنے ساتھ لایا۔ اُس کا مضمون یہ تھا۔ کہ مدراس کے گورنر اور کونسلیوں کو واجب اور لازم ہے کہ نواب حیدر علیخاں کے ساتھ دوستی اور آشتی کی بنا قایم کریں اور اُسکی شرایط صلح مان لی جائیں کیونکہ مدراس سے جو تحریریں جاتی تھیں

اُن میں یہی لکھا جاتا تھا کہ اب ہم فتح کرتے ہیں یا اب یہ فواید حاصل ہونے والے ہیں مگر کوئی مفید نتیجہ ظاہر نہ ہوتا تھا اس لئے عقلائے انگلستان نے جو کمپنی کے دانا سرپرست تھے حیدر علی کے ساتھ صلح کرلینے کو بہتر جانا۔ چنانچہ مسٹر ڈیری نے مدراس سے ایک وکیل پیغام صلح دیکر نواب حیدر علیخاں کے پاس روانہ کیا۔ نواب نے جواب دیا کہ میں وہیں (مدراس) آتا ہوں وہیں صلح نامہ لکھا جائے گا۔ اس جواب سے یہاں بڑی ہل چل پڑ گئی اور گورنر نے حکم دیا کہ جنرل اسمتھ اور کرنل اوڈ کی فوجیں اطراف مدراس میں آجائیں اُدھر نواب بہادر پانڈیچری۔ گوڈلور کے قریب سے کولنٹر کے نواح میں جا پہنچا جو مدراس سے سات فرسنگ ہے۔ پھر وہاں سے سیدھا راستہ چھوڑ دوسری طرف سے گھوم کر دفعتاً مع فوج و توپخانہ کے مدراس کے دروازہ پر پالیکیٹ کی طرف آپہنچا۔ اور اپنے ایک معتمد کی معرفت کونسل مدراس کو اپنے سلام شوق کے ساتھ کہلا بھیجا کہ اب جو شرطیں طے کرنا ہوں وہ کرلی جائیں۔ صاحبان کونسل نے مسٹر ڈیری کو جو نیا گورنر مقرر ہوا تھا اور گورنر سابق کے بھائی بوشیر کو وکیل بنا کر بھیجا۔ نواب حیدر علیخاں نے نہایت احترام سے ان کو لیا اور کمال اخلاق و محبت سے پیش آیا

دل را بدل رہیست درایں گنبد سپہر

ازسوے کینہ کینہ و زسوے مہر مہر۔

آخر کو بعد کلام شوق یہ بات ٹھہری کہ آیندہ سرحد مدراس میں جنگ و جدال واقع نہ ہو۔ اور حیدر علیخاں لفٹینٹ طامس کے بیٹا کو اپنی چھاؤنی مقرر کرنے کا وعدہ فرمایا زاں بعد ۱۵۔ اپریل ۱۷۶۸ء کو دو عہدنامے لکھے گئے ۔

پہلا عہدنامہ

بادشاہ کیواں بارگاہ انگلینڈ اور نواب گردوں جناب حیدر علیخاں کی رعایا ایک دوسرے سے مل جل رہیں گی۔ طرفین کے قیدی چھوڑ دئے جائیں گے۔ سوداگری اور بیوپار کے کاروبار بطور امن کے جاری رہیں گے اُن پر دست درازی اور روک ٹوک نہ ہوگی ۔

دوسرا عہدنامہ

نواب محمد علیخاں قلعہ کہوڑ کو جلد چھوڑ دیں گے۔ اور توپخانہ اور ہتیار اور جو سامان قلعہ میں ہے جوں کا توں کارپردازان حیدری کو سپرد کر دیا جائیگا اور شہر کو موجودہ حالت پر برقرار چھوڑا جائے گا۔ قلعہ دار کہوڑ وہاں سے جلد کرناٹک کو روانہ ہو جائے۔ اور نواب محمد علیخاں چھ لاکھ روپیہ سال بہ سال نعلبندی کا ادا کرتے رہیں اور

پہلے سال کا روپیہ ابھی دیدیں۔ اور جتنے رئیس ساکن آرکاٹ اسیر کئے گئے ہیں ان کو رہائی دی جائے کہ وہ جہاں چاہیں سکونت اختیار کریں +

کمپنی بہادر نے ان کاموں کے انجام پذیر ہونے کی کوشش میں ایک جہاز توپ والا نواب کو دیا اور وعدہ کیا کہ آپ جب چاہیں گے بارہ سو گورے آپ کو دئے جائیں گے +

مدراس کے صاحب کونسل نے اس مصالحت کی خوشی میں عمدہ تحایف نواب کے حضور میں پیش کئے۔ اور نواب کی طرف سے اُن کو نہایت قیمتی سامان اور بیش قیمت جواہرات عنایت ہوئے۔ اور انگلستان تک اس مصالحت کا اعلان ہو گیا +

اور نواب حیدر علیخاں مدراس سے روانہ ہو کر بکوٹہ پہنچے۔ وہاں احکام پہنچائے گئے تھے۔ قلعدار نے فوراً وہ قلعہ مع اتواپ واسلحہ سازوسامان کارپردازان نواب کے سپرد کر دیا۔ نواب نے ہر چیز کا ملاحظہ فرما کر اپنا انتظام قایم کیا۔ پھر شہر کا انتظام ضروری کر کے فوج کی تنخواہ برآیندہ تقسیم کی اور ہر ایک کو مناسب انعام دے کر رخصت کیا تا وہ سب اپنے اپنے گھروں پر جا کر ایک مہینہ آرام کریں۔ پھر تازہ دم ہو کر اگلی لڑائی کے لئے جو مرہٹوں سے چوتھ کی بابت ہونے والی ہے آمادہ ہوں +

یہاں موشیر مڈلت نامہ نگار فرانسیس کی روایتیں تمام ہوئیں +

مدافعت فوج مرہٹہ جو گوپال راؤ ہڑّا اور بابو رام پھڑنویس کی سپہ سالاری میں تھی

شروع ۱۷۸۶ء میں پونا کی ایک بڑی فوج گوپال راؤ ہڑّا اور بابو رام پھڑنویس کی سپہداری میں نواب حیدر علیخاں کے ممالک میں آن پھیلی۔ اور رعایا کو لوٹنے اور ملک کو تاراج کرنے لگی۔ نواب نے مدد کے لئے انگریزوں کو لکھا لیکن یہاں ایسی بات کو کون سُنتا تھا۔ نواب نے سرینگ پٹن سے ایک لشکر جرّار فیض اللہ خاں کی سپہ سالاری میں روانہ کیا۔ اس لشکر میں گولہ انداز فرانسیس تھے۔ فیض اللہ خاں نے فوج مرہٹہ کے سر پر پہنچ کر حیدری توپخانہ سے آگ برسانا شروع کی۔ فرانسیسی گولنداز وں نے ایسا کام کیا کہ مرہٹہ فوج کے ہوش و حواس جاتے رہے۔ اور ادھر اُدھر سے حیدری سواروں اور فوج پیادہ نے پیہم حملوں سے ایسا مرعوب و پریشان کیا کہ گوپال راؤ ہڑّا اور بابو رام پھڑنویس

اپنی پگڑیوں کی خیر منانے لگے۔ ہر وقت سواران حیدری کی تاخت یا شبخون کا دھڑکا لگا رہتا تھا۔ اُن کو آرام سے کھانا اور چین سے سونا مشکل ہو گیا اس لئے چند روز میں وہ دونو اپنی فوج واپس لے گئے۔

لیکن اس سے مرہٹوں کا عزم نہ ٹوٹا اور دوسرے سال فوج مرہٹہ کا ایک ٹیڑھی دل مادھو راؤ پیشوا کی سپہ سالاری میں ملک میسور میں آپڑا جس کے آپڑنے سے وہ سرزمین ایک آفت میں مبتلا ہو گئی۔

لیکن نواب حیدر علیخاں کی اقبالمندی سے کئی سبب آڑے آگئے۔ یعنی مادھو راؤ پیشوا مخلوق خدا کو بے سبب پامال کرنے کی پاداش میں ایک عارضۂ سخت میں مبتلا ہو کر پونا کو چلتا ہوا۔ اور اس کی فوج کے سرداروں میں ایسی پھوٹ پڑی کہ وہ آپس میں لڑنے کو تیار ہوئے کہ ایک دوسرے کی نگرانی کرنے لگا۔ ادھر برسات کا موسم آگیا۔ پہلے ہی پانی برسنے میں ندیاں چڑھ گئیں اور فوج کے رہنے کو ٹھکانا نہ ملا۔ اس پر دوسری آفت یہ کہ فوج میں مرگی اور وبا کی بیماری پھیل گئی۔ جب مرہٹوں نے یہ آفتیں دیکھیں تو صلح پر راضی ہوئے۔ اس شرط پر کہ نواب انہیں کچھ قدرے قلیل نقد۔ اور کچھ پرگنے دیدے۔ نواب نے یہ شرط منظور کر لی۔ اور مرہٹہ فوجیں جولائی سنہ ۱۷۷۲ء کو واپس گئیں۔ اور ملک میسور فوج مرہٹہ سے بالکل خالی

ہوگیا۔ لیکن رگھوناتھ راؤ جو پہلے سپہ سالار کا قایم مقام ہوکر آیا تھا وہ ایک مضبوط فوج اُن خطوں کی پاسبانی اور نگہبانی کو چھوڑ گیا جو انہیں دیئے گئے تھے ۔

اس درمیان میں نواب حیدر علیخاں کو خیال ہوا کہ انگریزوں نے نام کو مدد کا وعدہ کرلیا ہے اور نظام علیخاں اپنے مطلب سے غرضی ہیں اب اپنے پرانے دوست فرانسیسوں کو پھر شریک حال کرنا چاہیئے۔ اس خیال سے اُس نے فرانسیسوں کی طرف پھر توجہ کی ۔

فرانسیسوں سے مکرر دوستی پیدا کرنا

نواب حیدر علیخاں نے نظام حیدرآباد اور انگریزوں کی دوستی کو اپنی اپنی اغراض اور مصلحت وقت کے متعلق دیکھ کر ایسی منافقانہ دوستی سے فرانسیسوں کی سچی دوستی کو اچھا جانا۔ اس لئے اُس نے پھر فرانسیسی سرداروں سے قدیم دوستی کی تحریک کی۔ قوم فرانسیس نے حیدر علی کی دوستی کو اپنی ہر طرح بہتری کا ذریعہ خیال کرکے اُس کی شرکت پر آمادگی ظاہر کی۔ اور گورنر فرانسیس نے اپنے عہدہ داروں کو حکم دیا کہ نواب حیدر علیخاں کی فوج میں داخل ہوکر اُسکی فوج کو ازسرنو آراستہ اور انگریزوں کا سا توپخانہ تیار کریں۔ چنانچہ فرانسیسی

عہدہ داروں نے نہایت سرگرمی سے اُس کی فوجوں کو آراستہ کیا۔ اور ہر طرح کے آلات جنگ خود حیدر علیخاں کے کارخانہ میں بنتے تھے اُس سے نواب کو وہ قدرت حاصل ہوئی کہ مرہٹوں کی بیشمار فوجوں کو اُس نے بھیڑ بکری کی ریوڑ خیال کیا۔ اُس کے ایک ہزار سوار دس دس ہزار سوار مرہٹہ کو بھگانے لگے۔ اُس کی فوج پیادہ سے کسی سردار کی فوج لگّا نہ کھاتی تھی۔ اور اس کا تمام توپخانہ اور سلحخانہ انگریزوں کی طرح آراستہ و مرتّب ہو گیا تھا اور فی الحقیقت ہندوستان میں فرانسیسوں کا برتاؤ عموماً سچا اور شریفانہ پایا گیا۔ اُن کی تجارت اور اخلاق میں خودغرضی۔ دھوکا دہی۔ مکر و زور۔ منافقانہ برتاؤ کا نام و نشان نہ تھا۔

سرحد ملیبار پر یرساؤ۔ راسمی۔ ریاست زمورین وغیرہ پر قابض ہونا

سنہ ۱۷۶۳ء میں سرداران نایر اور کوڑک کے درمیان جھگڑا پیدا ہوا۔ کوڑک کی راج گدی پر دو حریف لڑنے لگے۔ دودآپا نام کے مخالف نے دوسرے فریق کو نکال دیا۔ وہ نواب سے دادخواہ ہوا۔ نواب نے ایک بڑی جنگ کے بعد اُس کو مغلوب کیا۔

اور ہالری راجہ کو گدی پر بٹھایا۔ دوا پنا راجہ کوٹیٹوٹ میں پناہ گزین ہوا اس شکریہ میں ہالری راجہ نے سرزمین برتسا اور راسمی کا آدھا ملک جس کا نصف ۱۷۶۱ء میں حاصل ہو چکا تھا) نواب کے حوالہ کیا۔ اور سالانہ خراج علیحدہ رہا۔ اس فتح کے بعد فوج حیدری ملیبار کے ملکوں میں داخل ہوئی اور ۱۷۷۵ء تک ریاست ہائے زموریں۔ کلیکوٹ۔ کوٹیٹوٹ۔ کارٹیناد۔ کانیور قبضۂ حیدری میں آگئیں۔ اور کوچین کے راجہ نے بھی یہی سالانہ خراج دینا منظور کیا۔

یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جب پونا میں رگھوناتھ راؤ کی شقاوت سے اُس کا بھتیجا نراین راؤ مارا گیا تو نانا پھڑنویس نے رگھوناتھ راؤ کو چین سے حکومت کرنے نہ دی۔ اس سے پُونا کے اکثر علاقے خودسر ہو گئے یا دوسروں نے دبا لیئے چنانچہ نواب حیدرعلیخاں نے بھی پونا کی اس دوعملی اور بدنظمی سے فایدہ اُٹھانا چاہا۔ اور اوّ جو خطّے اور پرگنے ۱۷۷۲ء کے عہد وپیمان میں مرہٹوں کو دیئے گئے تھے وہ سب ان سے پھیر لیئے اور ۱۷۷۶ء میں مرہٹوں کی قوم کو ان خطّوں سے نکلوا دیا۔

قلعہ بلہاری اور گُتّی پر قابض ہونا

قلعہ بلہاری واقعہ خطّہ ادھونی کے زمیندار نے جو نواب بصالت جنگ

کو خراج دیا کرتا تھا- نواب بصالت جنگ سے انحراف کرکے نواب حیدر علیخاں سے مدد مانگی- نواب نے جو نظام علیخاں کی علیحدگی سے ناراض ہو رہا تھا نواب بصالت جنگ کی فوج کو جو بلہاری کا محاصرہ کئے ہوئے تھی مار کر ہٹا دیا- اور قلعہ میں اپنا دخل کرلیا اور زمیندا بیچارے کو اس قصور میں کر اس نے نواب بصالت جنگ سے انحراف کیا قید کرکے سرینگ پٹن کو بھیج دیا +

۱۷۷۶ء میں نواب حیدر علیخاں جنوبی ملکوں کو مسخر کرنے کے قصد سے گتی کو روانہ ہوا- یہ زمین ۱۷۵۸ء میں مرہٹوں کو اجارہ میں دی گئی تھی- کئی بڑے بڑے زرخیز قطعے اور مستحکم قلعے اس میں داخل ہیں از انجملہ کنجی کوٹ- گرم گنڈہ- جینی گنڈہ اور گتی زیادہ مشہور ہیں- اُن دنوں ان قطعات کا حکمران مرارو راؤ مرہٹہ تھا جو کئی مرتبہ نواب کے مقابلہ میں آکر آخر کو گتی کے قلعہ میں پناہ گزین ہوا- یہاں سے نواب نے اُس کو بعد جنگ گرفتار کرکے سرینگ پٹن بھیج دیا- اور اس کے سب علاقوں پر قبضہ کرکے سرینگ پٹن کو واپس گیا +

اس دخل و تصرف کو جو نواب حیدر علیخاں نے نظام علیخاں کے بھائی نواب بصالت جنگ کے علاقہ میں کیا دیکھ کر نظام علیخاں نے میر ظفر الدولہ کو جو فنون حرب و ضرب میں کامل مانا جاتا تھا بیس ہزار سوار اور توپخانہ کا سردار بنا کر روانہ کیا اور پونا کے سرداروں نے تیس ہزار سوار اپنی طرف سے روانہ کئے تا دونو لشکر مل کر نواب

حیدر علیخاں سے چھینا ہوا ملک واپس لیں۔ نواب حیدر علیخاں نے قبل اس سے کہ وہ دونوں کر کچھ کارروائی کریں مرہٹہ سرداروں میں نااتفاقی پیدا کر دی اور اُن کے دلوں کو میر ظفرالدولہ کی طرف سے ایسا پھیر دیا کہ وہ کسی طرح ظفرالدولہ کی کامیابی پر راضی نہ ہوئے اور بیس لاکھ روپیہ رشوت دیکر اُن کو جانب پُونا واپس کیا۔ اب صرف ظفرالدولہ باقی رہ گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ مرہٹہ فوجیں اپنے حریف کی زبردست طاقت سے متاثر ہو کر واپس گئیں تو اب مجھ کو تنہا معرکہ آرا ہونا مناسب وقت نہیں سوائے اس کے بارش آگئی ہے۔ اگر بارش نے زیادتی کی تو پھر یہاں بڑی آفت پیدا ہوگی اُن خیالات سے وہ چند روز کنجی کوٹہ کے سواد میں خیمہ زن رہ کر پاکشور کی راہ سے گلکنڈے (حیدر آباد) کو واپس گیا +

نواب حیدر علیخاں کا تمام ممالک نوغنا واقع جانب جنوب دریائے کرشنا پر قابض ہوجانا

۱۷۸۵ء تک نواب حیدر علیخاں نے قلعہ دھاڑواڑ کے سوا

ملک پُونا کے سب صوبے اور علاقے جو دریاے کرشنا کے جنوب میں واقع ہیں لے لئے تھے۔ بلکہ دریاے کرشنا کو عبور کرکے پرسرام بھاؤ کی حکومت شہر مریٹہ پر بھی قابض ہو گیا تھا اور سنہ ۱۷۷۷ء کی جنگوں میں نواب عبد الحلیم خاں افغان حاکم شانور کو اسیر کر لیا اور اُس کی بیٹی سے اپنے فرزند نواب صفدر علیخاں عرف کریم شاہ کی شادی کر دی۔

انھیں دنوں اناگندی کے راجہ کو جس کی ریاست میں بیجانگر کا شہر قدیم واقع ہے اپنا خراج گزار بنایا اور سنہ ۱۷۷۹ء میں نواب حلیم خاں حاکم کڑپہ کے ملک پہ تاخت کی اور اُس پر قبضہ کرکے اُس کو مع لواحق کے اسیر کرکے سرینگ پٹن کو روانہ کیا +

اس تسلط اور تحکم کے سبب نواب حیدر علیخاں کا تمام ممالک کرناٹک اور بالاگھاٹ پر رُعب چھا گیا۔ اس ملک کی تحصیل ۴۷ لاکھ روپے کی ہے +

سنہ ۱۷۷۹ء میں نواب بصالت جنگ نے انگریزوں کو صوبہ کنتور دیکر اُن کی زیر حمایت رہنے کا اقرار کیا تھا اس سے نواب حیدر علیخاں نہایت ناخوش تھا اِسلئے اس نے اُس جوش غضب میں قصبہ ادہونی کو لٹوا دیا جس سے مبالغ کثیر حاصل ہوئے اور نواب بصالت جنگ وہاں سے بھاگ کر امتیاز گڑہ میں قلعہ بند ہو بیٹھے +

اسی عرصہ میں موسیٖو لالی فرانسیس فرنگی سپاہیوں کی کئی پلٹنیں جنکو انگریزوں نے بصالت جنگ کے پاس سے موقوف کرا دیا تھا نواب

حیدر علیخاں کے پاس لے آیا نواب نے اُن سب کو نوکر رکھ لیا اسکے سوائے قوم فرانسیس کے کتنے آدمی جو ۱۷۶۱ء میں وقت محاصرہ پانڈیچری کے جان بچا کر بھاگے تھے اُس سے آملے جن کو نواب محمد علیخاں نے برطرف کر دیا تھا اُن کے آملنے سے نواب حیدر علیخاں کی باقاعدہ فوج میں قابل قدر اضافہ ہوگیا۔ اور سیکھی سکھائی فوج اُس کو مل گئی +

قلعہ ماہی پر انگریزوں کے حملہ کرنے سے نواب حیدر علیخاں کا جوش انتقام

جب نواب حیدر علیخاں نے عہد نامہ کے موافق جنگ مرہٹہ کے وقت انگریزوں سے مدد مانگی اور اُنہوں نے سکوت اختیار کیا اور نواب محمد علیخاں نے بھی آنکھ چُرائی تو نواب حیدر علیخاں کو اُس سے ایک قسم کی غیرت پیدا ہو گئی تھی۔ نیز اس بات کا بھی رنج تھا کہ انگریزوں نے فرانسیسوں سے قلعہ پانڈیچری حاصل کر لیا ہے اس پر طرہ یہ کہ قلعہ ماہی پر دانت لگایا ہے جس سے نواب حیدر علیخاں کے تمام تعلقات جنگ و حفظ آلات و آذوقہ وابستہ ہیں۔ اس کے علاوہ کرنل ہربرٹ کو نواب بسالت جنگ کی حمایت پر بھیجا گیا ہے۔ ان باتوں سے وہ سخت غضبناک ہو رہا تھا۔ اس کا عوض لینے کے لئے اُس نے ایک

بڑی وسیع سازش کا سامان کیا۔ یعنی پونا کے مادھوجی بھونسلا اور حیدرآباد کے نظام علیخاں کو جو بصالت جنگ کو انگریزوں کی مدد دینے اور بطور خود علیحدہ معاہدہ کر لینے سے ناراض ہو رہے تھے اور نواب نجف خاں کو جو نواح دہلی میں لشکر جرار رکھتا تھا انگریزوں کی مخالفت اور اُن کو ہندوستان سے نکال کر اپنے اپنے حصے بانٹ لینے پر آمادہ کیا۔ اور وہ آمادہ ہو گئے۔ لیکن ہندوستان میں ایسا اتفاق مشکل ہے اس لئے اس تحریک کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اور پیشوا اور نظام اپنی اپنی جگہ چُپ ہو کر اپنے دوسرے خیالات ملکداری میں لگ گئے اور انگریزوں نے اُن کو وہ باتیں سمجھا دیں کہ اگر وہ اُس کے خلاف کریں گے تو اُن کو سخت آفت میں مبتلا ہونا پڑے گا۔ جس سے اُنکو آگے بڑھنے میں خطرات نظر آنے لگے۔ اس طور پر انگریزوں نے نظام کو مرہٹوں سے اور مرہٹوں کو نظام سے ہوشیار رہنے اور حیدر علیخاں کی صلاح میں دونو کا نقصان دوسرے سرداروں کے ذریعہ سے اُن کے دلوں میں جاگزین کر اپنی ایک سفارت تیار کی تا کہ وہ نواب حیدر علیخاں کا غصہ ٹھنڈا اور اُس کے شکوۂ وشکایت کی تلخی دور کرنے کی تدبیر کرے۔ اس مقصد کے پورا ہونے کو گورنر مدراس نے نواب کے پاس ایک ایلچی بھیجنا چاہا۔ اور نواب سے اجازت طلب کی۔ نواب نے اس شرط پر اجازت دی کہ انگریزی ایلچی سرینگ پٹن سے چار میل پرا ترے اور اُس کی طرف سے کوئی شہر میں نہ آئے۔ جس چیز کی حاجت ہو۔

کارپردازان حیدری سے کہا جاوے وہ فی الفور حاضر کریں گے۔
قصہ مختصر وہ ایلچی آیا۔ نواب نے بعد سلام وکلام شوق یہ جواب دیا کہ
پہلے مجھ کو گمان تھا کہ قوم انگریزی صدق وصفا سے موصوف
ہے لیکن آزمایش سے معلوم ہوا کہ ان میں یہ وصف نہیں بلکہ
اس کے برعکس پایا گیا چنانچہ ۱۷۶۹ء میں جب وقت جنگ مرہٹہ
حسب معاہدہ تم سے مدد مانگی گئی تو تمہاری طرف سے اتنی دیر
ہوئی کہ وہ وقت ٹل گیا۔ اور تم باتیں بناتے رہے۔ پھر تم نے یہ
بھی خلاف معاہدہ کیا جو قلعہ ماہی لے لیا۔ اس کے سوائے تمہاری
بات کا کوئی ٹھیک نہیں۔ جب کوئی بڑی بات پیش آتی ہے
تو کونسل کے مشورہ یا دوسرے عذر پر ٹال دی جاتی ہے۔ کسی
بات کا مدتوں جواب ہی نہیں ملتا۔ بخلاف اُس کے میں فی الفور
جواب دیتا اور کارروائی پر آمادہ ہوتا ہوں۔ سوائے اس کے تم
نواب محمد علیخاں کے ہاتھ میں ہو۔ تمہارے اور اُس کے مشورے
کبھی درست نہیں ہوتے اور اگر سب نے ایک بات قرار بھی دی تو
بڑی مشکل سے تمہارا ڈیرہ ڈنڈا شہر سے باہر نکلتا ہے۔ پھر
تمہارے کوچ کا یہ حال ہے کہ ایک دن کوچ دو دن مقام اس طور
سے جب تمہاری فوج ہماری کمک کو آتی ہے اُس وقت تک
مرہٹہ وغیرہ ہمارے ملک کو تاراج بھی کر ڈالتے ہیں پس ایک تو
تمہارے قول وفعل کا اعتبار نہیں دوسرے یہ تمہارا طرز عمل

وقت پر کام آنے والا نہیں پھر مجھ کو تم سے کیا فایدہ۔ میری فوج خدا کے فضل سے ہر روز ساٹھ میل چلنے کی مشق رکھتی ہے اور ہر قسم کے آلات جنگ اور غلہ وغیرہ کے ذخیرے جا بجا تیار رکھتا ہوں جو مہینوں کی جنگ کو کافی ہوں پس ایسی متضاد حالتوں میں موافقت کیونکر ممکن ہے۔

نواب حیدر علی خاں نے اُس ایلچی کو اس قسم کے جواب دیکر واپس کیا اور ماہ رجب ۱۱۹۴ھ ہجری یا ماہ جولائی ۱۷۸۰ء بہت سی ندیاں نالے پار کرتا ہوا کرناٹک میں جا داخل ہوا۔ اس موقع پر اُس کا ہمراہی لشکر تیس ہزار سوار اور چالیس ہزار پیادہ کا تھا اس کے علاوہ ایک زبردست توپخانہ بھی ساتھ تھا جس میں فرنگستانی گولہ انداز اور مشیر لالی اور دوسرے فرانسیس عہدہ دار سرغنہ تھے۔ اس لڑائی میں قلب لشکر کا خود سپہ سالار بنا اور میسرہ کی سرلشکری ٹیپو سلطان کو سپرد کی اور جا بجا لوٹ مار شروع ہو گئی۔ پہلے چیتور گڑھ کا نہایت مضبوط و استوار قلعہ فتح کیا۔ یہ قلعہ نواب محمد علی خاں کے بھائی ناصر الدولہ نواب عبد الوہاب خاں کے دخل میں تھا۔ یہاں کا قلعہ دار گرفتار کر لیا گیا۔ قلعہ کی تمام اشیاء و اجناس پر حیدری قبضہ ہو گیا اور تمام نفایس و اموال سرنگ پٹن کو روانہ کر دئے گئے۔ اُن میں ایک کتب خانہ نہایت قیمتی تھا جس کی کتابیں نواب انور الدین خاں نے جمع کی تھیں اور اُن کے بعد وقتاً فوقتاً اضافہ

ہوتا رہا۔ اسی طرح اکثر کتابیں دوسرے شہر اور قلعہ جات سے حیدر علیخاں کو ہاتھ لگیں جو بعد کو ٹیپو سلطان کے پاس رہیں اور ٹیپو سلطان سے انگریزوں کے پاس پہنچیں۔ اور اُنہوں نے ولایت بھیج دیں ÷

چتور گڑھ اور اس کے گردو نواح کے قلعہ جات اور علاقہ جات کو مسخر کرکے ۱۰۔ اگست کو اطراف مدراس میں پہنچ کر تلاطم مچا دیا کہ وہاں کے انگریز اور میمیں خوفزدہ اور پریشان ہوکر قلعہ میں پناہ گزین ہوئے ÷

۲۱۔ اگست کو افواج حیدری نے ملک کرناٹک کا دارالامارہ شہر آرکاٹ لوٹ لیا۔ مگر انگریزی فوجیں جنرل سر ہکٹر منرو۔ اور کرنل بیلی کی سپہ سالاری میں بروقت پہنچ گئیں اس لئے نواب نے آرکاٹ کا محاصرہ چھوڑ دیا ÷

ترجمہ بعض مقامات رسالہ ملیٹری بیاگرفی مطبوعہ ۱۸۴۱ء

جنگ کوہستانی کنچی کوٹہ وغیرہ

انگریزوں کو نواب حیدر علیخاں کے ساتھ دوستی اور اتفاق رکھنا مناسب تھا لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا اور ۱۷۶۶ء میں انگریزوں نے نواب کے ساتھ جنگ وجدل کی بنیاد ڈالی مگر نواب ہی اس لڑائی میں فتحیاب رہا۔ اور مقام کرناٹک سے عین مدراس کے دروازہ تک جا پہنچا۔ یہاں بھی اس کی رستخیز سے حکام ہار مان کر مغلوبانہ صلح پر راضی ہوئے۔ چنانچہ آپس میں یہ قول قرار ہوا کہ ضرورت کے وقت طرفین ایک دوسرے کی رعایت اور حمایت سے پہلوتہی نہ کریں گے۔ ابھی اس شرط کو دیر نہ ہوئی تھی کہ نواب کو مرہٹوں کے ساتھ ایک جنگ کا سامنا ہوا تب نواب نے گورنر مدراس سے کمک طلب کی وہ بھی پانسو سپاہ کی۔ گورنر موصوف نے پہلے ہی بسم اللہ

غلط کی یعنی اُس کو ٹال دیا۔ بعد اس کے ۱۷۶۸ء میں نواب نے
پھر عہد و پیمان کو یاد دلا کر مدد کا سوال کیا لیکن اب کی مرتبہ بھی وہی
بے پروائی کا برتاؤ برتا گیا۔ تیسری مرتبہ پھر مرہٹوں کی رستخیز پر
مدد چاہی مگر اب بھی اُس کو مدد نہ دی گئی۔ اور نواب نے ۱۷۷۲ء
میں اُن سے مصالحت کر کے اپنا کام آپ بنایا۔ اور آخر میں موقع
پاکر مرہٹوں کو خود زیر کیا اور جو محالات اُن کے پاس نکل گئے تھے۔
وہ ایک ایک کر کے اُن سے پھیر لئے اور اپنے ملک کو خاطر خواہ وسعت
دی اور جب نواب نے انگریزوں کے قول و فعل میں اعتبار نہ دیکھا
تو اُس نے فرانسیسوں کو اپنا دوست بنایا۔ اور اُن کے ذریعہ سے
اپنی فوج اور توپخانہ کو خوب آراستہ کیا۔ پھر پونا کے پیشوا اور نظام
حیدر آباد کو متفق کر کے یہ تجویز ٹھیرائی کہ انگریزوں کو ہندوستان سے
نکال دینا چاہیئے۔ یہاں تک کہ ۲۰ جولائی ۱۷۸۰ء کو نواب نے بڑے
زور شور کے ساتھ کرناٹک کو لوٹ لیا۔ اس تاخت میں نواب کی فوج
اسی ہزار سے زیادہ تھی۔ اور اُس میں موشیر لالی اور اکثر عہدہ دار
فرانسیس ملازم تھے۔ اور فوج انگریزی جس کا سرلشکر جنرل سر ہکٹر منرو
تھا اُس کی تعداد صرف چھ ہزار تھی جو مدراس کی سرحد میں کوہستان
پر مقام رکھتی تھی۔ جس وقت تہترواں رجمنٹ ولایت کے جہاز سے
اُترا اور انگریزی لشکر سے جا ملا تو نواب شہر آرکاٹ کے سامنے
خیمہ زن تھا اور کرنل بیلی شمالی صوبوں کے بندوبست کو ایک بڑی

فوج لئے پڑا تھا۔ اور چونکہ وہ فوج حیدری جو آرکاٹ کے محاصرہ
کرنے پر تعینات تھی۔ دونوں افواج انگریزی کے بیچ میں حایل تھی اسلئے
گورنر مدراس نے کرنل بیلی کو ہدایت لی کہ وہ جلد جنرل منرو سے جا
ملے۔ لیکن نواب نے چالاکی سے اُس کا راستہ روک لیا اور لڑائی
پر نوبت پہنچی اور کرنل بیلی کی فوج بھوکوں مرنے لگی تب اُس نے
سر ہکٹر منرو کو اپنی تکالیف کا حال لکھا اور تحریر کیا کہ بسبب منترت
اور رسوائی کے جو اس لڑائی میں ہم لوگوں کو پیش آ رہی ہے نہ
یہاں سے نکلنے کی قدرت ہے اور نہ بغیر خوراک کے فوج کام دے
سکتی ہے۔ اس پر کرنل فلچر۔ کپتان بیرڈ اور کتنے اور سردار مع ایک
بڑی جمعیت کے رسد لیکر ۹ بجے رات کو روانہ ہوئے جب نواب کو
اس کمک کی خبر پہنچی تو نواب نے راہ روکنے کے لئے سوار روانہ کئے۔
لیکن وہ بچ بچاکر نکل گئے اور کرنل بیلی کو تھوڑی مقدار میں مدد پہنچائی
مگر نواب نے فی الفور انگریزی فوج کی گزرگاہوں پر توپ کے مورچے
تیار کروا دئے اور نواب کا توپخانہ قایم ہو گیا۔ اور اپنی تجربہ کار سپاہ
کو پوشیدہ طور سے کمینگاہ میں بٹھا دیا۔ اور خود اپنی جرار فوج کا
سپہ سالار بنکر مناسب مقام پر جم گیا اور انگریزی فوجوں کا انتظار کرنے
لگا۔ دسویں ستمبر کو انگریزی پلٹنوں کا کوچ ٹھیر گیا اور یہ صف بستہ
جا رہی تھی کہ ایک مورچے کے گھات والے سپاہیوں نے ایکدم بارہ
توپوں کی باڑہ ماری۔ اور ہنوز وہ آگے بڑھنے نہ پائے تھے کہ پیچھے

سے دوسرے مورچے کی توپیں دغنے لگیں یہاں تک کہ آدھ گھنٹہ میں
ستاون ضرب توپ کی تعداد پہنچ گئی۔ اور نواب کی بیشمار فوج انگریزی
سپاہ پر آن ٹوٹی۔ کپتان بیرڈ اور گرانڈیل جوانوں نے اس مہم میں وہ
بہادری ظاہر کی جس پر فرانسیسی عہدہ دار دنگ تھے۔ انگریزوں کی
فوج میں صرف دس توپیں میدانی تھیں لیکن وہ ایسی تیزی اور صفائی
سے چل رہی تھیں کہ نواب کے لشکر میں تہلکہ برپا تھا۔ صبح سے ۹
بجے تک اس سپاہ نے داد مردانگی دی۔ اس میں اتفاق سے ایک
اَور ہی واقعہ پیش آگیا۔ یعنی نواب کی طرف کا ایک گولہ انگریزی
بارود وغیرہ کے ذخیرہ میں آپڑا۔ اُس نے ایک آفت برپا کر دی
اسی حالت میں ٹیپو سلطان ایسی فرصت کو غنیمت جانکر اپنے سواروں
کو لیکر بجلی کی طرح انگریزی فوج پر آپڑا آخر انگریزی عہدہ داروں نے
کچھ فرنگستانی اور دوسرے آوارہ اور متفرق سپاہیوں کو جمع کر کے
ایک اُونچے ٹیلے پر باوصف گولہ باری کے اُن کو کھڑا کیا۔ لیکن اب
گولہ باروت کہاں تھا۔ لاچار تلواروں اور سنگینوں پر نوبت
پہنچی۔ چونکہ فوج حیدری کثرت سے تھی اس لئے انگریز بیچارے
لاچار و بے بس ہو کر اکثر کشتہ اور خستہ اور بعض گرفتار و اسیر ہو گئے
سیکڑوں گھوڑوں کے سُموں اور ہاتھیوں کے پانوؤں کے نیچے کچل
گئے۔ انگریزوں کے مقتولوں کی تعداد ساڑھے چار ہزار سے بھی
زیادہ ہے اس میں ہندوستانی سپاہی چار ہزار تھے اور فرنگستانی تین

چھ سَو کے۔ کرنل فلیچر کشتوں کی لاشوں کے درمیان مارا۔ کرنل بیلی۔ اور کپتان بیرڈ چار چار زخم کاری کھا کے دو سَو فرنگستانی سمیت اسیر ہوئے۔ اب انگریزی مضمون نگار کی لکھاوٹ دیکھئے۔ لکھتا ہے کہ جب ان کو نواب حیدر علیخاں کے سامنے لے گئے تو نواب نے اپنی فتح کی ترنگ میں ان پر حقارت سے نظر کی اور کہا۔ الا لا لا اُس وقت کرنل بیلی نے جواب دیا کہ نواب صاحب ٹیپو سلطان سے اس لڑائی کا حال سُنیئے۔ کہ اس فتح کا باعث دوسری بلا سے ناگہانی واقع ہوئی۔ جس نے ہمیں تباہ کیا۔ کچھ آپ کی فوجوں سے ہم نے شکست نہیں کھائی۔ اس بات کو سُن کر نواب نے جھنجھلا کر کہا کہ ان سب کو قید کرو۔ چنانچہ وہ قید کئے گئے۔ کپتان بیرڈ ساڑھے تین برس زندان تیرہ و تاریک کے درمیان ایک ہی زنجیر میں اَور قیدیوں کے ساتھ بند حتا رہا۔ آخر نجات پا کر ولایت چلا گیا وہاں سے جنرلی عہدہ پر بحال ہو کر پھر ہندوستان میں آیا اور جب ۱۷۹۹ء میں سرینگ پٹن پر چڑھائی کے لئے ویلور کے درمیان فوجیں جمع تھیں اُس میں جا ملا اور اُس نے اُسی سال ۴۔ مئی کو شہر کے باہر انگریزی نشان جا اُڑایا۔ لیکن باوصف اس کے اُسکے جوانمرد میں ذرا بھی کینہ اور انتقام کا خیال نہ آیا[1]

---

[1] اس سے زیادہ اَور کیا انتقام ہو سکتا تھا

نظم از کتاب جارج نامۂ ملّا فیروز

ز ماه نهم روز نه رفته بود — به بیکی زمانه برآشفته بود
خود و لشکر از شهر پیرم بکام — سوئے منڈرو تیز برداشت گام
فزون پنجصد بود بر پنج هزار — ز هند و یورپ مردم کارزار
چو بسپرده ره چار یک از گروه — ز حیدر رسیدند تنگے گروه
میانِ دو بدخواه پرخاش خاست — ز تیر دو رویه فشافاش خاست
روان گشت بیلی ازان جایگاه — یکے درۂ تنگش آمد براه
دران درّه بیلی بیامد فرود — کرتن را ز آرام بهره نبود
بناگاه از دشمن کینه خواه — به پیکار آمد دگر ره سپاه
دران درّۂ تنگ آشوب خاست — چو تندر خروشیدن توپ خاست
زمانے به بیلی ببارید تیر — چو باران که از ابر آید بزیر
فراوان رها کرده توپ تفنگ — کشیدند از جنگ پیکار چنگ
ازان پیش کاید برون آفتاب — بگیرد جهان گوشۂ زرّ ناب
روان گشت بیلی ازان جایگاه — بریده ازان درّه یک میل راه
بناگاه شیو بد انجا رسید — سر آتشِ جنگ بالا کشید
ستیزه بپیوست از دو گروه — چو انگریز بد درمیانِ دو کوه
بجاگه گذر ره براو تنگ بود — ز میدانِ آویزش جنگ بود

نیارست آراست آوردگاه ‎ ز صف میتوانست جستن سپاه
نه بد دست چپ هیچ پیدا ز راست ‎ ندانست کس تا طلب ساق کجاست
ز بار دبنه کس نه آگاه بود ‎ گشاده نه بر مرد کین راه بود
وراں راه دشوار تاریک و تنگ ‎ نه بر رسم پیکار و آئین جنگ
توانست کوشش نمودن سپاه ‎ گسسته ره و رفت بایست راه
به بیچارگی جنگ بایست کرد ‎ برانگیخت ناچار گرد نبرد
ز ٹیپو نه بدبخت بیلی هنوز ‎ یکے گرد برخاست شد تیره روز
ز حیدر بیامد سپاه دگر ‎ بیکدست تیغ و بدیگر سپر
به ٹیپو شده یار در کارزار ‎ ز ستم ستوراں زمیں شد نزار
بشد آتش کین و پیکار تیز ‎ دل توپ افروخته اخگر بریز
بسوے دشمناں گوله انداختند ‎ شدش کار روا ازون بخت ترند
که صندوق باروت او بر فروخت ‎ ز بالیته ساماں فراواں بسوخت
بسے چیز شایسته اندر نبرد ‎ که شاید بمردان گه دار و برد
نگه کرد و دانست ٹیپو ز دور ‎ که ز آتش به بدخواه افتاده شور
خمیده شد از راستی پشت او ‎ ز ساماں بود باد در مشت او
برانگیخت از جا تگاور سوار ‎ بکف خنجر و تیغ زهر آبدار
فراواں ز دشمن بکشت و بخست ‎ بسے تن بیفگند بر خاک پست
برید و درید و شکست و ببست ‎ یلاں را سر و سینه و پا و دست
چو بیلی چناں دید برگاشت روے ‎ ز انگریز پیدا نچه همراه اوے

بجا مانده بود اندراں کارزار — اگر تندرست و دگر زخمدار
گرفت و تلی دید بالا بلند — بدانجا رواں شد زبیم گزند
نه در تن توان و نه در روے رنگ — تهی دستش از آنچه آید بجنگ
سپه خسته و کوفته از نبرد — بران پشته شد پر ز تیمار و درد
نه سرب و نه باروت و توپ و تفنگ — پس پشت او دشمنِ تیز چنگ
دمادم همی حمله‌ی برد سخت — بران بینوا لشکری گشته بخت
بهر حمله مردانِ خاکِ فرنگ — زده دشمناں را بمشت و بسنگ
نموده ز نزدیکی خویش دور — چه تاب آورد زور با بخت شور
چو شد سیزده حمله زینگونه زد — فزوں بود دشمن ز دام و ز دد
سواران آسوده از کارزار — ز لشکر بروں تاخته بیشمار
چو کوهی که گردد روانه بجنگ — بآهن نهاں تیغ و شدوین بچنگ
سر نیزه افراشته بآسماں — چو ارغنده شیر و پلنگ دماں
فزاواں به شمشیر و باران تیر — بکشتند و افتاد بیلی اسیر
ششش و سی زنام آوران سپاه — تبه گشته افتاده بر خاک راه
هماں نیز پنجاه از مهتراں — پر از زخم بسته به بند گراں
فرومایه لشکر بران تلِ خاک — ازاں هر که وارسته بد از هلاک
نیفتاد در دست دشمن به بند — گر از تیغ بد خسته گر بے گزند
یکے تن نگشته رها از سپاه — کسے خسته کس بسته کس شد تباه
چنین است پایانِ رزم و نبرد — سرے زیر تاج و سرے زیر گرد

نواب حیدر علیخاں کو اس لڑائی کی نمایاں فتح سے بڑی خوشی ہوئی اور وہ اپنی فوج کو آرام دینے کے بعد آرکاٹ کے محاصرہ کو روانہ ہوا جو اس صوبہ کا دارالامارہ تھا۔ اس زمانہ میں قلعہ آرکاٹ کا قلعدار بیربر تھا۔ ہرچند یہاں انگریزوں کی دو ہزار اور نواب محمد علیخاں کی سات ہزار فوج تھی۔ لیکن وہ نواب حیدر علیخاں کی فوج سے مقابلہ کرنے کے قابل نہ تھی۔ اسی لئے نواب نے اکتوبر کے مہینے میں حملہ کرکے قلعہ مذکور لے لیا اور نومبر کے مہینے میں شہر آرکاٹ پر قبضہ ہو گیا۔ اس عرصہ میں راجہ بیربر نے بڑی نمک حلالی اور خیرخواہی سے دادِ مردانگی دی۔ لیکن نواب کی کثرت فوج سے عاجز آگیا۔ بیربر کی یہ نمک حلالی نواب کو بہت پسند آئی اس لئے اُس کے ساتھ باعزاز اکرام پیش آیا۔ اور جو انگریز اور نواب محمد علیخاں کے لواحق آرکاٹ میں باقی رہ گئے تھے اُن میں بعض قید ہو گئے اور بعض سرینگ پٹن کو بھیج دئے گئے۔ شہر کی رعایا سے نواب نے رحمدلی اور سلوک کا برتاؤ کیا۔

اس فتح کے بعد نواب نے سرینگ پٹن۔ پونا۔ حیدرآباد کو فتحنامے روانہ کئے اور سرکار آرکاٹ کے باجگزار زمینداروں کے نام تہدید کے فرمان جاری ہوئے تا وہ اپنی فوجوں کو وقت کے لئے تیار رکھیں۔ اور افواج حیدری کی رسد کا سامان روانہ کرتے رہیں۔ نواب حیدر علیخاں کے غارتگر سواروں نے اطراف آرکاٹ

میں لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ کوئی مارا کوئی لوٹا کوئی پکڑا گیا ہزاروں
ہندو بچے جو اسیر ہوئے مسلمان کر کے فوج میں بھرتی کر لئے گئے۔
انگریز اسیروں کو یہ حکم ہوا کہ ان نومسلموں کو انگلستانی قواعد سکھائیں
کتنی لڑکیاں مسلمان سپاہیوں کے عقد میں آگئیں اور کتنی امیرزادوں
کی کنیزی میں دی گئیں +

بعد اس کامیابی کے نواب حیدر علیخاں ویلور۔ وانڈیواش بہ مکائل
چنگل بیٹ کے محاصرہ پر متوجہ ہوا۔ لیکن ان دنوں میں سر آیری کوٹ
بنگالہ سے مع خزانہ وافر وافواج جدید و رسد بیشمار کے آپہنچا تھا۔
۱۷۔ جنوری ۱۷۸۱ء کو مدراس سے کوچ کر کے وانڈیواش کی طرف
روانہ ہوا اس لئے نواب نے اُس کے آنے کی خبر پاکر اپنا محاصرہ
اُٹھا دیا اور وہاں سے دور چلا گیا۔ چند ماہ بغیر جنگ وجدال کے خیریت
سے گذرے۔ زاں بعد جنرل سر اوڈوارڈ ہیوس نے کالیکٹ اور منگلور
پر تاخت کی اور تمام سامان حیدری برباد اور خراب کر ڈالا۔ نواب نے
دیکھا کہ انگریزی فوج میرے تعاقب کو آرہی ہے اس لئے اُس نے
جون کے مہینے میں اپنی تمام فوج ایک مقام پر جمع کر کے زبردست مورچے
قائم کئے اور اُن پر بڑی بڑی توپیں چڑھوا کر انگریزی فوج کے آنے
کا منتظر ہوا۔ ماہ جولائی میں سر آیری کوٹ نے بڑی ہوشیاری اور
چالاکی سے نواب کی فوج کو شکست دی۔ اس لڑائی میں نواب کے
خسر پورہ میر علی رضا بہادر کے زخم کاری لگا اور تین ہزار آدمی کھیت

رہے۔ لیکن اُس کے بَیل توی تھے وہ اُس کی تمام توپیں کھینچ لے گئے اس شکست کے بعد نواب نے اپنا لشکر گرد نواح آرکاٹ کے جمع کیا اور اُس کا فرزند ٹیپو سلطان بھی ویلور کا محاصرہ چھوڑ کر اس سے آملا۔ اگست کے مہینے میں بنگالہ سے آئی ہوئی چھ ہندوستانی پلٹنیں اور انگریزی گولندازوں کی ایک جماعت جس میں کرنل پیارس افسر تھا پالی گھاٹ میں سر ایری کوٹ سے آملی۔ تب جنرل موصوف نے واسطے محاصرہ قلعہ پیارسو کے کوچ کیا اور اُسی روز یہ قلعہ نواب کے قبضہ سے نکل کر جنرل کے قبضہ میں آگیا۔ یہ حال سُن کر نواب نے پھر اُس مقام پر فوج جمع کی جہاں کرنل بیلی نے شکست پائی تھی۔ یہاں نواب نے بہت بڑی تیاری سے مورچہ قایم کیا لیکن ۲۷۔ اگست کو تمام دن کی جنگ کے بعد یہاں بھی نواب کی فوج پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوئی۔ اس پر نواب نے یہ انتظام کیا کہ انگریزی رسد کے راستے چاروں طرف سے روک دئے۔ اور نہایت سختی سے چوکی پہرہ کا انتظام کیا اور اپنی فوج کثیر سے قلعہ ویلور کا محاصرہ کر لیا ✦

اس عرصہ میں ایک مقام پر انگریزی فوج سے مقابلہ ہو پڑا اور انگریزی فوج نے نواب کی فوج کو شکست دیکر محصورین ویلور کی مخلصی کا ارادہ کیا۔ اور جنرل سر ایری کوٹ نے وہاں سے کوچ کر باشندگان ویلور کو سپاہ حیدری کے مضبوط چنگل سے نجات دی اور قلعہ چیتور کو لے لیا جو ایک نامی قلعہ تھا لیکن جنرل کوٹ

کے پاس اتنی فوج نہ تھی جو راستوں کی حفاظت اور رسد کی ہمراہی اور قلعہ جات پر قبضہ رکھنے کو کافی ہو اس لئے جنرل موصوف اپنی فوج لیکر رسد وغیرہ لانے مدراس روانہ ہوگیا۔ اس پر فی الفور نواب نے ویلور کا محاصرہ قایم کردیا جو دسویں جنوری ۱۷۸۲ء کو جنرل سرایری کوٹ نے مدراس سے واپس آکر اُٹھایا۔ لیکن اس پر بھی نواب حیدر علی خاں کے عزم وہمت میں کچھ کمی نہیں ہوئی۔ وہ برابر ایک جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ مقابلہ کرتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ جنرل سرایری کوٹ کو اُس نے اچھی طرح سے دق کر دیا تھا اور جنرل کی فوجیں اس کے نام سے پناہ مانگتی تھیں +

اس درمیان میں ایک واقعہ اور پیش آگیا یعنی انگریزوں نے ماہی نام قلعہ جو ساحلی مقامات کے وسط میں واقع تھا لے لیا۔ یہ قلعہ جنوری ۱۷۸۲ء میں بمبئی کی فوج نے بہ سرغنائی میجر اینگڈر فتح کرلیا۔ یہ قلعہ فرانسیسوں کا تھا۔ اس سے نواب کے تمام مقاصد جنگی وابستہ رہتے تھے۔ یہاں سو ہاتھی اور توپخانہ اور ذخیرۂ اسباب جنگ انگریزوں کے ہاتھ آیا اور ڈیڑھ ہزار آدمی گرفتار ہوگئے۔ اس کے علاوہ تلچری کا عمال حیدری محال کے قبضہ وتصرف سے نکل گیا +

اس سے نواب نہایت غضبناک ہوگیا۔ مدراس کی گورنمنٹ اس کی تاخت سے غافل نہ تھی۔ اس لئے اُس نے دوہزار پیدل

ڈھائی ہزار سوار اور تیس توپیں میدانی توپیں کرنل بریتھویٹ کو دیکر اُس کی حفاظت پر مامور کر دیا تھا +

نواب نے یہ حال معلوم کرکے فی الفور ٹیپو سلطان کو بارہ ہزار سوار اور آٹھ ہزار پیدل اور چار سو جوان فرانسیسی اور تیس ضرب توپ دیکر حکم دیا کہ بڑے بڑے کُوچ کرکے وہاں پہنچے اور دفعتہً کرنل بریتھوٹ کے لشکر پر ٹوٹ پڑے۔ چنانچہ وہ یلغار کرکے وہاں پہنچا اور کئی روز تک سخت جنگ ہوتی رہی لیکن آخر میں یہاں بھی کرنل بیلی کی سی شکست کا موقع آپڑا اور ٹیپو سلطان اور موشیر لالی کی فوجوں نے انگریزی فوج کو شکست دی۔ اور شہزادہ نے قتل عام کا حکم دیا۔ لیکن موشیر لالی نے جان بخشی میں کوشش کرکے کتنے انگریزوں کو جان سے بچالیا۔ لیکن اتنا مقدور نہ تھا جو اُن کو رہا کرا سکتا۔ اس لئے وہ سب کے سب سلطان کے حکم سے بیڑیاں پہنا کر سرینگ پٹن کو روانہ کر دئے گئے۔ بعد چند روز کے اَور بھی بہت سے انگریز جو مشیر ڈی سفرین (جنرل فرانسیس) نے جنگی جہازوں سے گرفتار کرکے نواب کے سپرد کئے تھے سرینگ پٹن کو بھیجے گئے (ان انگریزوں کی تعداد پانسو بتائی گئی ہے) +

اس فتح کے ہونے سے نواب کمال محظوظ ہوا۔ اور نواب نے اپنی میسوری اور فرانسیسی فوجوں کو جلد تر قلعہ گوڈلور کو مسخر کرنے کے لئے روانہ کیا۔ چنانچہ ۸۔ اپریل کو وہ قلعہ افواج حیدری کے ہاتھ

آگیا۔ پھر اُس فوج نے قلعۂ پرماکویل کو بھی لے لیا۔ ایک مہینہ بھی گزرنے نہ پایا تھا کہ وہ فوج بڑے جوش سے وانڈیواش کے محاصرہ میں مصروف ہوئی۔ سرآیری کوٹ نے حیدری افواج کی ان متواتر فتحمندیوں کا حال سُنکر ایک جرار فوج کے ساتھ اُس طرف کا کُوچ کیا۔ نواب نے جنرل سرایری کوٹ کے آنے کی خبر سُن کر اُس میدانِ جنگ کے موقع کو چھوڑ دیا۔ اور لال پہاڑی پر جو سرسری حملہ سے محفوظ مقام تھا چلا گیا۔ تب جنرل کوٹ نے اس کی رسد روکنے اور سامان لُوٹنے کی نیت سے آرنی کی طرف کوچ کرکے قلعہ آرنی سے پانچ کوس پر قیام کیا یہ حال دیکھکر نواب نے آرنی کی طرف کوچ کیا۔ اور ابھی انگریزی فوج وہاں تھیکر دم لینے نہ پائی تھی کر نواب کی فوجوں نے آدبایا اور لڑائی شروع ہوگئی سو دن دوپہر کو فوج حیدری نے شکست کھائی لیکن نواب کو شکست محسوس بھی نہ ہوئی اور ایک ہفتہ نہ گزرا تھا جو اُس نے ایک خاص مقام پر کمینگاہ قائم کی اور کتنے بیل اور اونٹ غلہ و سامان سے لدوا کر انگریزی فوج کے سامنے سے نکلوائے تا فوج اُن کی لُوٹ میں مصروف ہوکر آگے بڑھے اور اُس کے سوار کمینگاہ سے آگ برسانے لگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا یعنی انگریزی فوج کا ایک دستہ اُس شکار کے لینے کو آگے بڑھا وہ حیدرعلیخاں کی فوج سے نہ بچا۔ یعنی کچھ لوگ مارے گئے اور باقی گرفتار ہو گئے۔

یہ لڑائی پچھلی صف آرائی تھی جس میں دو نامی اور گرامی تجربہ کار و دلاور یعنی نواب حیدرعلیخاں اور جنرل سرایری کوٹ صاحب بہادر

سپہ سالار افواج انگریزی بذات خود سرگرم کارزار ہوکر اپنی اپنی بہادری اور ہوشیاری اور دانائی کا کمال ارباب سیف کو دکھا گئے اس جنگ کے بعد چند ماہ کے اندر یہ دونو بہادر دنیا سے کوچ کر گئے۔ یہیں نواب کو مرہٹوں اور انگریزوں کی مصالحت کی جو ماہ مئی ۱۷۸۲ء میں واقع ہوئی خبر پہنچی اور ساحل ملیبار کے محالوں اور بندروں پر انگریزی افواج کے بعض حملوں کا حال سنا تو سنے الفور کرناٹک سے اپنے فرزند ارجمند ٹیپو سلطان کو ایک بڑی فوج ہمراہ دے ممالک محروسہ کی حفاظت و حمایت کے لئے روانہ کیا۔ اور خود پھلچری اور قلعہ جات مفتوحہ کے انتظام میں مصروف رہا۔

لیون-بی-بورنگ صاحب بہادر سی-ایس آئی چیف کمشنر میسور کی تاریخ حصہ اول متعلق حیدر علے کے پندرھویں باب کا اقتباس دربارۂ جنگ

نواب با انگریزاں

دربار پونا۔ اور نظام حیدر آباد کے حلفیہ قول و قرار کے موافق

نواب حیدر علیخاں اور انگریزوں کی معرکہ آرائی کا حال تاریخ نشان حیدری اور حملات حیدری کے موافق اُوپر لکھا گیا۔ لیکن جو ناظرین انگریزی تحریر و تنقید کے دلدادہ ہیں اُن کی ضیافت طبع کے لئے لیون بی بورنگ صاحب بہادر چیف کمشنر میسور کی تاریخ کے حصّہ اول متعلق حیدر علیخاں کے باب پانزدہم کا اقتباس درج ذیل کیا جاتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ گورنمنٹ مدراس نے اپنی غلطی اور نواب محمد علیخاں کی غداری اور مکاری کا لحاظ نہ کرکے اُسکی پاسداری اور حمایت اور دوسرے مصالح سے قطع نظر کرکے دربار پونا اور نظام حیدرآباد کو بیحد ناراض کر دیا تھا۔ اور حیدر علی کے ساتھ بھی سچائی کا برتاؤ نہ ہوا اور ساحل مالابار پر اُس کا قلعہ ماہی چھین لیا تھا۔ اس لئے یہ تینوں انگریزوں کی مخالفت پر آمادہ ہوگئے۔ اور حیدر علی نے مرہٹہ وکیل گنیش راؤ کے پیش کردہ شرایط پر جنگ کا عزم بالجزم کر لیا ان شرایط کا مدعا یہ تھا کہ حیدر علی اور نظام حیدرآباد اور مرہٹے تینوں ملکر انگریزوں کے مقابلہ میں کارروائی کریں +

حیدر علی کو دریائے تنگ بھدرا کے شمال تمام ملک پر قبضہ دیدیا جائے اور مقدار خراج میں جو حیدر علی ادا کرتا تھا صرف گیارہ لاکھ روپے لئے جایا کریں اس متفقہ کارروائی کے پورا کرنے کو یہ تجویز قرار دی گئی کہ مرہٹے تو برار اور وسطی اور شمالی ہند پر حملہ آور ہوں نظام صوبہ سرکار کو مطیع کرے اور حیدر علی مدراس اور جنوبی ہند کو

سمجھ لے۔ یہ جتھہ واقعی بہت قوی تھا۔

اب حیدر علی نے اپنا فرض ادا کرنے کو میسور کے خاص خاص مقامات کی حفاظت کا انتظام کر کے بنگلور پر ۸۳ ہزار فوج جمع کی اتنی فوج جنوبی ہند میں کبھی جمع نہ ہوئی تھی۔

اس فوج کی تفصیل ولکس صاحب نے یہ لکھی ہے :۔

سواران خاصہ	سواران سلحدار	سانوانور کنٹنجنٹ	قواعد دان پیدل
۱۴۰۰۰	۱۲۰۰۰	۲۰۰۰	۱۵۰۰۰
کار آزمودہ پیدل	مقامی محکموں سے انتخاب کی ہوئی سپاہ		
۱۲۰۰۰	۱۸۰۰۰		
پالیگار پلٹنیں	میزان		
۱۰۰۰۰	۸۳۰۰۰		

حیدر علی کا انتظام خبر رسانی نہایت مکمل تھا۔ اور کمسریٹ کا انتظام پورنیا کے سپرد تھا جس کی نہایت عمدہ حالت تھی۔ درۂ کوہ پر اپنی فوج جمع کر کے اور مختلف کالموں کے جنرلوں کو مناسب ہدایتیں دیکر حیدر علی ۱۷۸۰ء میں دریائے ذخار کی مانند بربادی پھیلاتا ہوا میدانوں میں ظاہر ہوا۔ محمد علی نے اس آنے والے حملہ سے مدراس گورنمنٹ کو آگاہ کر دیا تھا۔ لیکن اُس نے زبانی جمع وخرچ کے علاوہ نہ تو کوئی فوج ہی روانہ کی اور نہ روپے سے مدد دی۔ فوج تو یوں نہ بھیج سکا کہ اس کو بہت دنوں سے تنخواہ تقسیم نہ ہوئی تھی۔ وہ خود

آمادہ فساد ہو رہی تھی۔ اور روپیہ لالچ کی وجہ سے نہ دے سکا۔ انگریزوں کے پاس خبر رسی کا کوئی عمدہ انتظام نہ تھا۔ انگریزوں کو حیدر علی کی آمد کا حال اس وقت تک معلوم نہ ہوا جب تک کہ مدراس سے نو میل کے فاصلہ پر کوہ سینٹ طامس کے قریب گاؤں جلنا شروع نہ ہو گئے۔ اور اب انگریزوں نے اپنی حفاظت کی تیاریاں شروع کیں +

حیدر علی نے یہ تجویز کی تھی کہ پالی کھٹ جھیل سے لیکر پانڈیچری تک تمام ملک کو اُجاڑ کر فورٹ سینٹ جارج (قلعہ مدراس) کو تنہا کر دے تاکہ شمال مغرب سے کسی قسم کی مدد نہ آسکے۔ اس کے علاوہ اس کو یہ بھی اُمید تھی کہ ساحل پر فرانسیسی اُس سے مل کر سب انتظام کریں گے +

اب اس خطرہ سے پریشان ہو کر گورنمنٹ مدراس نے کرنل ہاربر کو گنٹور کی فوج کا کمانیر مقرر کیا۔ اور حکم دیا کہ فوراً جنوب کی طرف روانہ ہو۔ کرنل بیرتھ ویٹ کو حکم ہوا کہ جنگل پیٹ کے راستہ سے ہو کر پانڈیچری سے مدراس کی طرف بڑھے + اور ایک فوج کو ترچناپلی سے روانہ ہونے اور غنیم اور بارہ محال کے درمیان راستہ روک دینے کی ہدایت کی گئی۔ اور چونکہ محمد علی کی فوج کا کوئی اعتبار نہ تھا اس لئے ودیار پالیام۔ چنجی۔ کرناٹک گڈہ اور واندی واش پر قبضہ قایم رکھنے کو فوجیں روانہ کر دی گئیں۔ ان قلعوں میں

محمد علی کی فوج بھی تھی +

ان فوجوں میں سے پہلی فوج کو کچھ عرصہ تک کامیابی ہوئی اور لفٹنٹ فلنٹ نے بڑی بہادری سے وانڈی واش پر قبضہ قایم رکھا اور چھ مہینے تک دشمن کا کوئی قابو چلنے نہ دیا لیکن دوسری فوجیں بیکار ہو گئیں +

حیدر علی نے بارہ محال اور چنگاما کے درہ سے اُتر کر ایک فوج کو اپنے چھوٹے بیٹے کریم[1] کی ماتحتی میں علیحدہ کیا کہ وہ پورٹو نووُ پر حملہ کرے جو پانڈیچری کے جنوب میں واقع ہے اور خود آرکاٹ کے محاصرہ کو بڑھا - لیکن یہ خبر سنکر کہ ایک انگریزی فوج سر ہکٹر منرو کی ماتحتی میں آ رہی ہے - اُس نے محاصرہ کی کارروائی کو موقوف رکھا ۲۹ - اگست سنہ ۱۷۸۰ء کو سپہ سالار مدراس کانجی ورم جا پہنچا - اور یہاں گنٹور کی فوج کا انتظار کرنے لگا جس کا کمانیر کرنل بیلی تھا - کرنل بیلی ۲۵ - اگست کو دریاے کورٹلار پر پہنچا اور غلطی سے بجاے داہنے کنارہ کے بائیں کنارہ پر خیمہ زن ہوا - اتفاق سے ایسی شدید بارش ہوئی کہ وہ چوتھی ستمبر تک دریا کو عبور نہ کر سکا - ۶ ستمبر کو حیدر علی نے ٹیپو[2] کے ہمراہ اپنی فوج کا نہایت ہی عمدہ حصہ بھیجا کہ

---

[1] بورنگ صاحب حیدر علی سے اتنے خفا ہیں کہ اُس کے چھوٹے شاہزادہ کے نام میں صاحب یا خان کا معمولی لفظ بھی لکھنا پسند نہیں کرتے صرف کریم ہی لکھتے ہیں +

[2] یہاں بھی صرف ٹیپو لکھا ہے سلطان وغیرہ کچھ نہیں +

اس فوج کو پیرم باکم جانے سے روک دے اور خود کانجی ورم میں سر ہکٹر منرو کو دیکھتا رہا لیکن ٹیپو کو بیلی کی مٹھی بھر فوج نے پسپا کر دیا اور ۹۔ ستمبر کو کرنل فلیچر کی ماتحتی میں ایک ہزار سپاہیوں کی فوج کرنل بیلی کی فوج سے آکر مل گئی۔ اس سپاہ کو سر ہکٹر منرو نے اصل فوج سے علیحدہ کر دیا تھا۔ اُسی شب کو کرنل بیلی۔ کانجی ورم جانے کے لئے پیرم باکم سے روانہ ہوا۔ وہ بہت دور نہ گیا تھا۔ کہ پیچھے سے دشمن کی توپوں نے آ لیا۔ کرنل بیلی نے ان توپوں کو چھین لینے کی کوشش کی لیکن پُر خلاب زمین میں اُس کا بس نہ چلا۔ اس پر بھی انگریزی فوج غنیم پر غالب آئی۔ اور غنیم کی توپیں بند ہو گئیں۔ کرنل فلیچر کی رائے تھی کہ بیلی کی فوج منرو سے مل جانے کے لئے برابر کوچ کرتی رہے یہاں نہ ٹھیرے۔ لیکن کرنل بیلی نے اُس کا کہنا نہ مانا اور بقیہ شب اُسی مقام پر قیام کیا۔ سر ہکٹر منرو اس مقام سے نو میل تھا۔ اتنی مہلت میں ٹیپو نے ایک ایسے مضبوط اور ضروری مقام پر اپنا توپخانہ جما دیا جہاں سے انگریزی فوج کو نکلنا تھا۔

۱۰۔ ستمبر کو انگریزوں کی تین ہزار سات سو انگریزی فوج نے کوچ شروع کیا۔ ابھی دو میل بھی نہ گئی تھی کہ عقب سے چھ توپوں کے گراب پڑنے لگے۔ اسی کے ساتھ ایک بازو پر حیدر علی کے مشاق رسالے نمودار ہوئے۔ کپتان رَنے لے اور گاڈوِنی کے ساتھ گرانڈیلوں کی دس کمپنیوں نے بڑی بہادری سے حملہ کر کے چار

توپیں چھین لیں۔ لیکن فوراً ہی بہت سے رسالے آ ٹوٹے اور یہ دس کمپنیاں دوسری انگریزی فوج سے ملنے نہ پائیں۔ اور اب اُن میں بڑی ابتری پھیل گئی۔ اس میں حیدر علی نے اپنی توپوں سے آگ برسانا شروع کی۔ لیکن اس ہوشیاری اور بہادری سے مقابلہ کیا گیا کہ انگریزی فوج پر بہت بڑا اثر نہ ہوا۔ حیدر علی بیدل ہو کر ہٹ جانا چاہتا تھا لیکن مانشیور لالی فرانسیس نے اس پر زور دیا کہ اب ہٹنا مناسب نہیں۔ حیدر علی اور ٹیپو کی توپیں ملکر تعداد میں پچاس سے زیادہ تھیں۔ بد قسمتی سے دو انگریزی گاڑیاں جو کارتوسوں سے بھری ہوئی تھیں اُڑ گئیں اور انگریزی فوج کے پاس سامان حرب کم رہ گیا۔ اب کرنل بیلی گراب سے جواب نہ دے سکتا تھا۔ جس وقت یہ نازک حالت ہو رہی تھی حیدر علی نے اپنے خاص رسالوں سے دھاوا کیا اور پیدلوں نے گولیاں برسائیں جن کا پورا اثر محسوس ہوا۔ اور کرنل بیلی کے کاری زخم آیا لیکن باوصف اس کے اُس نے اپنی منتشر فوج کو جمع کر کے ایک بلند مقام پر مربع باندھ لیا۔ اس مقام سے اُس نے دشمن کے تیرہ حملے رد کیے۔ لیکن علے التواتر تازہ دم سواروں کے رسالے حملہ آور ہوتے رہے جس سے یہ مربع ٹوٹ گیا گورے سپاہیوں نے تو اپنی شجاعت پر دھبہ نہ آنے دیا۔ لیکن کالے سپاہی بدحواس ہو گئے۔ اور کرنل بیلی پناہ مانگنے پر مجبور ہوا۔ لیکن دیسی سپاہی اب بھی فیر کر رہے تھے۔ جب انگریزی سپاہ سے ہتیار

رکھ دینے کو کہا گیا تو غنیم فوج میں گھس آیا اور جو سامنے پڑا قتل کیا گیا۔ اگر مانشیور لالی اور ایک دوسرا فرانسیسی افسر پیموران رحمدلی کا مشورہ نہ دیتے تو غالباً انگریزی فوج کا ایک متنفس بھی زندہ نہ چھوڑا جاتا۔ لیکن باوصف اس کے بھی سات سو یورپین اس لڑائی میں مارے گئے۔ لیکن فرانسیسی مورخ کا بیان ہے کہ کرنل بیلی مع دو ہزار انگریزوں کے قید ہوگئے اور پانچ ہزار سپاہی مع اُن سات سو یورپین کے مارے گئے۔ ان قیدیوں میں مسٹر بیرڈ بھی تھا جو بعد کو سر ڈیوڈ بیرڈ مشہور ہوا۔

بڑی خوش قسمتی کی بات تھی کہ اس وقت ہندوستان میں وارن ہیسٹنگز کا زمانہ تھا جس نے انگریزوں کی بگڑی ہوئی قسمتوں کو سنبھال لیا اور اپنی ژرف نگاہی سے دریافت کر لیا کہ اب برٹش گورنمنٹ کے اثر کو قایم رکھنے کے لئے بڑی زبردست کارروائی کی اشد ضرورت ہے اور سر آیر کوٹ جو ایک نامور اور کار آزمودہ جنرل تھا مدراس کو روانہ کیا۔ جنگ کی کارروائیوں کے متعلق اُس کو پورے اختیارات دئے گئے۔ شروع نومبر میں وہ مدراس پہنچ گیا۔ اس زمانہ میں کرنل بیلی کو شکست دینے کے بعد حیدر علی نے آرکاٹ کا محاصرہ

لہ کاش بورنگ صاحب اس فقرہ کو نہ لکھتے۔ ابھی انہوں نے اوپر گوروں کی بہادری دکھلائی ہے اور ابھی وہ ایسی حالت میں دیسی سپاہیوں کے فیر کرنے کو لکھتے ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ گوروں سے زیادہ دیسیوں نے بہادری سے کام لیا

کر کے بہت بڑی خونریز جنگ کے بعد قلعہ آرکاٹ کو چھین لیا تھا اس ہدّ میں ٹیپو کی فوج کو نہایت نقصان پہنچا۔ لیکن انگریزوں کے پاس سے دوسرے قلعوں کے چھین لینے میں حیدرعلی کامیاب نہ ہوا۔ اور آمبر کے قلعہ کے سوائے حیدرعلی کا کسی ایک قلعہ پر قبضہ نہ ہوسکا۔ ایر کوٹ نے مع فوج و توپخانہ مدراس سے چلکر پہلے تو قلعہ خنگل پٹ کو مدد پہنچائی اُس کے بعد قلعہ کرن گولی پر قبضہ کر لیا۔ پھر کرنل فلنٹ کو مدد دینے کی تیاری کی جو اب تک قلعۂ وندی واش میں بیٹھ کر دشمن کا مقابلہ کئے جاتا تھا۔ ایر کوٹ کی مناسب وقت مدد نے فلنٹ کی بات پرکھ لی اور اس مدد کے پہنچنے پر حیدرعلی نے محاسرہ چھوڑ دیا +

اب سمندر میں (حیدرعلی کے دوست) فرانسیسوں کا بیڑہ آپہنچا اور سمندر کی طرف سے آیرکوٹ کو مدد پہنچانا یا شمال کی طرف بڑھنا غیر ممکن ہو گیا اس لئے پرماکوتل کو غنیم کے ہاتھوں سے نجات دیکر وہ پانڈیچری کی جانب بڑھا تاکہ فرانسیسوں کو ساحل پر سامان نہ اُتارنے دے لیکن آیرکوٹ کو اس میں کامیابی نہ ہوئی۔ اب آیرکوٹ نے کدالور پر بڑھنے کا عزم کیا لیکن اس مقام پر حیدرعلی کی فوج نے اُسکو سخت نقصان پہنچایا اور چاروں طرف سے آیرکوٹ کو گھیر لیا۔ آیرکوٹ چار مہینے بیکار رہا کیونکہ اُس کو سامان بہم نہ پہنچا۔ پھر آیرکوٹ چِدام برم کے مستحکم مندر پر حملہ کرنے کو روانہ ہوا۔ یہ مندر پورٹو نووو کے قریب

واقع تھا لیکن حیدر علی کی فوج نے جو توقع سے زیادہ وہاں موجود تھی۔ آیرکوٹ کو پسپا کردیا +

چند روز بعد انگریزوں کا ایک بیڑہ سر ایڈورڈ ہوجیز کے ہمراہ مدراس آپہنچا۔ اور اس بیڑہ کی فوج نے آیرکوٹ کی فوج سے ملکر چھدام برم پر حملہ کرنے کی تیاری کی۔ لیکن حیدر علی جو اپنے جاسوسوں سے اس محاصرہ کا حال سن لیا تھا تو ڈھائی دن میں یلغار کرکے سو میل کی مسافت طے کی۔ اور اپنی سب فوج کے ساتھ آندھی بنکر آپہنچا اور انگریزی افواج اور گودالور کے درمیان مستحکم مقام پر مورچہ بند ہوگیا +

یکم جولائی کو ایرکوٹ نے محاصرہ چھوڑ دیا۔ اور سامان حرب جہازوں میں بار کرکے دشمن کے مقابلہ کو بڑھا اور اُمید کی کہ غنیم اُس کے مورچوں سے ہٹاکر میدانی جنگ پر مجبور کرے گا اور اپنی فوج کو باقاعدہ ترتیب دیکر اور سامان کی حفاظت کرنے والی فوج کو اپنے داہنے بازو اور سمندر کے درمیان رکھ کر بسرعت کوچ کیا۔ اور اُن پہاڑیوں کے مشرقی پہلو سے روانہ ہوا جو اُس کے اور حیدر علی کے بیچ میں حایل تھیں۔ اُس کی اگلی فوجیں اس پہاڑیوں کے ایک درہ میں در آئیں اور اس درہ کی حفاظت کرنے والی فوج کو صاف کرکے مغرب کی جانب مڑیں اُس وقت غنیم کی جانب سے سخت گولہ باری ہورہی تھی تاہم آیرکوٹ نے پچھلی صفوں کے آنے

کا انتظار کیا اور یہ صفیں بڑے استقلال سے آگے بڑھتی چلی گئیں اور درہ کے قریب ایک بلند مقام پر مورچہ بند ہوئیں۔ حیدر علی نے ان پر بہت سخت حملہ کیا۔ لیکن یہ حملہ بہادری سے روکا گیا۔ اور گراب سے حیدر علی کو ایسا سخت نقصان پہنچا کہ وہ پیچھے ہٹ جانے پر مایل ہوگیا اور اُس نے اپنے توپخانہ اور فوج کو ہٹا لیا۔ پھر آیر کوٹ کی اگلی اور پچھلی صفیں ملکر آگے بڑھیں اور پورٹو نووو کے قریب موتی پالیم پر مورچہ بندیاں کیں۔ اس موقع کو دیکھ کر حیدر علی نے جنگ سے کنارہ کشی کی۔ قریب تھا کہ وہ گرفتار کر لیا جاتا لیکن بچ گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس معرکہ میں اس کے دس ہزار آدمی کام آئے اور زخمی ہوئے اور انگریزی فوج کا بہت خفیف نقصان ہوا حیدر علی کی فوج میں اس وقت ۴۲۰ یورپین اور گیارہ سو یوریشین اور ہندوستانی مخلوط النسل چالیس ہزار سوار اور اٹھارہ ہزار چار سو پیدل تھے۔ ۴۷ توپیں تھیں۔ اس کے علاوہ بیقاعدہ فوج بیشمار تھی اور ماتحت ریاستوں سے آئی ہوئی فوج اُس کے سوا تھی۔

اس کامیابی سے آیر کوٹ اس قابل ہوگیا کہ بنگال سے آنے والی فوج سے مل جائے جو پلی کٹ جھیل کے راستہ سے آ رہی تھی۔ اُس کے آگے بڑھنے سے ٹیپو وانڈی واش کا محاصرہ چھوڑ دینے پر مجبور ہوا۔ جس کو اُس نے محصور کر رکھا تھا۔ یہاں سے آیر کوٹ حیدر علی کا مقابلہ اُس مقام پر کرنے کو روانہ ہوا جہاں کرنل بیلی کو

شکست ہوئی تھی۔ ۲۷۔اگست کو آیر کاٹ کا ہراول اُس مقام پہنچ گیا اور غنیم کو جنگ کے لئے تیار پایا۔

وہاں انگریزی فوج ایک باغ میں اُتری جس کے گرد نالہ بہتا تھا حیدر علی نے گولہ باری کی۔ اس نالہ اور جنگل نے فوج کو باقاعدہ جنگ کا موقع نہ دیا۔ تب ایرکوٹ نے ایک پہاڑی پر فوج چڑھادی اور گولے برسانے لگا۔ لیکن اُس سے غنیم کو کچھ زیادہ نقصان نہیں پہنچا تب آیرکوٹ نے مایوس ہو کر مدراس کو اس مدعا سے کُوچ کیا کہ وہاں جاکر استعفا دیدے لیکن لارڈ میکارٹنی نے اُس کو مجبور کیا کہ وہ پھر فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لے اور ویلور کو جسے حیدر علی کی فوج گھیرے ہوئے ہے خلاصی دے۔ حیدر علی اُس وقت شولنگرہ میں مقیم تھا۔ ایرکوٹ پھر آکر انگریزی فوج میں شامل ہوا۔ اور راستہ میں پولور کو لیکر ویلور کی حالت نہایت نازک ہورہی تھی۔ حیدر علی کے محاصرہ نے ضروریات زندگی کو بند کر رکھا تھا۔ اس مقام پر حیدر علی سے کئی خونریزیاں ہوئیں۔ اور حیدر علی کی فوج نے بھی نہایت تیز و تُند حملے کئے۔ لیکن آخر میں وہ اس جنگ سے دست بردار ہوگیا۔ اور ویلور کی ناتوں سے مرتی ہوئی قلعہ بند فوج کو آیرکوٹ نے بمشکل تمام ادھر اُدھر سے چھ ہفتہ کے خرچ کا سامان بہم پہنچایا اور خود ترپاسور کو لوٹ آیا۔ اگرچہ حیدر علی نے اُس کے روک لینے کی بڑی کوشش کی۔ تاہم اس جنگ کو فتح جنگ نہیں کہا جا سکتا۔

اگرچہ حیدر علی کی جانب پانچ ہزار جانوں کا نقصان ہوا +

اس جنگ کے متعلق حیدر علی اور انگریزوں کے باہم ایک اور دلچسپ واقع پیش آیا۔ وہ یہ کہ لارڈ میکارنٹی گورنر مدراس کے نام انگلستان سے ایک حکم پہنچا کہ ڈچ لوگوں کے ساتھ سخت برتاؤ کیا جائے۔ اور حیدر علی نے ڈچوں کو اپنا شریک بنا کر ینگا پٹم کے ڈچ گورنر سے ایک عہدنامہ کر لیا جس کی رُو سے فریقین ایک دوسرے کے معاون ہو گئے۔ اور ڈچ گورنر نے حیدر علی کی مدد کے معاوضہ میں ناگوڑ کا انگریزی ضلع اُس کو دے دینے کا معاہدہ کر لیا۔ اس تجویز کو کرنل برتھ ویٹ نے جو اُس وقت تنجور کی فوجوں کا کمانیر تھا پورا نہ ہونے دیا اور حیدر علی کی فوج کو ناگوڑ سے نکال کر ینگا پٹم کو بھی لے لیا۔ جب ینگا پٹم انگریزی قبضہ میں آگیا تو حیدر علی نے تنجور سے بھی اپنی فوج ہٹالی اور ان چھوٹے چھوٹے مقامات کو بھی خالی کر دیا جن پر گھاٹوں کے دامن میں اُس کا قبضہ تھا۔ مگر اس کامیابی کا اثر بہت دنوں تک قایم نہ رہا۔ کیونکہ ۱۱۔ فروری ۱۷۸۲ء کو حیدر علی کی ایک بڑی فوج نے کرنل برتھ ویٹ کو شکست فاش دی اور اس کو قید کر لیا۔ یہ جنگ تین روز تک جاری رہی +

حیدر علی کو اُمید تھی کہ نظام اس طرف اپنے معاہدہ کو پورا کریگا اور موسلی پٹم اور راج مندری اور مشرقی ساحل کے دوسرے اضلاع کو مطیع کر لیگا لیکن نظام علی خاں نے تمام صدمات کا نشانہ صرف

حیدر علیخاں کو بنا دیا۔ اپنا ایک سپاہی بھی اپنی جگہ سے نہ ہلایا۔ نظام کو یہ بھی خدشہ تھا کہ شاہنشاہ دہلی نے حیدر علیخاں کو دکن کا صوبہ دار بنا دینے کے لئے خفیہ وعدہ کیا ہے۔ اور مرہٹوں کو دوسرے وجوہ نے حیدر علی کی موافقت سے علیحدہ کر دیا۔ اور اب وہ اکیلا انگریزوں کے مقابلہ میں رہ گیا۔ تاہم حیدر علیخاں ایسا شخص نہ تھا جو ہمت ہار جاتا۔ حیدر علیخاں نے مالابار۔ کورگ اور اُس کے ملحق ضلع بالم (منجر آباد) پر اپنی حکومت قایم کرنے کو فوج روانہ کی اور خود بھی نشیبی ملک سے کوچ کرنے والا تھا۔ اس میں اس نے پورٹو نوود میں فرانسیسی فوج کے ساحل پر اُترنے کی خبر سُنی جس کا وہ بہت عرصہ سے منتظر تھا۔ لیکن فرانسیسوں کا وہ بیڑہ جو کمک لا رہا تھا راستہ میں دو جگہ پکڑا گیا۔ اس لئے ساحل پر بہت تھوڑے سپاہی اُتر سکے۔ ان کی تعداد بارہ سَو سپاہیوں سے زیادہ نہ تھی۔ فرانسیسی فوج نے ساحل پر اُتر کر گڈالور اور پرماکویل پر قبضہ کر لیا۔ جب ایرکوٹ کو یہ معلوم ہوا کہ فرانسیسوں نے پرماکویل پر قبضہ کر لیا تو وہ وانڈی واش کی طرف بڑھا جہاں سے دشمن (حیدر علیخاں) پانڈیچری کی طرف چلا گیا تھا۔ جب ایرکوٹ نے وہاں جنگی آمادگی نہ پائی تو اُس نے آرنی جانے کا ارادہ کیا جو وسط میں واقع اور حیدر علیخاں کی خاص چھاؤنی کا مقام تھا جہاں حیدر علیخاں نے رسد اور سامان حرب پہنچنے کے لئے گھاٹوں کے نیچے اس مقام پر

مضبوط قبضہ کر رکھا تھا۔ لیکن ایرکوٹ نے یہ سُنکر حیدر علی نے ایک بڑی فوج ٹیپو کی ماتحتی میں آرنی کی حفاظت کو روانہ کی اور دوسرے روز خود بھی روانہ ہوگیا لیکن ۲ جون ۱۷۸۲ء کو قلعہ کے نزدیک کیمپ قائم کیا۔ ٹیپو اور مانشیور لالی نے انہیں پر حملہ کیا۔ اس جنگ میں لالی کے ہاتھ سے ایک توپ چھین لی گئی لیکن آیرکوٹ کو آرنی پر چھاپہ مارنے میں کامیابی نہ ہوئی کیونکہ حیدر علی انگریزی فوج کو دھوکا دیکر ایسے مقام پر لے گیا جہاں میسور کی ایک بڑی فوج نے اُس پر حملہ کر دیا اور اُس کو نقصان شدید پہنچایا۔

اگست ۱۷۸۲ء میں بمبئی گورنمنٹ نے مالابار پر حملہ کرنے کو ایک فوج روانہ کی کرنل ہمبرسٹن نے جو فوج کا افسر تھا کالیکٹ کو لے لیا اور پال گھاٹ چیری پر یورش کی۔ اور راہ میں چند چھوٹے چھوٹے قلعوں پر بھی قبضہ کر لیا۔ اسی اثنا میں حیدر علی نے ٹیپو کو حکم دیا کہ انگریزوں کے مقابلہ میں جاوے۔ ٹیپو مشرقی صوبہ سے دھاوے مارتا ہوا اکتوبر میں ملیبار پہنچا اور ساحل سے انگریزوں کا تعلق قطع کر دینے کی کوشش کی۔ انگریزی فوج پنیانی کو ہٹ گئی جو کالیکٹ سے پیالیس میل تھی۔ اور دمدمے باندھکر دو جنگی جہازوں کی آڑ پکڑی چند روز تک ٹیپو دور سے گولے مارتا رہا۔ پھر دیسی فوج کے چار کالم بنا کر شدت سے حملہ آور ہوا لیکن بعد میں پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوا۔

آرنی کی جنگ کے بعد برسات شروع ہوگئی اس لئے کارومنڈل

ساحل پر فریقین نے جنگ موقوف کردی۔ اور حیدر علی آرکاٹ سے سو میل شمال لشکرزن ہوا۔ اس کی پشت میں سرطان نکلا تھا اُس کے صدمہ سے ۷۔ دسمبر ۱۷۸۲ء مطابق ۱۱۹۵ ہجری میں اُس نے چتور کے قریب اپنے لشکر کے درمیان نرسنگ رائنا پیٹ میں رحلت کی ۔

ٹیپو اپنے باپ کے انتقال کی وحشتناک خبر سُنکر جنگ مذکور کو چھوڑ کر واپس آگیا ۔

نواب حیدر علیخان بہادر کی رحلت

سرائے دنیا ہے خوف کی جا ہر ایک کو کوچ دمبدم ہے

رہا فریدوں یہاں نہ دارا نہ ہے سکندر یہاں نہ جم ہے

مسافرانہ ٹکے ہو اُٹھو مقام فردوس ہے نہ ارم ہے

نسیم ہے گو کمر کو باندھو اُٹھاؤ بستہ کہ رات کم ہے

سفر ہے دشوار خواب کب تک بہت بڑی منزل عدم ہے

ناظرین۔ آپ پڑھ چکے ہیں کہ ایک بچہ جو اپنے باپ کے مطالبہ اٹھارہ ہزار روپے میں ظالم حاکم کی شقاوت سے ایک مدت تک نقاد میں بند رہا۔ اُس نے وہاں سے رہائی پائی کیونکہ اپنے شفیق چچا کے پاس پرورش پاکر فنون سپہگری حاصل کئے۔ اور تیغ زنی کمند افگنی نیزہ بازی۔ اسپ تازی میں یکتا ہو کر خود کو لاثانی سپاہی بنایا۔ جب

بڑے بڑے سپاہیوں اور بہادروں کی نگاہیں پڑنے لگیں۔ اور وہ سپاہیانہ اوصاف سے وزیر میسور کے دربار میں رہتے رہتے جمعدار اور جمعدار سے نایک (سپہدار) اور نایک سے سپہ سالار بنا۔ اور اسی عرصہ میں کن تدبیرات سے اُس نے اپنا ملک بجائے خود علیحدہ پیدا کیا۔ پھر میسور کا فرمانروا ہو کر کتنے ممالک کا حکمران بن گیا جو بادشاہ کا درجہ رکھتا ہے۔ اور اُس نے پیشوایان پُونا اور نظام حیدر آباد اور افواج انگریزی کے مقابلہ میں کیسی حیرتناک فتحیں حاصل کیں جس کی دوسری نظیر نہیں ملتی۔ لیکن آج وہی سپاہی۔ وہی سپہ سالار۔ وہی بہادر۔ وہی شہر یار شاہنشاہ حقیقی کی بارگاہ میں جانے کے لئے سر پر کامرانی پر تھوڑی دیر کا مہمان نظر آتا ہے۔ اُس کی محفل میں سناٹا نظر آتا ہے۔ اُس کے خیمہ وخرگاہ پر اُداسی چھائی ہوئی ہے۔ اُس کی فوجی چھاونی شہر خموشاں بن رہی ہے ٭

اُس کی پیٹھ کے پھوڑے (سرطان) نے اُس کی تمام پیٹھ کو بھڑ کے چھتے کی طرح مشبک کر ڈالا ہے۔ جراح۔ طبیب۔ ڈاکٹر اُس کے علاج سے مایوس ہو چکے ہیں۔ امیر۔ وزیر۔ ندیم۔ حکیم۔ مشیر۔ دبیر۔ اور فوجی عہدہ دار طرح طرح کے انتظام اور تدبیرات مصلحتی میں مصروف ہیں۔ اخیر نومبر میں نواب نے لشکرگاہ کے شور وغل سے علیحدہ رہنے کو شہر آرکاٹ میں سکونت اختیار فرمائی۔ اور بڑی پیش بینی اور ہوشیاری سے ملکی اور مالی کاموں کے بندوبست کے لئے جابجا فرمان

روانہ کئے تا ناظموں اور عاملوں کو علالت کا حال معلوم نہ ہو اور نہ اشرار و سرکش اُس کی بیماری کی خبر پاکر فتنہ و فساد کا حوصلہ کریں اس میں ایک جاسوس خبر لایا کہ جنرل ایری کوٹ نے انتقال کیا۔ نواب حیدرعلیخاں نے جنرل سرایری کوٹ کے انتقال کی خبر سُنکر اُس کی دلیری اور ہوشیاری اور لڑائی کے وقت اُس کی سُوجھ بوجھ اور مصاف آرائی کی تعریف کی۔ اور کہا کہ اس صفت کا کوئی جنرل یا کرنل دیکھنے میں نہیں آیا۔ زاں بعد مقربان حضوری نے عرض کیا کہ حضور کو شب و روز امورات جلیلہ میں فکر کرنا زیادتی مرض کا باعث ہوگا اس لئے صلاح دولت یہ ہے کہ شاہزادۂ والاشان کو طلب فرماکر تا صحت انتظامی کام سپرد کردئے جائیں اور خود بدولت تفریح و آسایش کے سوائے کوئی کام قبول نہ فرمائیں۔ اس التماس کو نواب نے قبول اور پسند فرماکر ایک شقہ اس مضمون سے شاہزادہ کو لکھوایا

نورچشم راحت جان پدر۔ درصورتے کہ تم کو اس نواح کے متمردوں کی تنبیہ و تادیب سے قرار واقعی جمعیت خاطر اور اطمینان کلی حاصل ہوا ہو تو چشم پدر کو اپنے دیدار راحت آثار سے جلد روشن اور منور کرو اور اگر کچھ کمک اور فوج کی احتیاج ہو تو اُس کا حال گذارش کرو۔ فقط

دوسری صبح کو خود بدولت نے تمام ملازموں کو ایک ایک مہینے کی تنخواہ خزانۂ عامرہ سے دئے جانے کا حکم فرمایا۔ فقیروں۔ غریبوں۔

مسکینوں۔ محتاجوں کو کثرت سے زر نقد اور کھانا تقسیم ہوتا شروع ہوا۔ سلخ ذوالحجہ ۱۱۹۶ھ ہجری[1] کو قریب شام نواب نے دریافت فرمایا کہ آج کونسی تاریخ ہے۔ جواب میں عرض کیا گیا کہ آج محرّم کی چاند رات ہے۔ اُس پر نواب نے فرمایا کہ مجھ کو غسل کرادو۔ چنانچہ غسل کرایا گیا۔ غسل کے بعد بستر بدلا گیا اور دوسری پوشاک پہنی۔ پھر کلمہ اور درود شریف کا ورد فرمایا۔ اور کچھ پڑھ کر منہ پر ہاتھ پھیرا۔ اور اُسی وقت دس ہزار سوار جرّار شمالی آرکاٹ کے راجاؤں کی تنبیہ کے واسطے اور پانچ ہزار سوار نواح مدراس کی محافظت کو روانہ فرمائے۔ پھر چند ساعت کے بعد ۶ دسمبر ۱۷۸۲ء کو اُسی شب میں رحلت فرمائی۔ نواب کی عمر سرسٹھ سال اور دوسرے قول کے موافق ستاسی سال بتائی گئی ہے۔

کارپردازان سلطنت نے بعد رحلت کے اس واقعہ کا اظہار خلاف مصلحت سمجھ کر نوحہ و ماتم برپا نہیں کیا بلکہ کئی روز تک بڑی ہوشیاری سے اس خبر کو پوشیدہ رکھا اور نواب مرحوم کے جنازہ کو بڑی احتیاط سے خفیہ سرینگ پٹن پہنچایا وہاں بڑی حشمت اور احترام سے لال باغ میں دفن کر کے عالی شان مقبرہ بنایا گیا[2]۔

---

[1] یہ سن غلط لکھا گیا ہے غالباً ۱۱۹۷ھ ہجری ہوگا محرم کی چاند رات پر نظر کر کے ۱۱۹۶ھ ہجری لکھا گیا۔

[2] یون۔ بی۔ بورنگ صاحب سی۔ ایس۔ آئی چیف کمشنر میسور (دیکھو صفحہ ۲۵)

لکھتے ہیں کہ رنی کی جنگ کے بعد برسات شروع ہو گئی اور کارنوٹل سے حل پر فریقین نے جنگ موتوف کردی۔ انگریزی فوج مدراس کو لوٹ آئی۔ اور حیدر علی آرکاٹ سے سولا میل شمال لشکر زن ہوا۔ حیدر علی کی پشت میں عرصہ سے سرطان نکلا ہوا تھا اور اُسکو بیشمار لڑائیوں اور اُن کی وجہ سے ماندگیوں نے مرض میں اور اشتداد بڑھا دیا تھا۔ اُس کے معالجوں کی تدابیر سے کوئی نفع نہ ہوا اور ۷۔ دسمبر ۱۷۸۲ء مطابق ۱۱۹۵ھ ہجری اُس نے چیتور کے قریب اپنے لشکر کے درمیان نرسنگ رایتا پیٹ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ حیدر علیخاں کی تاریخ وفات

حیدر علی خاں بہادر

سے نکلتی ہے۔ اس طرح پر ح ۸ ی ۱۰ د ۴ ر ۲۰۰ ع ۷۰ ل ۳۰ ی ۱۰

خ ۶۰۰ ا ۱ ن ۵۰ ب ۲ ہ ۵ ا ۱ د ۴ ر ۲۰۰ ۱۱۹۵ھ

اور ذیل کا قطعہ اُس کی قبر کی لوح پر کندہ ہے:-

کہ ایں شاہ آسودہ را نام چیست — چہ تاریخ رحلت نمود است او

یکے زاں میاں گفت تاریخ و نام — کہ حیدر علی خان بہادر بگو

نواب حیدر علیخاں بہادر کے

عادات و خصایل مع خصوصیات چند

سب مورخین کا اتفاق ہے کہ نواب حیدر علیخاں بہادر سے اکثر غیرمعمولی کام اس طور پر وقوع میں آئے جو صفحات تاریخ پر ہمیشہ یادگار رہیں گے۔ نواب بہادر کبھی ایک دم بیکار و جنگ اور مشغلہ تیر و تفنگ سے بیکار نہ رہتا تھا۔ اُس کا قول تھا کہ بہادر آدمی تن بے سر کا اچھلنا کودنا دیکھ کر رقص بسمل کا لطف حاصل کرتا ہے۔ اور اُس کو توپ و تفنگ کی آواز آہنگ سرود سے زیادہ مزا دیتی ہے۔ مردوں کی عمدہ نشستگاہ خانہ زین ہے اور بہادر آدمی کو ایک لڑائی کے فتح کر لینے میں جو خوشی حاصل ہوتی ہے وہ کسی جشن سے حاصل نہیں ہوسکتی۔ اکثر فرماتے تھے کہ اگر میں اپنا جیسا ایک آدھ شخص پاؤں تو خدا کی تائید سے ہفت اقلیم کو فتح کر ڈالوں اور حضرت عمر کی فتوحات کا نقشہ دکھا دوں۔ مجھ کو بعض لوگ اُمّی کہتے ہیں مجھ کو اسکی پروا نہیں۔ میرا پیغمبر بھی اُمّی تھا۔ یہ بھی خدا کی قدرت کا ایک نمونہ ہے جو اُس نے مجھ جیسے جاہل سے ایسے کارنمایاں ظہور پذیر کئے جو ہزاروں عالموں سے وقوع میں نہ آئے۔ کئی مورخ لکھتے ہیں کہ نواب

حیدر علیخاں کے عزم بلند کا پلہ کسی طرح تیمور و نادر سے گھٹ کر نہیں پایا جاتا +

نواب حیدر علیخاں نے سپاہی ہو کر ملک گیری اور ملکداری کے داؤں گھاٹ کو ایسا اخذ کیا تھا جو ایک بڑے عقلمند بادشاہ کے سزاوار ہو سکتا ہے۔ عدل و انصاف کو نہایت پسند کرتا اور احکام شریعت پر سر جھکاتا تھا۔ ارباب زراعت اور تجارت کو مدد دینے میں دل سے کوشش کرتا۔ رعایا کے ساتھ نرمی اور ملائمت سے پیش آتا۔ مگر سپاہیوں پر لشکری قانون کے موافق نہایت سخت تاکید رکھتا کہ ہر وقت اپنے کام پر آمادہ رہیں۔ اور اپنے فرایض کو خوب سمجھ کر پورا کریں +

مفسدوں اور سرکشوں کی تنبیہ و سیاست میں حد سے زیادہ تندمزاجی ظاہر کرتا۔ دشمنوں کے ساتھ انتقام لینے اور سزا دینے میں نہایت جبّار و قہّار تھا +

بات کا پکّا۔ قول و قرار کا سچّا۔ جس سے جو قول کرے اُس کو پورا کر کے مانے اپنے ہر دوست کا شریک رہے اور اُس کا جو دوست اُس کے ساتھ دوستی کا اقرار کر کے پھر جائے اُس سے سخت متنفر ہو اور اُس کو بُزدلا کمینہ مکّار دغاباز کہہ کر یاد کرے۔

بعضے لوگ اس پر تہمت لگاتے تھے کہ وہ نجومیوں کے قول پر چلتا ہے اس لئے کہ نوروز کے روز اور دسہرے کے دن آئینہ

محل میں جشن شاہانہ ترتیب دیا اور بزم ملوکانہ آراستہ کی جاتی تھی۔
آتشبازی کا تماشا۔ اور بھینسوں اور پاڑھوں کی لڑائیاں اور زور آزمائیاں۔ ہاتھیوں کی باہم ٹکریں۔ پہلوانوں کی کشتیاں دیکھتا۔ اور اپنی فوج کے بہادر سپاہیوں کو زرہ بکتر پہنوا کر ریچھوں اور شیروں سے لڑواتا اگر اُس پر سپاہی غالب آجاتا تو اُس کی تنخواہ میں اضافہ کرتا اور خلعت معقول مع زر نقد عنایت فرماتا اور جو وہ جانور اُس پر غالب آنے والا معلوم ہوتا تو فوراً اُس کی پیشانی پر گولی مارتا وہ وہیں گر پڑتا اور سپاہی بچ جاتا[1]۔ نواب نے اپنی تمام قلمرو میں ٹھگ۔ چور۔ ڈاکو۔ اُچکوں کا نام و نشان باقی نہ رکھا تھا شجاعت کو اسپر فخر تھا نہ اُس کو شجاعت پر۔ بڑی سی بڑی لڑائی میں بیم و ہراس اُس کے پاس نہ آتے تھے۔ وہ اپنی مستقل مزاجی کو ہاتھ سے نہ دیتا۔ چینا پٹن اور مدراس کی نواح میں اُسکا خوف اس درجہ پیدا ہو گیا تھا کہ اُس سے چھوٹے بڑے خوف کرتے تھے اور انگریز ہر وقت اُس کے ٹوٹ پڑنے سے خایف رہتے تھے۔ یہاں تک کہ ولایت کے انگریز اپنے بچوں کو اُس کا نام لیکر ڈراتے تھے کہ تم چپ رہو حیدر آتا ہے وہ پکڑ لے جائے گا۔ فوج کی ساخت اور پرداخت میں وہ لاثانی فیاضی اور حسن تدبیر ظاہر کرتا رہتا تھا جس کی نظیر مشرقی بادشاہوں میں کم ہوگی۔ بندوق

---

[1] ایسے تماشے روما میں بھی ہوا کرتے تھے۔

لگانے کے فن میں ایسا مشاق تھا کہ باریک سے باریک نشانہ خطا
نہ کرتا تھا۔ تیر چلانے میں لاثانی قادر انداز تھا۔ اُس کی بے پناہ
تلوار ہر وار میں جو زنگ کاٹ جاتی تھی۔ اور ہر قسم کے فنون سپہگری
کی مشق ہر روز بلا ناغہ کرتا رہتا تھا۔ اُس کا ذہن اور حافظہ اتنا
قوی تھا کہ خورد سالی کی باتیں اُس کو یاد تھیں اور جو کچھ خواب میں
دیکھتا کبھی نہ بھولتا۔ سوداگروں کی نہایت خاطر کرتا اور وہ جو کچھ
لاتے خرید کر لیتا اور قیمت کے علاوہ معقول انعام دیکر اُن کو پھر
آنے کا حوصلہ دلاتا۔ اُس کے سپاہیوں میں سے اگر کوئی سپاہی ذرا
سا کام بھی دلاوری کا کرتا تو اُس کو انعام دیتا۔ اور فوج کی تنخواہ
ماہوار اور جنگ کے وقت مہینے میں دوبار تقسیم کرتا اور لشکریوں
کے تمام ضروریات کی خبر رکھتا۔ اُن کے آرام کے ساتھ اپنے آرام
کو اور اُن کی تکلیف کے ساتھ اپنی تکلیف کو وابستہ جانتا۔ اسی
سبب سے اُس کے تمام لشکری اُس کے جاں نثار رہتے۔ اُسکے
پسینے پر خون گرانا چاہتے۔ شجیع و بہادر ایسا کہ لاکھوں آدمیوں
میں گھس جانے سے خوف نہ کھاتا۔ جفاکش اور متوکل ایسا کہ
پہاڑوں اور جنگلوں میں کئی کئی روز نہایت قلیل قوت لایموت
پر گزر کی اور پتھروں پر زین بچھا کر لیٹا اور اپنے عزم و ثبات کو قائم
رکھا۔ ادب شناس ایسا کہ دخل کیا جو اُس کی محفل میں خلاف ادب
کوئی بات ہو جائے۔ صاحب رعب ایسا کہ معمولی محفل میں بھی کسی کو

حد ادب سے بڑھ کر بات کرنے کی مجال نہ ہوتی +

رحیم وکریم ایسا کہ راتوں کو پوشیدہ نکل جاتا اور غریبوں مسکینوں اور عاجزوں اور بیواؤں کو روپے اشرفی دے آتا +

اپنے رفقا اور ملازمین خاص کو علاوہ ماہوار و مناصب کے وقتاً فوقتاً انعام اور خلعتیں تقسیم کرتا رہتا +

صولت و سطوت کا یہ حال تھا کہ شریر و مفسد اُس کے نام سے ڈرتے تھے اور جہاں کوئی سر اُٹھاتا فی الفور برق خاطف کی طرح اُس کے سر پر جا کر اُس کے سامان فساد و نخوت کو جلا کر خاک کر دیتا +

فراست اور قیافہ شناسی میں وہ ملکہ رکھتا تھا کہ انسان کو دیکھ کر اُسکے ظرف و کمظرفی اور اُس کی پست نظری اور بلند خیالی - اور شجاعت - اور بُزدلی کو پہچان جاتا تھا +

ذہن و حافظہ کی جودت سے ایک مرتبہ کسی کو دیکھ کر پھر نہ بھُولتا تھا اور اپنے ہر سپاہی کو پہچانتا تھا +

اُس کی راے ایسی صحیح و سلیم تھی جو ملک کے بڑے بڑے پیچیدہ مسایل کو نہایت عمدگی سے حل کر لیتی تھی - اور اُس کا خیال اندرونی اور بیرونی تعلقات مخاصمت کی تمام باتوں کو تاڑ کر وہی تدبیر اختیار کرتا تھا - جس سے بہتر کوئی تدبیر نہ ہو سکتی تھی +

اسی طرح وہ مختلف سمتوں کی لڑائی میں اپنی راے و استقلال سے وہ کام لیتا تھا کہ سب حریف اُس سے مات کھا جاتے تھے +

کہتے ہیں کہ حیدر علیخاں کسی کو پکارتا تو لونڈی بچہ کہہ کر پکارتا۔ اس پر ایک ندیم نے موقع پاکر عرض کی کہ یہ الفاظ حضرت کی زبان کے لائق نہیں تو ہنس کر فرمایا کہ ارے بھائی ہم تو سب لونڈی بچے ہیں۔ بی بی بچے تو جناب حسنین ہیں۔ اور وہی ایک بی بی ہے باقی سب اُس کی لونڈیاں یہ سُن کر سب کو خاموش ہونا پڑا۔ نواب کے ملک میں ہر قوم اور ہر مذہب کے آدمی موجود تھے لیکن اُنکو کسی مذہب سے کوئی تعرض نہ ہوتا تھا اور کہا کرتا تھا۔ عیسے بدین خود موسے بدین خود۔ ذہن و حافظہ کا یہ حال تھا کہ اُس کے دربار میں کئی کئی منشی ایک ہی وقت میں عرضیاں سُناتے اور احکام لکھتے اور باہر سے آئے ہوئے مراسلات پیش کرتے اور اُن کے جواب تحریر کرنے پر حاضر رہتے۔ اور وہ سب کو اُن کے احکام اور جواب بتاتا جاتا اور دستخط کرتا جاتا۔ اور اُسی حالت میں دوسروں کے معروضات سُنتا اور زبانی جواب دیتا۔ اسکے ساتھ تماشے بھی دیکھتا جاتا +

خاص خاص جرموں کی سزا دینے کو دو سو نسقچی کوڑے لئے حاضر رہتے جو اس کے اشارہ پر ارشاد کے موافق لوگوں کو کوڑے لگاتے اس میں امیر غریب سپاہی و افسر سب برابر ہوتے چنانچہ ایک مرتبہ خود ٹیپو سلطان کو اپنے ہاتھ سے کوڑے لگائے تھے +

اُس کی تمام قلمرو میں یہ طریقہ جاری تھا کہ جو لڑکے یتیم ہوتے اُنکی پرورش سرکار سے ہوکر اُن کو فنون جنگ کی تعلیم ہوتی اور وہ فوج میں بھرتی

کر لئے جاتے +

اُس کی رحلت کے وقت اُس کے ملک کی وسعت سوائے ممالک مفتوحہ ملک کرناٹک کے اسی ہزار میل مربع تھی +

اُس کے ممالک محروسہ میں ہزار قلعے تھے۔ اور جس قلعہ کو فتح کرتا اُسکی تاسیس و ترمیم میں از سر نو لاکھوں روپے خرچ کرتا +

ممالک محروسہ کے باج و خراج سے تین کروڑ روپیہ سالانہ بعد منہا کرنے ملکی اور فوجی اور خانگی اخراجات کے داخل خزانۂ عامرہ ہوتے +

سپاہ کی جمیعت تین لاکھ چوالیس ہزار تھی اس میں شاگرد پیشہ داخل نہیں۔ ثقہ لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ نواب حیدر علیخاں اتنا خزانہ رکھتا تھا کہ سونے چاندی کی اینٹیں اور قیمتی جواہرات منوں اور پنسیریوں کی تول سے تولے جاتے تھے +

نواب حیدر علیخاں کو اپنے فرزند اقبالمند شاہزادۂ ٹیپو سلطان کے ساتھ خاص محبت تھی۔ اور اُس نے اُسکی تعلیم و تادیب۔ اور فنون سپہگری کی مشق اور ملک گیری اور ملکداری کے عملی سبق دینے میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا تھا۔ اور ٹیپو سلطان نے خود کو اپنی دلیری اور بہادری سے ایک ہونہار شہزادہ ثابت کیا تھا۔ لیکن نواب حیدر علیخاں اُس کے حرکات و سکنات اور اُس کے قیافہ و انداز اور اُس کے احکام میں غصہ اور غضب کے آثار دیکھ کر از روے قیافہ اُس پر ملکداری کا پورا بھروسہ نہ کرتا تھا چنانچہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ شاہزادۂ ٹیپو سلطان نے

کئی انگریزی سپاہیوں کو پکڑ کر جبراً اپنے سامنے اُن کے ختنہ کرنے کا حکم دیا۔ اور اُس کی تعمیل کی گئی۔ جب نواب نے یہ حال سُنا تو اُس کو سخت ملال ہوا اور وہ کہہ بیٹھا کہ افسوس یہ سفاک مجھے سلطنت پانے کے بعد اُس کو ہاتھ سے کھو بیٹھے گا۔ اس سے مطلب یہ ہے کہ وہ بے موقع جبر کو ہرگز پسند نہ کرتا تھا۔

فقرات القاب نواب حیدر علیخاں بہادر

سپہ سالار مظفر فیروز مند۔ دلاور صف شکن میدان جنگ۔ طالب ناموس و ننگ قانون پیکار و حرب میں مشاق۔ فنون طعن و ضرب میں یگانۂ آفاق۔ سزاوار القاب سترگ۔ امیر بزرگ۔ حاکم باشکوہ و شان۔ عظمت و حشمت نشان۔ زیب مسند حکومت و شجاعت۔ حامی شریعت و سلطنت۔ صوبہ دار شہر سرا کا۔ بادشاہ مرز بوم۔ کوڑک و کنڑا کا۔

سلطان حکمران ممالک چرکولی و کلیکوٹ کا جس میں کوچین ترا ونکور وغیرہ کئی ریاستیں شامل ہیں۔

نواب بنگلور۔ بالاپور۔ باساپٹن یا بسنگر کا۔

مرزبان فرمانده فرازستان و نشیبستان یعنی پہاڑوں اور اُس کی ترایوں کا۔ بہادران بہادر۔ فرماں فرما جزایر مالدیوہ کا جو گنتی میں حساب و شمار سے باہر ہیں۔

سجع نواب نامدار حیدر علی خاں بہادر کا

شعر

بہ تسخیر جہاں شد فتح حیدر آشکار لا فتےٰ الّا علی لا سیف الّا ذوالفقار

سکّہ حیدری یہ تھا

نایب دین محمد
حیدر آخر زمان
سنہ ۱۱۵۵ ہجری

ثانی
سلطان سکندر قاتل
کل کافران

نواب حیدر علیخاں کی بیرحمی انگریزوں کی زبانی

کپتان اسکری اپنی کتاب اسکریس کیپٹیوٹی میں لکھتا ہے کہ ہم لوگوں نے ایک مدت تک فرانسیسوں کی قید میں طرح طرح کی اذیتیں پائیں۔ آخر اُن سنگدلوں نے ہماری قوم کے اسیروں کو جو تعداد میں پانسو تھے کئی جہازوں پر چڑھا دیا۔ چھ مہینے کے بعد ہم سب کے سب قلعہ گڈلور میں پہنچے جب یہاں کچھ دن کٹے تو ہم کو چلمبرم میں جو نواب کے قلعہ جات میں خاص استحکام رکھتا ہے لے گئے۔ وہاں اُس قلعہ کے دیوان نے ہم کو

دیکھتے ہیں کہ جا بجا سیکڑوں آدمی بحال تباہ پڑے ہوئے مردہ معلوم ہوتے ہیں کتنوں کی
مارے بھوک کے ایسی بُری حالت تھی کہ اگر گندے مقام کی ایک سڑی ہڈی کہیں
پڑی دیکھتے تو اُسکی طرف بھی ہاتھ بڑھا دیتے خوراک ہم لوگونکی یہاں یہ تھی کہ فقط گائے
کا گوشت اور موٹے چاول کھانے کو ملتے - اسی غذا اور شور زمین کا باعث تھا جو ہمارے
ساتھ کے اکثر آدمی رو رو کر مر گئے - اور اکثر تن و توش والوں کو ہم نے دیکھا کہ گھڑی
بھر کے تشنج میں اُن کے اعضا اکڑ گئے - خدا جانے فرانسیسوں کو انگریزوں سے ایسی
کیا عداوت تھی جو ہم سب کو ایسے ظالم کے حوالہ کر دیا کپتان اسکری کہتا ہے کہ جب ہم
قریب دو مہینے کے اس مقام میں رہے تو ہم میں سے ۱۹ آدمیوں نے لفٹنٹ ولسن کے
ہمراہ بھاگنے کا قصد کیا اور ایک رات میں ہم کئی کملوں کی رسّی بنا کر اُسکے سہارے
سے دیوار حصار کے باہر نکل گئے ہم کو کچھ معلوم نہیں کہ ہم رات بھر بھاگ کر کہاں پہنچے لیکن
صبح ہوتے ہی ہم سب گرفتار کر کے واپس لائے گئے - ایک شخص ندی میں ڈوب مرا باقی
۱۹ پھر وہیں آ گئے لفٹنٹ ولسن کو ننگا کر کے املی کی ایک ڈالی سے سخت سیاست کی گئی
باقی لوگوں کے ہاتھ پاؤں میں ہتکڑیاں اور بیڑیاں پہنائی گئیں - بعد دو دن کے ہم کو اور
ایک مستحکم زندان میں لے گئے جہاں ہماری پنڈلیاں چھید کر آہنی بیڑیاں پہنا دی گئیں اور
ہمارے پاسبانوں کی تعداد دو چند کر دی گئی دو مہینے کے بعد حیدر علی نے حکم بھیجا تا ہمیں
بنگلور لیجائیں تب ہمارے پاؤں کی بیڑیاں کاٹ کر دو دو آدمیوں کے ہاتھ ایک زنجیر
میں باندھ دئے گئے اس حیثیت سے ہم اکیس روز بعد بنگلور پہنچے یہاں تین دن بعد اُس قلعہ
کے سرداروں میں سے کئی مسلمان اور برہمن ہمارے پاس آئے اور ہم لوگونکو تین فریق کیا
وہ فریق جسکے درمیان میں تھا موضع بہرام پور کو روانہ کیا گیا جو بنگلور سے تین منزل ہے - یہاں

ہمارے ہاتھ کھولے گئے مگر اُنکے بدلے پاؤں میں بیڑیاں ڈالدی گئیں۔ غذا بدلی گئی۔
لیکن وہ بھی ہمارے موافق نہ تھی تین مہینے کے بعد ہم میں سے پندرہ جوان آدمی جن
میں ایک میں بھی تھا بنگلور جانے کو چھانٹے گئے اور ہم سے کہا گیا کہ وہاں تمہاری خاطرداری
زیادہ ہوگی۔ الغرض ہم پھر بنگلور کے قید خانہ میں داخل ہوئے وہاں کیا دیکھتے ہیں کہ دوسرے
مقامات کے انگریز قیدی اور بھی آئے ہیں۔ اب ہم شمار میں باون ہوگئے۔ اور ایکدوسرے
کی ملاقات سے خوش ہوئے تین دن کے بعد وہاں کے قلعدار نے ہمکو کچھ پھل دئے اور ہم پر
کچھ زیادہ شفقت ظاہر کی اور ہم سے کہا کہ تم گھبراؤ نہیں نواب تمکو اپنے لڑکوں کی طرح رکھنا چاہتا
ہے۔ زاں بعد ہم کو سرنگ پٹن کو روانہ کیا گیا۔ اس سفر میں زاد راہ ہمارے ساتھ بہت تھا
اور چونکہ ہم بے قید و بند تھے اس لئے راہ چلنا دشوار نہ تھا نو دن کے بعد جب سرنگ پٹن کے
قلعہ میں پہنچے تو یہاں ہمارے ساتھ تواضع اور مہربانیاں ظاہر کی گئیں۔ ایک مہینہ اس حال میں رہے
زاں بعد ایک بڑی مونچھوں والا فرنگی جو نواب کا ملازم تھا ہمارے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ہم
اپنے بال کٹوا کر مسلمانوں کے سے بال رکھیں یا منڈوانے پر راضی ہوں چنانچہ حجام نے خواہ مخواہ
ہمارے بال مونڈ دئے پھر ایک ہفتہ بعد سہ پہر دن چڑھے دس بارہ مشٹنڈے اُسی فرنگستانی جمعدار
کے ساتھ ہمارے سامنے آئے اور اُس موذی فرنگستانی نے ہمیں کہا کہ اب نواب نے تمہارے ختنہ کرنے
اور مسلمان بنانے کا حکم دیا ہے چنانچہ ہمکو چار چار میں بندھوا کر دو قطاروں میں لٹایا گیا۔ اور نشہ
والی معجونیں کھلائیں اور ان نافرمان حجاموں نے ہمارے ختنے کر ڈالے۔ اس حال میں بعض
مختون اس معجون کے نشے میں ہنستے اور بعض روتے تھے۔ رات کیوقت کتنے پاسبان ہم پر تعینات
ہوئے تاکہ جنگلی چوہوں کے ظلم سے جو اس ملک میں بہت ہیں ہم کو بچائیں قصہ کوتاہ دو مہینے کے بعد
ہم سب چنگے ہوگئے تب اُن لوگوں نے ہمیں مبارک سلامت کی بشارت دی جس کا مطلب یہ کہ

تم خوش رہو اب تم پیغمبر اسلام کی اُمت اور نواب عالیجاہ کے تقرب میں داخل ہوئے۔ اسی طرح انگریزوں نے اُس کی بے رحمی کے اور حالات لکھے ہیں +

نواب حیدر علیخاں کی سختی اور لوٹ مار پر ریمارک

ناظرین کو قبل اس سے کہ وہ حیدر علیخاں کی نسبت کوئی رائے قایم کریں اُسوقت کی تاریخ پر نگاہ ڈالن ضرور ہے کہ وہ زمانہ کیسا تھا +

اُس زمانہ کی تاریخ پر نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ بنگال سے لیکر پنجاب تک مرہٹوں کی لوٹ مار جاری تھی وسط ہند کو پنڈارے لوٹ رہے تھے جنوبی ہندوستان مرہٹوں کی لوٹ مار کا جولانگاہ بن رہا تھا۔ اُسی طرح مرہٹوں کے ملک میں نظام حیدر آباد کی فوجیں لوٹ مار سے بدلا لیتی تھیں اور اس طرز عمل کو دیکھ کر ایک معمولی سپاہی بھی جو ہتیار باندھ کر گھر سے نکلتا اُسکا منشا یہ ہوتا تھا کہ وہ کسی کو لوٹ کر گذران کا سامان پیدا کرے پس اُس زمانہ میں لوٹ مار ایک معمولی بات تھی اور سرکش قوموں کو زیر کرنے کا لازمۂ سیاست سمجھی جاتی تھی۔ چنانچہ انگریزی فوجوں نے بھی اُسوقت اکثر لوٹ مار سے اظہار سیاست کیا ہے اور اب بھی سرحدی جرگوں کی سیاست کو لوٹ مار جایز کر دیجاتی ہے پس نواب حیدر علیخاں کا فعل اُس زمانہ کی ضروریات سیاست میں داخل سمجھنا چاہیے۔ حیدر علیخاں دو وقت لوٹ مار کا حکم دیتا تھا ایک اُسوقت جبکہ غنیم اُسپر فوجکشی کرنے والا ہو تو وہ خود اپنے علاقوں کو لوٹ مار سے تاراج کر ڈالتا تھا تاکہ غنیم کو اسباب زندگی کی کوئی چیز ہاتھ نہ لگے دوسرے جب سرکش قومیں اُسکی اطاعت سے بار بار انحراف کرتی تھیں تو وہ لوٹ مار سے بدلا لیتا تھا جیسے اُس نے اقوام نایر و موپلا کو لوٹ

سے تاراج کیا۔ یا غنیم کی رسد لٹوا دیا کرتا تھا تاکہ غنیم کو اُسکے مقابلہ میں لاچاری ہو اسی طرح اُسکی سختیاں زیادہ تر انحراف و نافرمانی اور بغاوت اور اُسکے خلاف سازش کے جرم سے تعلق ہوتی تھیں۔ جب وہ جان لیتا تھا کہ میرے خلاف سازش اور بغاوت کا سامان ہو رہا ہے یا کوئی مجھ سے ملکر دوسرے کے ساتھ سازش کرکے مجھ کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے تو پھر وہ ذرا بھی رحم و رعایت نہ کرتا تھا اور باغی اور منافق اور سرکش اور متمرد کی تعزیر و تخریب کا کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑتا تھا۔ اور یہ سب باتیں اُسوقت کی سیاست اور ایک بہادر شخص کے سزاوار ہو سکتی ہیں +

بعض مواقع پر انگریزوں کے ساتھ اُسکا سلوک زیادہ سخت اور بیرحمی کے درجہ میں پایا جاتا ہے لیکن جب غور کیا جائے کہ اُسوقت میں انگریز خیر مکہ سے آکر اس ملک میں کس قسم کے جال پھیلا رہے تھے اور وہ کبھی مرہٹوں سے ملکر اور کبھی نظام حیدرآباد کے ساتھ ہو کر اور کبھی نواب محمد علیخاں کی آڑ میں نواب حیدر علیخاں کی بنیاد اُکھاڑ ڈالنے اور اُسکے ساتھ ظاہر میں دوستی کا عہدنامہ کرکے باطن میں کیسی چالیں چلتے اور اُس کی بربادی کی فکر میں رہتے تھے تو اُس کا غصہ حق بجانب معلوم ہوگا اور ایسی حالت میں اُسکی سختی کچھ انگریزوں کے ساتھ ہی مخصوص نہ تھی بلکہ سرکش اور منافق مسلمانوں کے ساتھ وہ اس سے زیادہ سختی اور بیرحمی کا برتاؤ کرتا تھا جس کا حال جنگہائے افغان شانور۔ کرپہ۔ کانور وغیرہ سے ظاہر ہو چکا ہے +

تمام شد